قال الحسین علیہ السلام امام حسین علیہ السلام نے فرمایا

قَدْ خَذَلَتْنَا شِیعَتُنَا

تحقیق ہمارے شیعوں نے ہمیں ذلیل کر دیا

{ [illegible]
[illegible] }

عقائدِ جعفریہ

(جلد اول)

باب اول — اللہ، انبیاء، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آئمہ اہل بیت کی شان میں شیعوں کی گستاخیاں

باب دوم — آئمہ اہل بیت کی شیعوں پر پھٹکار

باب سوم — بحث بنات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محقق علامہ شیخ الحدیث علامہ
محمد علی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ نوریہ حسینیہ جامعہ رسولیہ شیرازیہ
بلال گنج لاہور پاکستان فون 7237228

نام کتاب ——— عقائد جعفریہ (جلد اول)

مصنف ——— محقق اسلام شیخ الحدیث علامہ محمد علی نقشبندی علیہ الرحمہ
بانی جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور

کتابت ——— راجہ محمد صدیق کیلیانوالہ شریف گوجرانوالہ

طبع ———

نوٹ

کتاب ہذا عقائد جعفریہ میں ہم نے ہر موضوع پر اپنے دعویٰ کا اثبات و استدلال صرف اور صرف کتب شیعہ سے ہی کیا ہے جن چند مقامات پر سنی کتب سے استناد کیا گیا ہے وہاں کتب شیعہ سے اس کی مضبوط تائید بھی پیش کی گئی ہے اور یہی اس کتاب کا طرۂ امتیاز ہے۔

مکتبہ نوریہ حسینیہ جامعہ رسولیہ شیرازیہ
بلال گنج۔ لاہور پاکستان فون 7227228

فہرست مضامین عقائد جعفریہ

حصہ اوّل

ج

اللہ، انبیاء، صحابہ، اور
ائمہ اہل بیت کی شان
میں شیعوں کی گستاخیاں

باب اول:

شیعہ حضرات کی گستاخیاں

اللہ تعالیٰ کی شان میں ان کی گستاخیاں:-

گستاخی نمبر ۱:-

شیعہ حضرات کا ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو "بداء" یعنی غلطی لاحق ہوتا رہتا ہے۔ اور رسالہ "علامہ زینلکی فی تحقیق البداء" میں "بداء" کا معنی یوں لکھا ہوا ہے۔

تحفہ اثنا عشریہ:-

يُقَالُ بَدَا لَهُ إِذَا ظَهَرَ لَهُ رَأْيٌ مُخَالِفٌ لِلرَّأْيِ الْأَوَّلِ وَهُوَ الَّذِي حَقَّقَهُ الْكَبِيرُ فِي الْعِدَّةِ وَأَبُو الْفَتْحِ الْكَرَاجُكِيُّ فِي كَنْزِ الْفَوَائِدِ وَالَّذِي حَقَّقَهُ الْمُرْتَضَى فِي الذَّرِيعَةِ وَتَفْسِيرُهُ بِهِ كَلَامُ اللُّغَوِيِّينَ وَهُوَ أَنَّ مَعْنَى قَوْلِنَا بَدَا لَهُ تَعَالَى أَنَّهُ

ظَهَرَ لَهُ مِنَ الْاَمْرِ مَا لَمْ يَكُنْ ظَاهِرًا۔

(تحفۂ اثنا عشریہ اردو ص ۲۸۰ عقیدہ نمبر ۱
مطبوعہ دار الاشاعت کراچی طبع جدید)

ترجمہ:

جب نئی رائے کے مخالف رائے ذہن میں آئے۔ اس وقت کہا کرتے ہیں۔ بداء ہو گیا۔ شیخ نے "عدۃ الاصول" میں اور ابو الفتح کراجکی نے کنز الفوائد میں یہی معنی تحقیق کیے ہیں۔ اور بداء کا معنی مرتضیٰ نے "بدا اللہ" کی تحقیق کیا۔ جس کی طرف طبرسی کا کلام بھی مشیر ہے۔ وہ یہ کہ "بدا اللہ تعالیٰ" کا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ایسا امر ظاہر ہو گیا۔ جو پہلے اس پر ظاہر نہ تھا۔

اس کی تائید علامہ طبرسی شیعی نے "تفسیر مجمع البیان" کے ان الفاظ سے کی ہے۔

مجمع البیان:

بَلْ بَدَا لَهُمْ مَا كَانُوا يُخْفُونَ مِنْ قَبْلُ الآية (سورۃ الانعام) بَدَا يَبْدُو بَدْوًا إِذَا ظَهَرَ وَ فُلَانٌ ذُو بَدَوَاتٍ إِذَا بَدَا لَهُ الرَّأْيُ وَ بَدَا لِي فِي هٰذَا الْاَمْرِ بَدَاءٌ وَ اِبْتَدَأَ لَا يَجُوزُ عَلَى اللهِ سُبْحَانَهُ لِأَنَّهُ الْعَالِمُ بِجَمِيعِ الْمَعْلُومَاتِ لَمْ يَزَلْ وَ لَا يَزَالُ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد دوم جزء چہارم
ص ۲۹۲ مطبوعہ تہران)

ترجمہ

جب کوئی چیز ظاہر ہو تو بدا یبدو بداً بولتے ہیں۔ اور جب کسی شخص کو
ایک رائے کے بعد دوسری رائے ظاہر ہو جائے۔ تو ایسے شخص کو
بدا لہ و بدوات ۵ کہتے ہیں۔ اور اس لفظ کا استعمال اس طرح بھی آیا ہے
بداللہ فی ھذا الامر بداء (بدا اور بداء کا اطلاق و استعمال
اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے جائز نہیں کیونکہ وہ تمام معلومات کا اولاً و ابداً
عالم ہے۔

"علامہ طبرسی" نے "بداء" کے معنی کی تائید کر دی ہے۔ کہ اس کا اطلاق اس
وقت ہوتا ہے۔ جب کسی کو اپنی سابقہ رائے کے بعد ایک نئی رائے ظاہر ہو جائے
اس کے ساتھ علامہ موصوف نے اس لفظ کے ساتھ اللہ کا متصف ہونا ناجائز قرار دیا
کیونکہ اللہ تعالیٰ کے متعلق اس کا اطلاق یہ ثابت کرتا ہے۔ کہ اس کی معلومات میں تغیر و
تبدل ہوتا رہتا ہے۔ آج کچھ اور کل کچھ اور چونکہ اللہ تعالیٰ ازلاً و ابداً عالم جمیع معلومات
ہے۔ لہٰذا اس کو اس صفت سے متصف کرنا ناجائز ہے۔ کیونکہ اس سے یہ بھی لازم
آتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ (معاذ اللہ) اشیاء کے عواقب اور انجام سے
جاہل ہو۔

لیکن "علامہ طبرسی" کا اللہ تعالیٰ کے متعلق "بداء" کے اطلاق کرنا جائز کہنا
"ائمہ معصومین" کے عقیدہ کے خلاف ہے۔ اور اس سلسلہ میں جو ائمہ معصومین نے
نصوص قطعیہ فرمائیں۔ ان کی مخالفت ہے۔ اور اس بارے میں اہل تشیع کا یہ ایک
مسلمہ اصول ہے۔ کہ جب کسی مجتہد یا عالم و فقیہ کی رائے ائمہ معصومین کے خلاف
ہو۔ تو وہ مردود اور باطل ہو گی۔
لہٰذا کسی ایک آدھ شیعہ کا اس عقیدہ میں ائمہ معصومین کی نصوص صریحہ کے

خلاف کرنے کوئی وقعت نہیں رکھتا۔

لہذا شیعہ حضرات کا عقیدہ "بداء" ان کے نزدیک ایسی ہے۔ کہ ائمہ اہلبیت سے جو "بداء" کی نسبت اللہ کی طرف کی ہے یہ کذب محض ہے۔ اور یہی عقیدہ اہل تشیع ہے اب میں ائمہ اہل بیت سے اس عقیدہ کی بابت ثبوت پیش کرنا چاہتا ہوں۔

(ائمہ اہل بیت سے اللہ تعالیٰ کے بداء پر روایات۔)

روایت نمبر (۱)

شیعہ مجتہد علامہ یعقوب کلینی نے اپنی مشہور کتاب "اصول کافی" میں رکوکہ امام غائب کی مصدقہ ہے۔ یوں نقل کیا ہے۔

اصول کافی :-

مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى عَنْ اَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عِيْسٰى عَنِ الْحَجَّالِ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ ثَعْلَبَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ اَعْيَنَ عَنْ اَحَدِهِمَا عَلَيْهِمَا السَّلَامُ قَالَ: مَا عُبِدَ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِثْلَ الْبَدَاءِ وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ اَبِيْ عُمَيْرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا عُظِّمَ اللّٰهُ بِمِثْلِ الْبَدَاءِ۔

(اصول کافی جلد اول ص۱۴۶ کتاب التوحید
باب البداء طبع جدید مطبوعہ تہران اور طبع
قدیم مطبوعہ نولکشور ص۸۴)

ترجمہ:۔

زرارہ بن اعین کا بیان ہے کہ امام محمد باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما میں سے کسی ایک نے فرمایا کہ کسی چیز کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ایسی عبادت نہیں کی گئی جیسی کہ بداء کے ساتھ کی گئی۔ اور ابن ابی عمیر نے ہشام بن سالم سے روایت کی ہے۔ کہ کسی چیز کے ساتھ اللہ کی ایسی تعظیم نہیں کی گئی۔ جیسی بداء کے ساتھ کی گئی۔

روایت دوم:۔

اصول کافی:۔

عَلِیُّ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ اَبِیْهِ عَنِ الرَّیَّانِ بْنِ الصَّلْتِ قَالَ سَمِعْتُ الرِّضَا یَقُوْلُ مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِیًّا قَطُّ اِلَّا بِتَحْرِیْمِ الْخَمْرِ وَاَنْ یُّقِرَّ لِلّٰهِ بِالْبَدَاءِ۔

(اصول کافی جلد اول صفحہ ۱۴۸ کتاب التوحید
باب البداء طبع جدید تہران۔ صفحہ ۸۹
طبع قدیم لکھنؤ)

ترجمہ:

ریان بن صلت کا بیان ہے۔ کہ میں نے امام رضا سے سنا۔ وہ کہتے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی پیغمبر ایسا نہیں بھیجا۔ جس نے شراب کی حرمت نہ کی ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کے لیے بداء کا اقرار نہ کیا ہو۔

روایت سوم:

اصول کافی:

بعض اصحابنا عن ابن جمهور عن ابیه عن ابن محبوب عن ابن رئاب عن عبد الرحمٰن ابن الحجاج وعن محمد بن سنان عن المفضل بن عمر جمیعا عن ابی عبد الله علیه السلام قَالَ يُبْعَثُ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ أُمَّةً وَاحِدَةً عَلَيْهَا بَهَاءُ الْمُلُوكِ وَسِيمَا الْأَنْبِيَاءِ وَذٰلِكَ أَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ قَالَ بِالْبَدَاءِ۔

(۱) اصول کافی جلد اول باب مولد النبی علیہ السلام ووفاتہ مع ترجمہ مطبوعہ لکھنؤ

(۲) مطبوعہ تہران طبع جدید جلد اول ص ۴۴۷)

ترجمہ:

(بحذف اسناد) امام جعفر صادق نے فرمایا کہ عبدالمطلب تنہا ایک امت میں اٹھایا جائے گا جس پر بادشاہوں کا سا جمال اور پیغمبروں کے سے نشان ہوں گے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ پہلا شخص ہے جو بداء کے قائل ہوئے۔

جب امام جعفر نے بداء کا قول کیا تو کئی شیعہ ان سے برگشتہ ہو گئے

روایت چہارم:-

فرق الشیعہ:-

لما أشار جعفر بن محمد إلى إمامة ابنه إسمعيل ثم مات إسمعيل في حياة أبيه رجعوا عن إمامة جعفر وقالوا كذبنا ولم يكن إماما لأن الإمام لا يكذب ولا يقول إلا ما يكون وحكوا على جعفر أنه قال إن الله عز وجل بدا له في إمامة إسمعيل فأنكروا البداء والمشية من الله وقالوا هذا باطل لا يجوز-

(فرق الشیعہ ص ۶۴ مصنفہ علامہ نوبختی شیعہ طبع نجف ۱۳۵۵ھ)

ترجمہ:-

جب امام جعفر نے (اپنے بعد) اپنے بیٹے اسماعیل کی امامت کی

طرف اشارہ ہو کہ میرے بعد اسمٰعیل ہوگا، اور پھر ان کی زندگی ہی میں اسمٰعیل
کا انتقال ہو گیا، تو امام جعفر کے پیروکار ان سے برگشتہ ہو گئے اور کہنے لگے کہ
جعفر نے ہم سے جھوٹ بولا ہے یہ امام نہیں ہے کیونکہ امام تو جھوٹ
نہیں بولتا بلکہ وہی کہتا ہے جو بعد میں واقع ہونا ہو، اس وقت ان لوگوں سے کہا
کہ جعفر یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اسمٰعیل کی امامت میں بداء ہو گیا ہے۔
(یعنی) مغالطہ لاحق ہو گیا ہے، چنانچہ یہ لوگ اس کے بداء اور شیعیت کے
منکر ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہ بداء باطل اور غیر جائز ہے۔
یاد رہے اس روایت کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ امام جعفر نے اپنی زندگی میں اپنے بڑے
بیٹے اسمٰعیل کو امامت میں اپنا جانشین بنایا تھا اور چونکہ شیعوں کا عقیدہ ہے کہ امام
کا تقرر اللہ کی طرف سے منصوص ہوتا ہے اس لیے امام جعفر کو (بقول شیعہ) یہ
فکر لاحق ہو گئی کہ لوگ کیا کہیں گے اگر جعفر کے بعد اللہ نے اس کے بیٹے اسمٰعیل کو امام بنایا
تھا تو وہ اس کی زندگی میں فوت کیوں ہو گیا؟ اس لیے امام جعفر نے کہا کہ اللہ نے ہی
اسمٰعیل کو میرے بعد امام بنایا تھا مگر اس میں اللہ کو بداء یعنی مغالطہ ہو گیا ہے۔ لہٰذا
میرے بعد موسیٰ رضا یعنی میرا دوسرا بیٹا امام ہوگا۔

اس روایت میں صاف صاف موجود ہے کہ جب امام جعفر نے بداء کا قول
کیا تو ان کے بعض پیروکار ان سے منحرف ہو گئے اور بداء کا انکار کیا۔ ثابت ہوا
شیعیت سے نکلنے والے بداء کے منکر ہو گئے۔ مگر امام جعفر اور ان کے خصوصی پیروکاروں
کا یہی عقیدہ ہے کہ اللہ کو بداء یعنی مغالطہ ہو جاتا ہے۔

ناظرین! یہ بداء کا قصہ یہیں ختم نہیں ہو جاتا۔ بلکہ آگے چلئے تو خود کو دوسرا پایا اور امام
نقی نے امامت کے لیے اپنے بیٹے ابو جعفر کو اپنا جانشین مقرر کیا مگر وہ امام نقی کی
زندگی ہی میں فوت ہو گئے۔ چنانچہ امام نقی نے پھر اپنے دوسرے بیٹے حسن عسکری

کا نام بنایا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کو بداء ہو گیا ہے۔

چنانچہ دیکھیے روایت نمبر ۱۵ اصول کافی۔

روایت نمبر ۵ ملا خلیل قزوینی اپنے صافی شرح اصول کافی میں اس مقام کی وضاحت کرتے ہوئے یوں لکھا ہے۔

چوں بداء در اصل لغت بمعنی پشیمانی است استعارہ لفظ بداء در فعل الٰہی از پیش خود خالی از جرأتے نیست لہٰذا پیش از عبد المطلب کسی استعارہ لفظ نکردہ بود چوں آدمی در وقت اضطراب و کمال خوف معذور می باشد در جرأت۔ در گفتگو عبد المطلب ایں جرأت کرد و بعد از او مستمر شد عادت تعریف کردن شدہ باشد۔ و بیان معنی بداء شد در باب بست و چہارم کتاب التوحید از ایں تعریف ظاہر شد کہ منافاتی نیست بیان ایں حدیث و احادیث باب مذکورہ کہ دلالت می کند بر آنکہ ایں معرفت نشد مگر با قرار بہ بداء۔

(صافی شرح اصول کافی باب مولد النبی صفحہ ۱۶۴)

ترجمہ: جب کہ لفظ بداء کے لغت کے اعتبار سے یعنی اس کے حقیقی معنی پشیمانی کے ہیں۔ اس لیے اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کے فعل میں اس لفظ کو بطور استعارہ استعمال کرنا جرأت سے خالی نہیں ہے۔ اس لیے عبد المطلب سے پہلے بطور استعارہ اللہ کے لیے کسی نے استعمال نہ کیا تھا جب آدمی پر خوف کا غلبہ ہو اور پریشانی میں گھرایا ہوا ہو۔ تو جرأت میں معذور ہوتا ہے۔ گفتگو میں عبد المطلب نے یہ جرأت ایسی حالت میں کی اور اس کے استعمال کرنے کے بعد لوگوں میں عادت جاری ہو گئی گویا جیسا کہ رواج ہوا ہو۔ اور بداء کے معنی کتاب التوحید کے چوبیسویں باب میں بیان ہو چکے ہیں۔

اس تقریر سے ظاہر ہوا۔ کہ اس حدیث اور دیگر احادیث میں جو باب مذکور میں وارد ہوئی ہیں۔ کوئی منافات نہیں۔ وہ اس طرح کہ دیگر احادیث اس مضمون کے اثبات میں ہیں۔ کہ اللہ کا ہر ایک پیغمبر اقرار بالبداء کے ساتھ مبعوث ہوا۔ اور اس حدیث میں "بداء" کے بطور استعارہ ذات الٰہی کے افعال پر اطلاق کا مضمون ہے۔ جو پہلے مضمون سے مطابقت رکھتا ہے۔

خلاصہ کلام:-

"بداء" کا معنی آئمہ معصومین اور آئمہ مجتہدین شیعہ نے یہی کیا ہے۔ کہ ایک چیز پالینے کا ظاہر ہو جانا جو پہلے ظاہر نہ تھی۔ اور جب اس لفظ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے گی۔ تو اس سے مراد یہ ہوگی۔ کہ اللہ تعالیٰ کو کسی ایک چیز کا پہلے علم نہ تھا پھر اس پر ظاہر ہو گیا۔ اور یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ آئمہ معصومین کے ارشاد کے مطابق اللہ تعالیٰ کے لیے "بداء" کا عقیدہ رکھنا انتہائی ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے عبد المطلب کو اس کا درجہ اسی وجہ سے دیا۔ کہ سب سے پہلے انہوں اللہ تعالیٰ کے لیے بطور استعارہ اس لفظ کو استعمال کیا۔

صاحب شرح اصول کافی نے اس لفظ کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھا کہ حقیقت میں اس کا معنی پشیمانی کی نسبت کرنا اللہ کی طرف بڑے دل گردے کی بات ہے۔ اس لیے یہ جرأت سب سے پہلے عبد المطلب نے کی۔ لہٰذا اس جرأت مندانہ کی وجہ سے وہ کل قیامت کو جلال شاہانہ اور نشانات انبیاء کے ساتھ آئیں گے"۔

حاصل یہ ہوا۔ کہ لفظ "بداء" کا اللہ تعالیٰ کے لیے واقع ہونا انتہائی ضروری ہے۔
بلکہ آئمہ معصومین نے تو اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہاں تک کہہ دیا ہے۔ کہ

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کو کبھی ایسا بدا نہیں ہوا جیسا کہ میرے بیٹے اسماعیل کے بارے میں ہوا

اصول کافی:۔

عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هَاشِمٍ
الْجَعْفَرِيِّ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ أَبِي الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
بَعْدَ مَا مَضَى ابْنُهُ أَبُو جَعْفَرٍ إِنِّي لَأُفَكِّرُ فِي نَفْسِي
أُرِيدُ أَنْ أَقُولَ كَأَنَّهُمَا أَعْنِي أَبَا جَعْفَرٍ وَ أَبَا
مُحَمَّدٍ فِي هٰذَا الْوَقْتِ كَأَبِي الْحَسَنِ مُوسٰى وَ
إِسْمٰعِيلَ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ
وَ إِنَّ قِصَّتَهُمَا كَقِصَّتِهِمَا إِذْ كَانَ أَبُو مُحَمَّدٍ
الْمُرْجٰى بَعْدَ أَبِي جَعْفَرٍ فَأَقْبَلَ عَلَيَّ أَبُو الْحَسَنِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ قَبْلَ أَنْ أَنْطِقَ فَقَالَ نَعَمْ يَا أَبَا
هَاشِمٍ بَدَا لِلّٰهِ فِي أَبِي مُحَمَّدٍ بَعْدَ أَبِي
جَعْفَرٍ مَا لَمْ يَكُنْ يُعْرَفُ لَهُ كَمَا بَدَا لَهُ
فِي مُوسٰى بَعْدَ مُضِيِّ إِسْمٰعِيلَ مَا كُشِفَ بِهِ
عَنْ حَالِهِ وَ هُوَ كَمَا حَدَّثَتْكَ نَفْسُكَ وَ إِنْ
كَرِهَ الْمُبْطِلُونَ وَ أَبُو مُحَمَّدٍ ابْنِي الْخَلَفُ مِنْ

اعتقادات صدوق:۔

ما قال صادق علیہ السلام کہ ظہور کسی بدائی نشدہ برائے خدا مثل
بدائے کہ شدہ برائے او در باب اسمٰعیل پسر من۔

(اعتقادات صدوق ص ۳۸ باب بداء

مطبوعہ تہران)

ترجمہ:۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو کبھی ایسا بداء
نہیں ہوا۔ جیسا کہ میرے بیٹے اسماعیل کے بارے میں ہوا۔

خلاصہ کلام:۔

مذکورہ روایات سے یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہو گئی۔ کہ اللہ تعالیٰ
کے لیے "بداء" کا عقیدہ ائمہ معصومین کی حدیث کی رو سے لازمی اور اتفاقی
ضروری ہے۔ اور دوسری بات یہ ثابت ہوئی۔ کہ "بداء" کی علت خلاف
مسئلہ امامت ہے۔

اہل تشیع کے ہاں مقام امامت، عصمت، نبوت
اور رسالت سے بھی اہم ہے

امام کی شان اہل تشیع کے ہاں تمام مراتب ولایت، عصمت، نبوت
اور رسالت سے اعلیٰ و افضل ہے۔ جس کی تفصیل ہم عنقریب پیش کر رہے ہیں۔
بلکہ ان لوگوں نے امام کے لیے ایک مرتبہ متعین کر لیا ہے۔ کہ اس کی نزدیکی خالق

جائے یا مخلوق اس کی سلامتی ناممکن ہے۔ اسی لیے ان کے تمام عقائد کی بنیاد مسئلہ امامت پر ہے۔ مثلاً

۱۔ بداء ۔ ۲۔ کفر انبیاء و معاذ اللہ ۔ ۳۔ ادعائے وصی پیمبر ۔ ۴۔ تکفیر صحابہ و امہات المومنین ۶۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں ہونے کا انکار ۔ ۷۔ تقیہ ۔ ۸۔ متعہ ۔

اس کی تفصیل یوں سمجھئے کہ امامت میں پس و پیش کی وجہ سے بداء کا مسئلہ لازمی و ضروری ہوا۔

جیسا کہ اس کی تفصیل گزشتہ اوراق میں آپ نے ملاحظہ فرمالی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے متعلق بعض مرتبہ بعض اشیاء سے جاہل اور بے خبر ہونے کا عقیدہ اس لیے ایجاد ہوا کہ مسئلہ امامت میں کجی کا معاملہ حل ہو جائے۔ حضرت یونس علیہ السلام اور حضرت آدم علیہ السلام پر کفر کا الزام اس لیے دھرا گیا کہ ان میں آئمہ کے ساتھ حسد تھا۔

خلفائے ثلاثہ پر غصب خلافت کا الزام بھی اس لیے تھوپا اور ان پر تبرہ بازی بھی اسی لیے کی گئی۔ شیخین کی صاحبزادیاں ہونے کی وجہ سے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا پر تبرہ بازی بھی اسی مقصد کے لیے کی گئی۔ اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عقد میں ہونے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کا انکار بھی اسی درخت بد کی ایک شاخ ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ چونکہ خلفائے ثلاثہ کے ہاتھ پر بیعت کر بیٹھے۔ اور پھر ان کی اقتداء میں نمازیں بھی پڑھتے رہے۔ اس کی کوکھ سے تقیہ کا عقیدہ پیدا ہوا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن جو متعہ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام قرار دے دیا تھا اس کا عام اعلان مختلف بلاد اسلامیہ میں چونکہ سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ سے پہنچایا اس لیے فاروق اعظم کی مخالفت کرتے ہوئے متعہ کے حق

ہونے اور اس کے بد فضائل و کمالات ان کا عقیدہ معرض وجود میں آیا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ ان تمام باطل عقائد اور مردود نظریات کی اساس صرف مسئلہ امامت پر ہے۔

گستاخی ۲:۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صفات بمقابلہ صفات باری تعالیٰ

مناقب آل ابی طالب:۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی لِنَفْسِہٖ (وَھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ) وَفِیْہِ (وَجَعَلْنَا لَھُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِیًّا) وَقَالَ لِنَفْسِہٖ (وَھُوَ یُطْعِمُ وَلَا یُطْعَمُ) وَفِیْہِ (وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ) وَقَالَ لِنَفْسِہٖ (لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ) وَفِیْہِ (اَمَّنْ ھُوَ قَانِتٌ) وَقَالَ لِنَفْسِہٖ (وَھُوَ اللّٰہُ الْوَاحِدُ الْقَھَّارُ) وَفِیْہِ (قُلْ اِنَّمَا اَعِظُکُمْ بِوَاحِدَۃٍ) قَالَ الرِّضَا عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِعَلِیٍّ بِکَ وُعِظَتْ قُرَیْشٌ وَقَالَ لِنَفْسِہٖ (قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ) وَفِیْہِ (وَاِذَا رَاَیْتَ ثَمَّ رَاَیْتَ نَعِیْمًا وَّمُلْکًا کَبِیْرًا) وَقَالَ لِنَفْسِہٖ (یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ) وَفِیْہِ (عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا

وَ بَیَّتْنَهُمَا) الخ

(مناقب آل ابی طالب مصنفہ ابن شہر آشوب
جلد سوم ص۲۲۸ باب النکت والالقاب
مطبوعہ قم چیاپان طبع جدید)

ترجمہ:-

اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت "العلی" بیان کی۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ
کو بھی "علی" کہا۔ اللہ نے اپنے کو "کھولنے والا" کہا۔ اور یہی
صفت حضرت علی کو بھی عطا فرمائی۔ اللہ نے اپنے لیے "مومن، مہیمن، عزیز"
وغیرہ کی صفت بیان فرمائی۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے
لیے "شب بیداری کرنے والا" کہا۔ اللہ نے خود کو "واحد" کہا اور اسی طرح
علی کو "واحد" کہا۔ امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں حضور علیہ السلام نے
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ قریش کو تمہاری وجہ سے فضیلت
حاصل ہوئی۔ اللہ نے اپنے آپ کو "مالک الملک" کہا۔ اور حضرت
علی کو "ملک کبیر" کا مالک فرمایا۔ اللہ نے اپنے لیے "یحبہم و یحبونہ"
کہا۔ اور حضرت علی کو "علی حبہ مسکینا" کہا۔

خلاصہ کلام:-

(۱) ابن شہر آشوب، جو شیعہ قبیلہ کا ایک بہت بڑا اور بلند پایہ مجتہد ہے۔ اس
نے اس مقام پر پوری پوری کوشش کی ہے کہ قرآن پاک میں جو صفات جس مقام پر
اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے ذکر فرمائیں۔

(۲) وہ تمام صفات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے ثابت کی جائیں۔ اور مطلق

اللہ اور بندوں کے اور ایک بندے کے درمیان صفات میں مساوات دہ باری دکھائی جائے۔ اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی شان اقدس میں کیا گستاخی ہو سکتی ہے۔ کہ اسے اور اس کے بندے کو ایک کر دیا جائے۔

یاد رہے کہ جن آیات سے ابن شہر آشوب (۱) نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے کسی نہ کسی صفت کو ثابت کرنے کے لیے ذکر کی ہیں ان آیات کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہونا صرف ابن شہر آشوب (۱) کا اپنا اجتہاد ہے۔ ورنہ یہ تمام آیات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں خاص طور پر نازل نہیں ہوئیں۔ اور دوسری بات یہ بھی کہ ان آیات سے جو مفہوم اس مجتہد نے نکالا وہ اسی کا خاصہ ہے۔ اس طرح اس مصنف نے قرآن پاک کی تفسیر اپنی رائے سے کی۔ اور تفسیر بالرائے کرنے والے کے لیے متفقہ قانون ہے کہ ایسا شخص عند الشرع مسلمان نہیں۔

گستاخی ۱۳

حضرت علی رضی اللہ عنہ شریک خدا ہیں۔

جلاء العیون :-

قَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ بَعْضِ خُطَبِهٖ أَنَا عِنْدِيْ مَفَاتِيْحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ إِلَّا أَنَا أَنَا ذُو الْقَرْنَيْنِ الْمَذْكُوْرُ فِيْ صُحُفِ الْأُوْلٰى أَنَا صَاحِبُ خَاتَمِ سُلَيْمَانَ أَنَا وَلِيُّ الْحِسَابِ أَنَا صَاحِبُ الصِّرَاطِ وَالْمَوْقِفِ أَنَا قَاسِمُ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ أَنَا آدَمُ الْأَوَّلُ أَنَا نُوْحُ الْأَوَّلُ أَنَا

اٰيَتُ الْجَبَّارِ اَنَا حَقِيْقَةُ الْاَسْرَارِ اَنَا مُوْرِقُ الْاَشْجَارِ
اَنَا مُوْنِعُ الْاَثْمَارِ اَنَا مُفَجِّرُ الْعُيُوْنِ
اَنَا مُجْرِي الْاَنْهَارِ اَنَا خَازِنُ الْعِلْمِ اَنَا
طُوْرُ الْحِلْمِ اَنَا اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنَا
عَيْنُ الْيَقِيْنِ اَنَا حُجَّةُ اللّٰهِ فِي السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ الخ

(جلاء العیون جلد دوم صفحہ ۱۱ مترجمہ
علامہ حسن کوثر بہاری مطبوعہ شیخ جنرل بک
ایجنسی انصاف پریس لاہور)

ترجمہ:۔

جناب علی علیہ السلام نے اپنے بعض خطبات میں ارشاد فرمایا ہے۔ میں وہ ہوں جس کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں۔ جنہیں بعد رسول اللہ میرے سوا کوئی نہیں جانتا۔ میں وہ ذوالقرنین ہوں جس کا ذکر صحف اولیٰ میں ہے۔ میں خاتم سلیمان کا مالک ہوں۔ میں قاسم جنت و نار ہوں۔ میں اول آدم ہوں میں اول نوح ہوں۔ میں جبار کی آیت ہوں۔ میں اسرار کی حقیقت ہوں میں درختوں کو پھل کا لباس دینے والا ہوں۔ میں پھلوں کو پکانے والا ہوں۔ میں چشموں کو جاری کرنے والا ہوں۔ میں نہروں کو بہانے والا ہوں۔ میں علم کا خزانہ ہوں۔ میں حلم کا پہاڑ ہوں۔ میں امیر المومنین ہوں۔ میں سرچشمہ یقین ہوں۔ میں زمینوں اور آسمانوں میں حجت خدا ہوں۔

میں متزلزل کرنے والا ہوں۔ میں صاعقہ ہوں۔ میں حقائق آواز ہوں۔

میں قیامت ہوں۔ ان کے لیے جو قیامت کی تکذیب کریں۔ میں وہ
کتاب ہوں جس میں کوئی ریب نہیں۔ میں وہ اسمائے حسنیٰ ہوں جن کے
ذریعہ خدا نے دعا قبول کرنے کا حکم دیا۔ میں وہ نور ہوں جس سے موسیٰ
نے ہدایت کا اقتباس کیا۔ میں صور کا مالک ہوں۔ میں قبروں سے مردوں
کو نکالنے والا ہوں۔ زندہ کرنے والا ہوں۔ میں یوم النشور کا مالک ہوں
میں نوح کا ساتھی اور اس کو نجات دینے والا ہوں۔ میں ایوب بلا رسیدہ
کا صاحب اور اس کو شفا دینے والا ہوں۔ میں نے اپنے رب کے
امر سے آسمانوں کو قائم کیا۔ میں صاحب ابراہیم ہوں۔ میں حکیم کا بھید
ہوں۔ میں ملکوت کو دیکھنے والا ہوں۔ میں وہ حی ہوں جسے موت نہیں
میں تمام مخلوقات پر ولی حق ہوں۔ میں وہ ہوں جس کے سامنے بات نہیں
بدل سکتی۔ مخلوق کا حساب میری طرف ہے۔ میں وہ ہوں جسے
امر مخلوق تفویض کیا گیا۔ میں خلیفۃ اللہ ہوں۔ جلاء العیون جلد دوم ص ۱۲۱

تنبیہ :-

یہ خطبہ جو ہم نے "سید طیب الحسن شیعی [illegible]" کی کتاب جلاء العیون اردو
سے نقل کیا ہے۔ اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خطبہ شمار کیا گیا ہے۔ اگر کوئی صاحب علم
و صاحب انصاف اس خطبہ کو محض سرسری نظر سے ہی دیکھے۔ تو اس کے لیے یہ
فیصلہ کرنا کوئی مشکل نہ ہوگا۔ کہ اگر یہ خطبہ بالفرض محال حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہے۔ تو آپ
اس میں مذکورہ دعاوی کی بنا پر دوسرے خدا بن بیٹھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات
من و عن انہوں نے اپنے لیے لازم قرار دیں۔ شاید ان کی کوئی تاویل کی گئی ہو کہ
ان میں حقیقت و مجاز کا سہارا لیا گیا۔ اور اللہ کے ساتھ کسی کو دوسرے کو اس کی

معاملات میں مثل اور مساوی جاننا شرک صریح ہے۔ اور شرک ہی ایک ایسا عظیم گناہ ہے جو ناقابل معافی ہے۔ کل قیامت کو اللہ چاہے گا۔ تو بقیہ تمام گناہ معاف کر دے گا۔ لیکن شرک قطعاً قابل معافی نہیں ہوگا۔

یاد رکھیے یہ خطبہ اور اس قسم کے دیگر خطبات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قطعاً نہیں ہو سکتے۔

بلکہ یہ شیعہ لوگوں نے اپنی طرف سے گھڑ کر ان کی طرف منسوب کر دیئے ہیں۔ وہ باب العلم رضی اللہ عنہ اس قسم کے کلام سے حاشا وکلا اپنے قلم و زبان کو گندا نہیں کر سکتے۔

گستاخی ۱۲ :-

اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی امت کیلیے آپ کا خلیفہ ہے

مناقب آل ابی طالب :-

وَكَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلِيْفَتَانِ فِي
الْخَبَرِ اَنَّ النَّبِيَّ بَكٰى عِنْدَ مَوْتِهٖ فَجَاءَ جِبْرَئِيْلُ
وَقَالَ لِمَ تَبْكِيْ قَالَ لِاُمَّتِيْ مَنْ لَهُمْ فَرَجَعَ ثُمَّ
قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ اَنَا خَلِيْفَتُكَ فِيْ اُمَّتِكَ
وَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ

أَنْتَ تُبَلِّغُ عَنِّي رِسَالَاتِي قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَمَا بَلَّغْتَ قَالَ بَلَى وَلَكِنْ تُبَلِّغُ عَنِّي تَأْوِيلَ الْكِتَابِ ۔ انتهى

(مناقب آل ابی طالب مصنفہ ابن شہر آشوب جلد سوم ص ۲۶۵ مطبوعہ قم ایران طبع جدید)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو خلیفہ تھے۔ حدیث شریف میں وارد ہے۔ کہ بوقت انتقال حضور صلی اللہ علیہ وسلم رو دیئے۔ جبرائیل نے حاضر ہو کر رونے کا سبب پوچھا۔ فرمایا۔ رونا اس بات کا ہے۔ کہ میری امت کا کون ہو گا؟ جبرئیل اللہ کی بارگاہ میں گئے۔ واپس آ کر کہا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میں تمہارا تمہاری امت کا خلیفہ ہوں گا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ تو میری رسالت کو پہنچائے گا۔ عرض کی حضور! آپ نے نہیں پہنچائی۔ فرمایا کیوں نہیں۔ لیکن تو میرے بعد میری طرف سے کتاب (قرآن) کی تاویل کی تبلیغ کرتا ہے۔

خلاصہ کلام:-

"علامہ ابن شہر آشوب شیعی نے اس کتاب میں واضح الفاظ میں لکھ دیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو خلیفہ تھے۔ ایک خود اللہ تعالیٰ اور دوسرے حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ اب قابل غور یہ امر ہے۔ کہ ایک طرف شیعہ حضرات کا یہی پیٹنا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف ایک ہی خلیفہ ہے۔ اور وہ

اور خلیفہ بلا فصل ہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ لیکن یہاں ہم اتفاقاً ہیں ہ ابن شہر آشوب نے آپ کے دو خلیفہ ذکر کیے۔ اب یہاں دو احتمال پیدا ہو سکتے ہیں۔

احتمال اول :-

یہ کہ کیا دونوں خلیفہ بیک وقت خلیفہ تھے۔ اگر ایسا ہی مانو تو دونوں کے ذمہ کیا کیا کام تھے۔ ہاں ایک خلیفہ کا کام تو "ابن شہر آشوب" نے ذکر کر دیا۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ قرآن کی تاویلات بتلانے کے لیے خلیفہ ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے ذمہ کون سا کام لگاؤ گے؟

اسی صورت میں اگر یہ کہو۔ کہ تمہارا سمجھنا سمجھ کا اشتباہ ہے۔ دو خلیفہ میں حقیقت میں ایک ہی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے مراد کوئی الگ خلیفہ نہیں۔ بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہی دو مختلف اعتبار ہیں۔ تو یہ مذہب وہی ہے۔ جو بانی مذہب شیعہ "عبداللہ بن سبا" یہودی کا تھا۔ رجال کشی کی عبارت ملاحظہ ہو۔

رجال کشی :-

وَذَكَرَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَبَا
كَانَ يَهُوْدِيًّا فَاَسْلَمَ وَ وَالٰى عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ
وَكَانَ يَقُوْلُ وَهُوَ عَلٰى يَهُوْدِيَّتِهٖ فِيْ يُوْشَعَ
ابْنِ نُوْنٍ وَصِيِّ مُوْسٰى بِالْغُلُوِّ - فَقَالَ فِيْ
اِسْلَامِهٖ بَعْدَ وَفَاتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِثْلَ ذٰلِكَ
وَكَانَ اَوَّلَ مَنْ اَشْهَرَ بِالْقَوْلِ بِفَرْضِ اِمَامَةِ عَلِيٍّ

وَاَظْهَرَ الْبَرَاءَةَ مِنْ اَعْدَائِهٖ وَكَاشَفَ مُخَالِفِيْهِ
وَكَفَّرَهُمْ فَمِنْ هٰهُنَا قَالَ مَنْ خَالَفَ الشِّيْعَةَ اِنَّ
اَصْلَ التَّشَيُّعِ وَالرَّفْضِ مَاخُوْذٌ مِنَ الْيَهُوْدِيَّةِ ۔

(رجال کشی مطبوعہ کربلا ص ۱۰۱ تذکرہ عبداللہ ابن سبا)

ترجمہ:

بعض اہل علم نے ذکر کیا۔ کہ عبداللہ بن سبا پہلے یہودی تھا۔ پھر مسلمان ہوا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا گہرا دوست بن گیا۔ یہودی ہوتے ہوئے یہ حضرت یوشع بن نون خلیفہ موسیٰ علیہ السلام کے متعلق غلو سے کام لیا کرتا تھا اور جب اسلام لایا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں مبالغہ آمیز باتیں کیں۔ یہی وہ پہلا شخص ہے۔ جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق امامت کے فرض ہونے کا قول کیا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالفوں اور دشمنوں سے بیزاری کا اظہار کیا۔ آپ کے مخالفین کو بے نقاب کیا۔ اور ان سے کفر کو واضح کیا۔ اسی وجہ سے شیعہ کے مخالف کہتے ہیں کہ رفض و شیعیت دراصل یہودیت کا دوسرا نام ہے۔

مذہب شیعہ میں مبالغہ آرائی کی بنیاد عبداللہ بن سبا یہودی نے ڈالی

صاحب رجال کشی نے واضح کر دیا۔ کہ مذہب شیعہ میں مبالغہ آرائی کی بنیاد وہ عبداللہ ابن سبا تھا۔ جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق خدا ہونے کا

دعویٰ کیا۔ جیسا کہ امام باقر رضی اللہ عنہ نے اسے ذکر کیا ہے۔

رجال کشی:۔

سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُوْلُ لَعَنَ اللّٰهُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَبَا اِنَّهُ اِدَّعٰى الرُّبُوْبِيَّةَ فِيْ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَكَانَ وَاللّٰهِ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَبْدَ اللّٰهِ طَائِعًا الْوَيْلُ لِمَنْ كَذَبَ عَلَيْنَا وَاِنَّ قَوْمًا يَقُوْلُوْنَ فِيْنَا مَا لَا نَقُوْلُهُ فِيْ اَنْفُسِنَا نَبْرَأُ اِلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ نَبْرَأُ اِلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ۔

(رجال کشی مطبوعہ کربلا ص۱۰۰)

ترجمہ:۔

ابان بن عثمان کہتے ہیں کہ میں نے امام باقر رضی اللہ عنہ سے سنا۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ عبد اللہ بن سبا پر لعنت کرے۔ کیونکہ اس شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ربوبیت کا دعویٰ کیا تھا۔ حالانکہ خدا کی قسم! حضرت علی رضی اللہ عنہ اللہ کے فرمانبردار بندے تھے۔ جھوٹے کے لیے دوزخ۔ کچھ لوگ ہمارے بارے میں ایسی مبالغہ آمیز باتیں کرتے ہیں جو ہم نے خود اپنے متعلق نہیں کہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے ان کے بارے میں بیزاری چاہتے ہیں۔

حاصل کلام یہ ہوا کہ اگر شیعہ حضرات اللہ تعالیٰ کے خلیفہ بننے کا یہ معنی کریں۔ کہ

اس سے مراد حضرت علی ہی ہیں۔ تو ان کی یہ مراد بے جا نہیں۔ کیونکہ ایسا ان کی کتب میں موجود و مذکور ہے۔ ہاں مذہب شیعہ عبداللہ بن سبا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس روایت سے یہی مذہب ثابت ہوا۔ کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رب مانتا تھا۔ جیسا کہ اس کی مکمل تفصیل جلد اول میں گزر چکی ہے۔ اور یہی تو شرک صریح ہے جس کی معافی نہیں ہوگی۔

امام باقر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث میں اس بات کی بھی وضاحت فرما دی ہے کہ ہمارے شیعوں میں بھی ایک ایسی قوم ہے۔ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خدا مانتی یا کہتی ہے۔ چاہے وہ ہمارے ہی ہیں۔ اس غلط عقیدے کی بنا پر ہم ان پر لعنت بھیجتے ہیں۔ اور ان سے بیزاری طلب کرتے ہیں۔ یہ لعنت اور بیزاری اس لیے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کبھی بھی (معاذ اللہ) اپنے متعلق رب ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ بلکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کے متواضع انکسار پسند بندے تھے۔

احتمال ثانی:-

دوسرا احتمال یہ ہے۔ کہ ان دونوں کی خلافت یکے بعد دیگرے تھی۔ اگر ایسے ہی معاملہ تھا۔ تو پہلے کون خلیفہ تھا پھر اس کے بعد دوسرا کون تھا؟

اگر اللہ تعالیٰ کو خلیفہ اول مانا جائے۔ تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل ثابت نہیں ہوتی۔ اور اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ اول مانا جائے تو لا محالہ اللہ تعالیٰ کو .... نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ثانی ماننا پڑے گا۔

بہر صورت یہ اللہ تعالیٰ کی شان میں بہت بڑی گستاخی ہے۔ اور صریح کفر ہے۔

لہذا شیعہ حضرات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ اللہ تعالیٰ کو قرار دے کر اللہ رب العزت کی توہین کی ہے۔

گستاخی ۵:-

اللہ تعالیٰ تیس سالہ نوجوان کی طرح ہے

اصول کافی:-

مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ الْحَسَنِ عَنْ بَكْرِ بْنِ صَالِحٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدٍ الْخَزَّازِ وَ مُحَمَّدِ بْنِ الْحُسَيْنِ قَالَا دَخَلْنَا عَلَى أَبِي الْحَسَنِ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ فَحَكَيْنَا لَهُ أَنَّ مُحَمَّداً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَبَّهُ فِي صُورَةِ الشَّابِّ الْمُوَفَّقِ فِي سِنِّ أَبْنَاءِ ثَلَاثِينَ سَنَةً وَ قُلْنَا إِنَّ هِشَامَ بْنَ سَالِمٍ وَ صَاحِبَ الطَّاقِ وَ الْمِيثَمِيَّ يَقُولُونَ إِنَّهُ أَجْوَفُ إِلَى السُّرَّةِ وَ الْبَقِيَّةُ صَمَدٌ فَخَرَّ سَاجِداً لِلّٰهِ ثُمَّ قَالَ سُبْحَانَكَ مَا عَرَفُوكَ وَ لَا وَحَّدُوكَ فَمِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ وَصَفُوكَ سُبْحَانَكَ لَوْ عَرَفُوكَ لَوَصَفُوكَ بِمَا وَصَفْتَ بِهِ نَفْسَكَ سُبْحَانَكَ كَيْفَ طَاوَعَتْهُمْ أَنْفُسُهُمْ أَنْ يُشَبِّهُوكَ بِغَيْرِكَ اللّٰهُمَّ لَا أَصِفُكَ إِلَّا بِمَا وَصَفْتَ بِهِ نَفْسَكَ وَ لَا أُشَبِّهُكَ

بِحَقِّكَ أَنْتَ أَهْلٌ لِكُلِّ خَيْرٍ فَلَا تَجْعَلْنِي مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔

(۱۔ اصول کافی جلد اوّل ص۱۰۲ مطبوعہ لکھنؤ طبع قدیم)

(۲۔ اصول کافی جلد اوّل ص۱۰۱ مطبوعہ تہران طبع جدید کتاب التوحید باب النہی عن الصفۃ بغیر ما وصف بہ)

ترجمہ:-

ابراہیم بن محمد خزاز اور محمد بن الحسین کہتے ہیں۔ کہ ہم دونوں امام رضا کے پاس حاضر ہوئے۔ اور ہم نے بیان کیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی شب اللہ تعالیٰ کو ایک تیس سالہ جوان کی صورت میں دیکھا۔ اور ہم نے کہا۔ کہ ہشام بن سالم، صاحب الطاق اور میثمی یہ بھی کہتے ہیں کہ اس اللہ کا وجود ناف تک خالی تھا اور اس سے نیچے (قدموں تک) سخت اور ٹھوس تھا۔ یہ سن کر امام رضا سجدہ میں گر گئے پھر کہا۔ اللہ تو پاک ہے۔ ان لوگوں نے تجھے پہچانا۔ نہ تیری توحید جانی۔ اسی وجہ سے انہوں نے تجھے ایسی صفات سے یاد کیا۔ تو پاک ہے۔ اگر تجھے جان لیتے۔ تو تیری ایسی صفات بیان کرتے۔ جو تو نے اپنے متعلق خود بیان کی ہیں۔ تو پاک ہے۔ ان لوگوں نے کیسے گمان کیا کہ تجھے کسی دوسری چیز کے ساتھ تو مشابہت ہے۔ بیٹھے۔ اے اللہ میں تیری وہی صفات کہوں گا۔ جو تو نے اپنے متعلق خود کہی ہیں۔ اور مخلوقات میں سے کسی سے تجھے مشابہت نہ دوں گا۔ تو ہر چیز کا

مستحق ہے۔ جیسے ظالموں کی قوم یہاں سے دور کرنا۔

تنبیہ:-

اہلِ علم حضرات غور فرمائیں۔ کہ ان شیعہ لوگوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی ذات کیسی ہے۔ اور ظاہر ہی کہ ان کے گروہ ہشام بن سالم، صاحب الطاق اور میثمی تو اللہ تعالیٰ کے بارے میں انتہا کو پہنچ گئے۔ جسے تیس سالہ نوجوان ثابت کرنے کے بعد اس کا آدھا دھڑ اندر سے خالی اور بقیہ سخت و مضبوط ثابت کیا۔ تو یہ عقیدہ ایسا شرکیہ اور کفریہ عقیدہ ہے۔ کہ ہر آدمی اسے سن کر کانپ اٹھتا ہے۔ کیونکہ دیکھئے۔ جب ایسی خرافات امام رضا کے سامنے بیان ہوئیں۔ تو انہوں نے خوفِ خدا اور عذابِ خدا کے ڈر سے فوراً سجدہ کیا۔ اور اللہ کی تقدیس و تنزیہ بیان فرمائی۔ اور فرمایا ان لوگوں کو چونکہ تیری معرفت حاصل نہیں۔

اس لیے انہوں نے تیرے لیے اوصاف بیان کیے۔ جو تو نے خود اپنے لیے بیان نہیں فرمائے۔

ان لوگوں نے تجھے غیر کے مشابہ بنا دیا۔ حالانکہ تو مخلوقات میں سے کسی کے مشابہ نہیں۔ میرا ان لوگوں سے کوئی تعلق نہیں۔

حاصلِ کلام:-

یہ ہے۔ کہ شیعہ لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایک نہیں کئی گستاخانہ عقائد گھڑ لیں۔

جن کی وجہ سے ایسے عقائد کے معتقد دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

دو حضرات انبیاء کرام کی شان میں گستاخیاں

گستاخی نمبر ۱:۔

امامت و ولایت اہل بیت کو قبول نہ کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں محبوس کر دیا

حیات القلوب:۔

بسند معتبر از امیرالمومنین منقول است کہ حق تعالیٰ عرض کرد ولایت را بر اہل سماوات و زمین پس قبول کرد ہر کہ قبول کرد و انکار کرد ہر کہ انکار کرد حتی چوں با یونس عرض کرد یونس آنرا انکار نمود او را در شکم ماہی حبس کرد تا قبول کرد چنانچہ شرح قبول کرد۔

(حیاۃ القلوب جلد اول صفحہ ۵۹۵ مطبوعہ تہران
طبع جدید در بیان قصہ یونس علیہ السلام)

ترجمہ:-

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے معتبر سند کے ساتھ منقول ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے میری ولایت کو آسمانوں اور زمین والوں پر پیش کیا۔ تو جس نے قبول کرنا تھا قبول کیا۔ اور جس نے انکار کرنا تھا۔ انکار کر دیا۔ لیکن حضرت یونس علیہ السلام نے جس طرح قبول کرنا چاہیے تھا۔ قبول نہ کیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مچھلی کے پیٹ میں قید کر دیا۔ پھر انہوں نے بھی قبول کر لیا۔ جیسا کہ قبول کرنے کی شرط تھی۔

گستاخی نمبر (۱۱)

پنج تن پاک کے حسد کی وجہ سے حضرت آدم و حوا علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ نے جنت سے نکال دیا۔

پس چوں سر بالا کردند دیدند نام محمد و علی و فاطمہ و حسن و حسین و امامان بعد ایشاں و صلوات اللہ علیہم اجمعین را کہ بر ساق عرش نوشتہ بود شدند از نور خداوند جبار گفتند پروردگارا چہ بسیار گرامی اند اہل این منزلت نزد تو و چہ بسیار محبوب اند نزد تو و چہ بسیار شریف و بزرگ اند در درگاہ تو حق تعالیٰ فرمود......

ترجمہ:-

اے آدم و اے حوا نظر بحسد بسوئے ایشاں مکنید کہ حسد کہ شمارا پائیں بیفرستم از جوار خود و بر شما بیفرستم خواری خود را... پس نظر کردند بسوئے ایشاں بدیدہ حسد و بایں سبب خدا ایشاں را

بخود گذاشت وبیداری و توفیق خود از ایشاں برداشت ۔

حیات القلوب جلد اول ص۳۴۹ دربیان

ترک اولی از آدم مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ

(اللہ تعالیٰ نے جب آدم و حوا کو پیدا فرما کر جنت میں رہنے کا حکم دیا تو)
جب انہوں نے جنت میں سر اٹھا کر اوپر دیکھا تو عرش کے پائے پر
محمد، علی، فاطمہ، حسن، حسین اور ان کے بعد آنے والے آئمہ کے نام لکھے دیکھے۔
اللہ نے یہ تمام نام اپنے نور سے لکھے تھے۔ عرض کی۔ اے اللہ! ان
ناموں والے کتنے گراں قدر ہیں۔ اور تیری بارگاہ میں کس قدر محبوب
اور بزرگ ہیں۔

اللہ نے فرمایا .... اے آدم و حوا! میرے ان انوار کی
طرف حسد کی نگاہ سے نہ دیکھنا۔ ورنہ ان حضرات کے مقام سے اور اپنے
قرب سے محروم کر دوں گا۔ اور تم پر اپنی ذلت اور رسوائی اتار دوں
گا ...... پھر انہوں نے ان انوار کو بنظر حسد دیکھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان
سے اپنا قرب چھین لیا۔ اور اپنی عنایات کرم ان سے اٹھالیں۔

گستاخی نمبر ۱۱ ۔

شیعہ اصول کفر میں سے ایک اصول کفر آدم علیہ السلام میں تھا معاذ اللہ

اصول کافی سے

(بَابٌ فِيْ أُصُوْلِ الْكُفْرِ وَأَرْكَانِهِ ۔ الحسینیہ)

مُحَمَّدٌ عن احمد بن اسحاق عن بکر بن محمد عن أَبِي بَصِيرٍ قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أُصُولُ الْكُفْرِ ثَلَاثَةٌ الْحِرْصُ وَ الْاِسْتِكْبَارُ وَ الْحَسَدُ ۔ فَأَمَّا الْحِرْصُ فَاِنَّ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ حِيْنَ نُهِيَ عَنِ الشَّجَرَةِ حَمَلَهُ الْحِرْصُ عَلٰى أَنْ أَكَلَ مِنْهَا وَ أَمَّا الْاِسْتِكْبَارُ فَاِبْلِيْسُ حَيْثُ أُمِرَ بِالسُّجُوْدِ لِآدَمَ فَأَبٰى وَ أَمَّا الْحَسَدُ فَابْنَا آدَمَ حَيْثُ قَتَلَ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ ۔

(اصول کافی جلد دوم ص۲۸۹ کتاب الایمان والکفر باب فی اصول الکفر الخ مطبوعہ تہران طبع جدید ۔ ص۱۶۵ طبع قدیم ۔ (لکھنؤ)

ترجمہ:

امام جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کفر کے اصول تین ہیں۔ حرص۔ تکبر کرنا اور حسد۔ بہر حال حرص تو جب آدم علیہ السلام کو درخت سے منع کیا گیا تو حرص نے ہی انہیں اس کے کھانے پر مجبور کیا۔ تکبر کرنا تو وہ ابلیس کو جب حکم دیا گیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو۔ تو اسی مرض نے اُسے انکار پر مجبور کیا۔ اور حسد تو آدم کے دونوں بیٹوں میں سے ایک نے دوسرے کو اسی حسد کی بنا پر قتل کر دیا۔

اس کے بعد امام زین العابدین نے اس کپڑے کو بچھ جانے کا حکم دیا۔ کشتی پانی پر چل گئی۔ اور پانی برابر ہو گیا۔ انتہی۔

یعنی ان تمام انبیاء کرام کو جو مصائب درپیش آئے تھے۔ ان کا باعث ہی سبب تھا کہ انہوں نے ولایت علی اور ولایت آل علی کے ماننے میں توقف کیا۔ جب مصیبت پڑی۔ تو پھر اس کا اقرار کر کے رہائی حاصل کی۔ لہذا ان کا توقف نافرمانی پر مبنی تھا۔ جس کی سزا ان کی تخصیص بھی نہیں ہو سکتی تھی۔

گستاخی نمبر ۱۵

حضرت علی رضی اللہ عنہ تمام انبیاء کرام سے افضل ہیں

الزام نمبر ۱:

الشَّيْخُ مَا أَوْرَدَهُ الصَّدُوْقُ نَقْلًا عَنْ جَمَاعَةٍ ثِقَاتٍ قَالَ لَمَّا وَرَدَتْ حُرَّةُ بِنْتُ حَلِيْمَةَ السَّعْدِيَّةِ عَلَى الْحَجَّاجِ بْنِ يُوْسُفَ الثَّقَفِيِّ وَجَلَسَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ لَهَا أَنْتِ حُرَّةُ بِنْتُ حَلِيْمَةَ قَدْ قِيْلَ عَنْكِ إِنَّكِ تُفَضِّلِيْنَ عَلِيًّا عَلَى أَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ فَقَالَتْ لَقَدْ كَذَبَ الَّذِيْنَ قَالُوْا إِنِّيْ فَضَّلْتُهُ عَلَى هٰؤُلَاءِ خَاصَّةً قَالَ وَعَلَى مَنْ غَيْرِ هٰؤُلَاءِ قَالَتْ أُفَضِّلُهُ عَلَى آدَمَ وَنُوْحٍ

تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ وَ أَمِيْرُ
الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ قَوْلًا لَمْ يَخْتَلِفْ فِيْهِ أَحَدٌ
مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ لَوْ كُشِفَ الْغِطَاءُ مَا ازْدَدْتُ
يَقِيْنًا وَهٰذِهِ كَلِمَةٌ لَمْ يَقُلْهَا قَبْلَهُ وَ لَا
بَعْدَهُ أَحَدٌ قَالَ أَحْسَنْتِ يَا حُرَّةُ فَبِمَ تُفَضِّلِيْنَهُ
عَلٰى مُوْسٰى نَجِيِّ اللّٰهِ قَالَتْ يَقُوْلُ اللّٰهُ
عَزَّ وَجَلَّ فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ
قَالَ رَبِّ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ
وَ عَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ بَاتَ عَلٰى فِرَاشِ
رَسُوْلِ اللّٰهِ لَمْ يَخَفْ حَتّٰى أَنْزَلَ اللّٰهُ
تَعَالٰى فِيْ حَقِّهِ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِيْ
نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ قَالَ أَحْسَنْتِ
يَا حُرَّةُ۔

(انوار نعمانیہ صفحہ ۲۰ طبع ایران قدیم در
بحث احتجاج حرہ عند الحجاج فی تفضیل
علی علیہ السلام)

ترجمہ:

شیخ صدوق نے ایک ثقہ جماعت سے نقل کیا ہے۔ کہ جب حرہ
بنت حلیمہ سعدیہ حجاج بن یوسف ثقفی کے پاس آئی۔ اور اس کے سامنے
بیٹھ گئی۔ تو حجاج نے پوچھا۔ تو وہی حرہ ہے۔ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ
کو ابوبکر، عمر اور عثمان پر فضیلت دیتی ہے؟ تو کہنے لگی۔ جن لوگوں نے

میرے بارے میں صرف ان تین پر فضیلت دینے کا کہا۔ انہوں نے
جھوٹ بولا۔ حجاج نے پوچھا۔ تو ان کے علاوہ دوسروں پر بھی تو فضیلت
دی گئی ہے۔؟ کہنے لگی ہاں حضرت علی کو آدم، نوح، لوط، ابراہیم، موسیٰ
داؤد، سلیمان اور عیسیٰ بن مریم پر بھی فضیلت دی گئی ہے۔ حجاج نے کہا
تو تباہ ہو جائے۔ میں تجھ سے یہ پوچھنا چاہتا تھا۔ کہ کیا تو واقعی حضرت علی
کو صحابہ سے افضل سمجھتی ہے۔ لیکن تو نے تو حد کر دی۔ کہ سات اولوالعزم
انبیاء کے نام لے کر ان سے بھی فضیلت میں انہیں بڑھا دیا۔ جو کچھ تو نے
کہا اس کی دلیل پیش کر۔ ورنہ گردن اڑا دوں گا۔ کہنے لگی۔ میں
نے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان پر فضیلت نہیں دی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے
قرآن پاک میں اس فضیلت کا ذکر فرمایا۔ آپ دیکھتے نہیں۔ قرآن میں حضرت
آدم علیہ السلام کے متعلق وَعَصٰى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى آیا ہے۔
یعنی آدم نے اپنے رب کے حکم کے خلاف کیا۔ اور ناکام رہے
لیکن حضرت علیؓ کے متعلق ارشاد ہے وَكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا
ان کی محنت بار آور ہوئی۔ اور ان کی محنت مشکور ہے۔ حجاج نے
کہا۔

اے حرۃ! کیا خوب کہا۔ پھر پوچھا ان کو حضرت نوح و لوط
پر فضیلت کس بنا پر دی گئی ہے۔؟ کہنے لگی اللہ نے فرمایا۔
ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّ امْرَاَتَ
لُوْطٍ الخ۔

اللہ نے کفار کے لیے حضرت نوح و لوط کی بیویوں کی مثال
بیان کی۔ کہ یہ دونوں بہترین نیک بندوں کے عقد میں تھیں۔ لیکن

اپنے اپنے خاوند کے دونوں نے خیانت کی۔ اور حضرت علی کے بارے
میں ہے کہ آپ عرش کے نیچے حکومت کر ... اور آپ
کی بیوی خاتون جنت بنت رسول جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اس
پردہ پوش ہیں کہ جن کی رضا مندی سے خدا راضی اور جن کی ناراضگی سے خدا
ناراض ہوتا ہے۔ حجاج نے کہا۔ اے عزیز! تو نے کیا غضب کیا۔ ابو الانبیاء کرام کے
والد گرامی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر کیسے فضیلت دی ہے کیونکہ حضرت ابراہیم ؑ کے بارے
میں ہے۔ "وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَىٰ"
جب ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی۔ اے اللہ! مجھے دکھلا کہ تو مردے
کس طرح زندہ کرے گا۔؟ فرمایا کیا تیرا اس پر ایمان نہیں۔ عرض کی ہے۔
لیکن اطمینان قلب کی خاطر یہ سوال کیا ہے۔ اور حضرت علی مرتضیٰ نے
ایسی بات کہی۔ جس میں کسی مسلمان نے اختلاف نہ کیا۔ وہ یہ بات ہے۔
کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو دیکھنے کے لیے جو آنکھوں پر پردے ہیں۔ اگر
ان کو ہٹا دیا جائے۔ اور اللہ کا دیدار بلا حجاب نصیب کریں۔ تو بھی میرے
پہلے یقین میں کوئی زیادتی نہ ہو گی۔ یہ وہ کلمہ ہے۔ جو نہ اس سے قبل کسی
نے کہا۔ اور نہ بعد میں کسی کو کہنے کی ہمت ہو گی۔ حجاج نے جعفر تمیمی کی
اور پوچھا کہ حضرت موسیٰ پر فضیلت کیوں دیتے ہو۔ کہنے لگے۔ اللہ نے
حضرت موسیٰ کے متعلق فرمایا۔ "فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ" یعنی موسیٰ
اس شہر سے خوف زدہ ہو کر نکلے۔ اور امید لگا ... ہوئے۔ کہے عرض
کی اے میرے رب! مجھے ظالم قوم سے نجات دیجئے۔ اور حضرت
علی کی یہ شان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر شب ہجرت
سوئے۔ اور کوئی خوف نہ کیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے

اہل ایمان کے جذبات زخمی کرنے کی کوشش کی گئی۔ ایسی ہی خرافات کے بارے میں ایک آیت قرآن سے بیان فرمائی۔

وَضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا کَلِمَۃً خَبِیْثَۃً کَشَجَرَۃٍ

خَبِیْثَۃِ ٱجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا

مِنْ قَرَارٍ

فصل سوم

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں گستاخیاں

تمام امت کا یہ متفقہ مسئلہ ہے۔ کہ اللہ کا پیغمبر جھوٹ نہیں بولتا۔ البتہ یہ ممکن ہے۔ کہ بوقت ضرورت اللہ کا نبی ایسا کلام بولے۔ جو ذو معنیین ہو۔ تو ایسا جائز ہے۔ اور اسی کو توریہ کہتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب مصر کے ظالم حکمران نے پوچھا کہ تمہارے ساتھ یہ عورت کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا یہ میری بہن ہے۔ اور بہن کا دو معنوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ نسبی بہن اور دینی بہن۔ نسبی بہن کا مفہوم واضح ہے اسے سب جانتے ہیں۔ اور ایمانی بہن بھائی کا استعمال بھی ہر زبان میں ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ انما المومنون اخوۃ۔ تمام مومن بھائی بھائی ہیں۔ حالانکہ مومنین میں باپ۔ بیٹا اور چچا سب داخل ہیں۔

لیکن اس قسم کو جھوٹ نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ توریہ کا نام دیں گے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں یہی کہا جائے گا کہ آپ نے جھوٹ نہیں بولا۔ بلکہ ایسا لفظ کہا جس کے دو معنی بنتے تھے۔ آپ نے اس سے ایک کی نیت کی۔ اور مخاطب دوسرے معنی کو لیتا رہا۔

دیگر غیر عادت کی طرح ملا ابوبصیر نے غلطی کہاں کی۔ قرآن پاک میں اس مقام کے مناسب جو
الفاظ ذکر ہیں۔ وہ یہ ہیں۔

فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسَارِقُوْنَ ۔ یعنی کسی پکارنے
والے نے پکار کر کہا۔ اے قافلہ والو تم یقیناً چور ہو۔ یہ اذان دینے والا یوسف کو چور کہنے
والا کوئی دوسرا آدمی تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں نہیں کہا تھا۔ تم یقیناً چور
ہو۔ لیکن شیعہ حضرات نے حضرت امام جعفر صادق کی طرف یہ بات منسوب کر دی کہ
یوسف علیہ السلام نے ایسا کہا ہے۔ اور یہ ازراہ تقیہ کے طور پر کہا۔
ہر ذی عقل سرسری نظر سے دیکھ کر یہی فیصلہ کر سکتا ہے۔ کہ جو چور نہ ہوں انہیں چور
کہنا جھوٹ بولنا ہے۔ لہٰذا اس جھوٹ کو تقیہ سے تعبیر کرنے کا مقصد یہ ہوا کہ تقیہ
اور جھوٹ کا ہم معنی الفاظ ہیں۔ اب ہم کتب شیعہ سے یہ ثابت کرتے ہیں۔
کہ ان لوگوں کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں عقیدہ ہے کہ آپ بھی تقیہ
کرتے تھے۔ یعنی دوسرے الفاظ میں جھوٹ بولتے تھے۔ (معاذ اللہ)

گستاخی نمبر۱۱

تمام ائمہ اور نبی علیہ السلام جھوٹ بولتے رہتے تھے

ارشاد العوام:-

گمان نکنی کہ ائمہ سابقہ علیہم السلام در این عالم جہد و لایت قائم بودند و
اسرار ولایت را آشکار کردہ باشد بلکہ جمیع شرائع کہ بیان کردند

مشہور بتقیہ بودند۔ و این امر نزد فقہائے اہل بیت سلام اللہ علیہم بدیہی
است۔ کہ تقیہ ایشاں بسر حد اعلیٰ بود حتیٰ آنکہ بسا بود روزہ را از راہ تقیہ
بخوردند و نماز را ہمراہی ایشاں میکردند و احکام را برحسب دلخواہ
مخالفان تغیر میدادند۔ و با حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم۔ مذہب سنیان و
بعضے از علمائے ما است کہ تقیہ نمیکردند۔ و مذہب حق ما این است کہ تقیہ
میفرمودند باشد تقیہ۔

(ارشاد العوام جلد سوم مطبوعہ ایران ؛
طبع ۱۳۴۲ھ صفحہ ۲۱۱)

ترجمہ:-

تو یہ گویا یہ کہ ائمہ سابقین اس جہان میں زیر ولایت سے تائب تھے۔
اور روایت کے اصول کو ظاہر کر دیا۔ حاشا و کلا بلکہ تمام مشہور تقیں انہوں
نے جو بیان کیں۔ تقیہ سے بھری پڑی تھیں۔ اور اہل بیت کے فقہاء کے
نزدیک یہ بات بدیہی ہے۔ کہ ان ائمہ سابقین کا تقیہ اعلیٰ درجہ کا تھا
حتیٰ کہ بسا اوقات روزہ بوجہ تقیہ توڑ دیتے تھے۔ اور سنیوں کے ساتھ
نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ اور احکام شریعت کو مخالفین کی خواہش کے
مطابق تبدیل کر دیا کرتے تھے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں
اہل سنت اور ہمارے بعض علماء کا مذہب یہ ہے۔ کہ آپ تقیہ نہیں
کرتے تھے اور مذہب حق یہ ہے۔ کہ آپ نہایت سخت تقیہ
کرتے تھے۔

گستاخی نمبر(۲)

شیعہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مساوی ظاہر کرنے کے لیے ایسی ایسی تفسیرات وضع کیں جو صراحتاً کفر ہوتی ہیں۔ چنانچہ تفسیر قمی میں اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِيٓ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا کے تحت لکھا ہے

تفسیر قمی:-

قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنِ النَّضْرِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنِ الْمُعَلَّى بْنِ خُنَيْسٍ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ هٰذَا الْمَثَلَ ضَرَبَهُ اللّٰهُ لِاَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ فَالْبَعُوْضَةُ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ فَمَا فَوْقَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ

(تفسیر قمی ص۳۵ سورہ بقرہ مطبوعہ ایران
طبع قدیم)

ترجمہ:-

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے معلی بن خنیس یوں روایت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اِنَّ ... يَضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا
جو فرمایا یہ مثال دراصل حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ہے وہ اس طرح کہ مچھر
سے امیرالمومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں اور فما فوقہا (مچھر سے بڑی
ذلیل) سے مراد معاذ اللہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔
اہل انصاف غور فرمائیں کہ اس تشبیہ و مثال کو حضرت علی اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

پر غور کریں کہ کس قدر گستاخانہ حرکت ہے۔ اور اس طرح ان دونوں حضرات کی کس قدر توہین کی گئی۔ علاوہ ازیں اس مثال کو حضرت علی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال قرار دینا ان کی اپنی اختراع ہے۔ کیونکہ ان کا عقیدہ یہ ہے۔ کہ قرآن کی جزئیات کے ان سے مراد ائمہ اہل بیت ہیں۔ چاہے اس میں ان کا نام نہ آئے۔ بہرحال غور کیجئے۔ دیکھئے اس مثال میں کم عقلوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مچھر بنا دیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مچھر سے بھی ذلیل کہا۔ (معاذ اللہ۔ استغفر اللہ)

تف ہے تمہاری عقل و دانش پر۔ دعویٰ اہل بیت سے محبت کا۔ اور گستاخی اس قدر کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مچھر بنا کر رکھ دیا۔ اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو (معاذ اللہ) اس سے بھی زیادہ ذلیل مخلوق بنا دیا۔ نقل کفر کفر نباشد۔

(أَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَشِيدٌ)

گستاخی نمبر ۱۳

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں سے چلتے کتے ہیں

(معاذ اللہ)

انوار نعمانیہ:۔

القريبة قالوا قدمنا بعلي أشبه من الغراب بالغراب والذباب بالذباب فقبحة المخبرين

إِلَىٰ عَلِيٍّ فَغَلِطَ جِبْرَائِيلُ فِي تَبْلِيغِ الرِّسَالَةِ مِنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَىٰ مُحَمَّدٍ۔

(۱)۔ انوار نعمانیہ جلد دوم ص۲۳۷ طبع جدید
طبع قدیم ص۱۹۹ بیان اختلاف الناس
و تفرقہم فی الادیان من باب التفرقہ
(۲)۔ تذکرۃ الائمہ ص۶۲ طبع جدید

ترجمہ:
غرابیہ نے کہا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مشابہت ایسی تھی جیسے کوے کی کوے کے ساتھ اور مکھی کی مکھی کے ساتھ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جبرائیل کو جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا تو جبرائیل غلطی سے بجائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تبلیغ رسالت کے لیے چلے گئے (یعنی باہمی مشابہت کی بنا پر دونوں میں فرق نہ کیا۔ آئے دراصل حضرت علی کے پاس تھے۔ لیکن غلطی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے گئے۔)

تبلیغ رسالت میں جبرائیل غلطی کھا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بجائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آگئے

شیعہ لوگوں میں ایک فرقہ "غرابیہ" کہلاتا ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آپس میں انتہائی مشابہت

تھی۔ ایسی مشابہت جو کوّے کو کوّے کے ساتھ اور مکھی کو مکھی کے ساتھ بھی نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ اور اس قدر شدید مشابہت کی وجہ سے جبرائیل بھی دھوکہ کھا جایا کرتے تھے۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آنے کا ارادہ کرتے لیکن غلطی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے جاتے تھے۔ اور بجائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے لاتے۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیتے تھے۔

حاصل کلام:

اس کا خلاصہ یہ ہوا کہ رسول در اصل حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ اور جبرائیل امین وحی بھی انہی کی طرف لے کر آتے تھے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان کمال مشابہت کی بنا پر یہی معاملہ الٹ ہو جاتا تھا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا پیغام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا دیتے۔

(معاذ اللہ ھذا بہتان عظیم)

ذی عقل آدمی سمجھتا ہے۔ کہ ان تشبیہات سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کس قدر گستاخی کی گئی یعنی انہیں کوّے اور مکھی جیسا بنا دیا گیا۔ (شرم تم کو مگر نہیں آتی۔)

دو لطیفے

۱۔ ہمارے ہاں ایک مشہور واقعہ ہے۔ کہ ایک میراثی کے پیر صاحب میراثی کے گھر تشریف لائے۔ اتفاق کی بات یہ تھی کہ میراثی اس وقت گھر پر نہ تھا کہیں باہر ڈیرے پر تھا۔ اس کے لڑکے نے جا کر اطلاع دی کہ گھر پیر صاحب تشریف لائے ہیں۔ میراثی قدم بوسی کے لیے گھر آیا۔ اور باہر کھڑے کھڑے آواز دی۔

پیر صاحب کہاں ہیں؟ بیٹے نے کہا، "یہ فلاں ٹھوک بیٹھا ہے تمہیں نظر نہیں آرہا۔"
بیٹے کی یہ حرکت دیکھ کر اس کی ماں بولی۔ "بیٹا۔

پیر دا ادب کری دا اے۔ پیر پیاؤں "کتورے" کہندے او بچہ اچھلدے

پیر کا ادب کرنا چاہیئے چاہے چھوٹے کتورا کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔

۲۔ ایک مرتبہ ایک دیہاتی (جنگلی) اپنے پیر صاحب کے آستانے پر حاضر ہوا اور سلام عرض کیا، بیٹھا۔ پیر صاحب نے پوچھا۔ سناؤ کیا حال چال ہے۔ دیہاتی کہنے لگا۔ سب کچھ آپ کی دعا کا صدقہ ہے۔ صرف ایک تکلیف ہے۔ اس کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ پوچھا کونسی تکلیف ہے۔ عرض کی حضور رات کے وقت جب بکریوں کو باڑے میں باندھتا ہوں تو ہر رات بھیڑیا آتا ہے۔ اور ایک آدھی بکری یا اس کا بچہ اٹھا کر بھاگ جاتا ہے۔ آپ سے دعا کرانے آیا ہوں۔ پیر صاحب نے فرمایا۔ دیکھو اس تکلیف کو دور کرنے کے لیے کوئی پولی دکھ کی ایک قسم پال لو تکلیف دور ہو جائے گی۔ دیہاتی نے ہاتھ جوڑے اور کہا

"واہ مٹھا پیرا تیری گلیں میٹھا بولی دی تیں"

ان دونوں لطیفوں کے ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح ان دونوں مریدوں نے اپنے خیال کے مطابق اپنے پیر کی تعظیم میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ اسی طرح یہ شیعہ راگ الاپتے ہیں۔ محبت کا اور برتاؤ ان کا دشمنوں کا سا ہے۔

گستاخی نمبر ۴۲

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دو دو، دیکھنے والا بھینگا ہے۔

شعر

یا علی تم اور نبی تو ایک تھے
چشم احول میں مگر دو ہو گئے

(تہذیب المتین فی تاریخ امیر المؤمنین
جلد اول ص ۱۹۳ مطبوعہ دریا گنج۔ دہلی ۱)

ایک متعصبانہ فقرہ:-

کتاب تہذیب المتین کے مصنف نے اس شعر میں ایک تیر سے دو شکار کئے۔ ایک تو اپنا عقیدہ بیان کیا۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی ہیں۔ دو نہیں۔ دوسرے یہ کہ جن لوگوں (اہل سنت) کو دو نظر آتے ہیں۔ یہ ان کی نظر کا قصور ہے۔ کیونکہ وہ بھینگے ہیں۔ اور بھینگا شخص ایک چیز کو دو چیزیں دیکھتا سمجھتا ہے۔ گویا در منظر بینی ہے اسکے دیے اتفاقیہ یہ اقرار کیا ہے۔ کہ اہل سنت کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو الگ الگ اور دو مختلف مراتب پر فائز شخصیتیں ہیں۔ اور حقیقت بھی یہی ہے۔ اگرچہ شیعہ لوگ مرتبہ کے اعتبار سے حضرت علی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی افضل مانتے ہیں۔ اگر افضل نہ مانیں تو کم از کم برابر

ضرور کہتے ہیں۔

(۱) علامہ یعقوب کلینی رازی نے اصول کافی میں لکھا ہے۔ یہ کتاب امام غائب کی مصدقہ ہے۔

حضرت علی فضیلت میں نبی علیہ السلام کے برابر ہیں۔

اصول کافی :۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ يَا سُلَيْمَانُ مَا جَاءَ عَنْ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُؤْخَذُ بِهٖ وَمَا نَهٰى عَنْهُ يَنْتَهٰى عَنْهُ جَرٰى لَهٗ مِنَ الْفَضْلِ مَا جَرٰى لِرَسُوْلِ اللّٰهِ

(اصول کافی مطبوعہ نولکشور ص ۱۱۸)

(اصول کافی جلد اول ص ۱۹۷ کتاب الحجۃ باب ان الائمۃ هم ارکان الارض)

ترجمہ :۔

امام صادق نے فرمایا۔ اے سلیمان! جو امیرالمومنین حکم دیں اسے مانو اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو۔ علی کو وہی فضیلت حاصل ہے جو رسول کو ہے۔

گستاخی ۵:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تین چیزیں وہ عطا ہوئیں۔ جو رسول اللہ کو نہیں

انوار نعمانیہ:

وَقَدْ رَوَى الصَّدُوقُ طَابَ ثَرَاهُ عَنِ النَّبِيِّ قَالَ أُعْطِيتُ ثَلَاثًا وَعَلِيٌّ مُشَارِكِي فِيهَا وَأُعْطِيَ عَلِيٌّ ثَلَاثًا وَلَمْ أُشَارِكْهُ فِيهَا فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا الثَّلَاثُ الَّتِي شَارَكَكَ عَلِيٌّ قَالَ لِوَاءُ الْحَمْدِ لِي وَعَلِيٌّ حَامِلُهُ وَالْكَوْثَرُ لِي وَعَلِيٌّ سَاقِيهِ وَالْجَنَّةُ وَالنَّارُ لِي وَعَلِيٌّ قَسِيمُهُمَا وَأَمَّا الثَّلَاثُ الَّتِي أُعْطِيَ عَلِيٌّ وَلَمْ أُشَارِكْهُ فِيهَا فَإِنَّهُ أُعْطِيَ شُجَاعَةً وَلَمْ أُعْطَ مِثْلَهُ وَأُعْطِيَ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءَ زَوْجَةً وَلَمْ أُعْطَ مِثْلَهَا وَأُعْطِيَ وَلَدَيْهِ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ وَلَمْ أُعْطَ مِثْلَهُمَا.

(۱) انوار نعمانیہ جلد اول ص۵۱ نور نبوی مطبوعہ تبریز طبع جدید۔ نور نعمانیہ مطبوعہ ایران ص۔ فی مظالم حیدر کل علیہ السلام طبع قدیم۔

(۲) امالی طوسی جلد اول ص۳۵۳ الجزء الثانی عشر مطبوعہ قم۔

(۳) مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ ص۱۶۲ فی مساواتہ مع النبی علیہ السلام مطبوعہ قم طبع جدید۔

ترجمہ:

شیخ صدوق نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا مجھے
تین چیزیں دی گئیں۔ اور ان میں علی میرے ساتھ شریک ہے۔ اور علی
کو تین چیزیں اور دی گئیں جن میں میں شریک نہیں ہوں۔ عرض کیا گیا۔
یا رسول اللہ! وہ تین چیزیں کیا ہیں۔ جن میں حضرت علی آپ کے ساتھ شریک
ہیں۔ فرمایا۔ ایک لوائے حمد مجھے دی گئی۔ اور علی اس کے اٹھانے والا ہے
دوسرا کوثر مجھے عطا ہوئی۔ اور علی اس کا ساقی ہے۔ تیسرا جنت و دوزخ
مجھے دی گئی۔ اور علی ان کا قاسم (تقسیم کرنے والا) ہے۔ اور وہ تین
چیزیں جو علی کو دی گئیں لیکن ان میں میں بھی شریک نہیں۔ پہلی یہ کہ علی کو
شجاعت دی گئی جیسی مجھے بھی نہیں ملی۔ دوسری علی کو فاطمۃ الزہرا بیوی
ملی۔ اس جیسی مجھے بیوی نہ ملی۔ تیسری علی کے دو فرزند حسن و حسین ہیں۔ مجھے
ان دونوں جیسے بیٹے نہیں ملے۔

توضیح

اس روایت میں شیخ صدوق نے یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر تو ہیں۔ بلکہ درجات و منازل میں آپ سے افضل ہیں
اس روایت میں شیخ صدوق نے دو دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی۔
ایک تو یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ سے تین وجہ افضل ہیں حضرت علی
رضی اللہ عنہ کو بھی نبی آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی تو ہیں۔ امتی کو نبی سے
افضل قرار دینا توہین نبی ہے۔ کیا یہ کفر نہ ہوگا۔
دوسری بات یہ کہ اس روایت میں شیخ صدوق نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی طرف یہ نسبت کی کہ آپ نے فرمایا۔ جیسی بیوی (فاطمۃ الزہرا) علی کو ملی۔ مجھے نہیں ملی۔ ان الفاظ میں اس شیعہ ملاں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی گستاخی کرتے ہوئے گویا۔

آپ پر بے شرمی کا الزام لگایا۔ کیونکہ کوئی باغیرت شرم و حیا والا انسان ایسے الفاظ نہیں کہہ سکتا۔ کہ جیسی بیوی (یعنی میری بیٹی) تم کو ملی ویسے مجھے نہیں مل سکی۔ گویا میری بیٹی تیری زوجیت میں ہے۔ میری زوجیت میں نہیں۔

(معاذ اللہ استغفر اللہ)

گستاخی ۶:-

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ڈرایا

احتجاج طبرسی:-

فَلَمَّا وَقَفَ بِالْمَوْقِفِ أَتَاهُ جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
عَنِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ اللهَ
عَزَّ وَجَلَّ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَ يَقُوْلُ لَكَ إِنَّهُ
قَدْ دَنَا أَجَلُكَ وَ مُدَّتُكَ .... فَأَقِمْ
يَا مُحَمَّدُ عَلِيًّا عَلَمًا وَ خُذْ عَلَيْهِمُ الْبَيْعَةَ
وَ جَدِّدْ عَهْدِيْ وَ مِيْثَاقِيْ لَهُمُ الَّذِيْ
وَاثَقْتُهُمْ عَلَيْهِ فَإِنِّيْ قَابِضُكَ إِلَيَّ وَ
مُسْتَقْدِمُكَ عَلَيَّ فَخَشِيَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى
اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مِنْ قَوْمِهِ وَ أَهْلِ

الميثاق و الميثاق أن يتفرقوا و يرجعوا إلى جاهليتهم
لما عرفت من عداوتهم و لما ينطوي عليه
أنفسهم لعلي من العداوة و البغضاء و سأل
جبرائيل أن يسأل ربه العصمة من الناس
و انتظر أن يأتيه جبرئيل بالعصمة من
الناس عن الله عز و جل اسمه فأخر
ذلك إلى أن بلغ مسجد الخيف فأتاه
جبرائيل عليه السلام في مسجد الخيف
فأمره بأن يعهد عهده و يقيم عليا علما
للناس يهتدون به و لم يأته بالعصمة
من الله عز و جل بالذي أراد حتى بلغ
كراع الغميم بين مكة و المدينة فأتاه جبرائيل
و أمره بالذي أتاه فيه من قبل الله و لم
يأته بالعصمة فقال يا جبرئيل إني أخشى
قومي أن يكذبوني و لا يقبلوا قولي
في علي عليه السلام فسأل جبرئيل كما
سأل بنزول آية العصمة فأخره ذلك
فرحل فلما بلغ غدير خم قبل الجحفة بثلاثة
أميال أتاه جبرئيل عليه السلام على خمس
ساعات مضت من النهار بالزجر و
الانتهار و العصمة من الناس فقال

يَا مُحَمَّدُ وَ إِنَّ اللّٰهَ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَ يَقُولُ لَكَ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ، وَ إِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ.

(۱۔ احتجاج طبرسی جلد اول ص۷۶
حدیث الغدیر طبع جدید مطبوعہ قم۔
طبع قدیم ص۳۳)
(۲۔ جامع الاخبار ص۱۱ فصل خامس،
فضائل امیر المومنین مطبوعہ نجف اشرف
(۳۔ تفسیر صافی جلد اول ص۴۶۷ مطبوعہ
تہران طبع جدید زیر آیت یا ایہا الرسول)

ترجمہ:

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم (حج کے دوران) موقف میں تھے۔ اللہ رب العزت کی طرف سے جبرئیل نے آکر سلام عرض کیا۔ اور کہا۔ کہ آپ کی مدت حیات ختم ہو چکی ہے .... پس علی کو بلند جگہ کھڑا کر کے لوگوں سے ان کے حق کی بیعت لے لیں۔ اور وعدہ و عہد لیں۔ جو آپ نے لوگوں سے بیعت لینے کا مجھ سے کہا ہے کیونکہ میں آپ کو دنیا سے اٹھا کر اپنی طرف لانے والا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین اور دوسرے بدبختوں کا ڈر تھا کہ یہ لوگ پیچھے جاہلیت کی طرف پلٹ جائیں۔ اور تفرقہ کا شکار ہو جائیں۔ کیونکہ آپ ان کی عداوت سے واقف تھے۔ اور حضرت علی

کے درمیان کا تفرقہ بالکل عیاں تھا۔ آپ نے جبرئیل سے کہا کہ
اللہ تعالیٰ سے میری حفاظت کے بارے میں سوال کریں کہ وہ لوگوں سے
میری حفاظت و عصمت کا ذمہ لے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عصمت و حفاظت
کا حکم آنے کے منتظر تھے لیکن مسجد خیف تک جبرئیل نہ آئے۔ جب
مسجد خیف میں پہنچے تو جبرئیل آئے۔ اور وہی وعدہ پورا کرنے کا حکم دیا
اور حضرت علی کو کسی اور جگہ مقام پر کھڑا کر کے لوگوں کو ان سے ہدایت لینے
کا پیغام کر لائے۔ لیکن آپ کو عصمت و حفاظت پھر نہ ملی یہاں تک کر
حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ اور مدینہ کے درمیان کراع الغمیم پہنچے۔ وہاں
بھی جبرئیل وہی سابقہ پیغام ہی لائے۔ حفاظت کا کوئی ذکر نہ تھا۔ آپ
نے جبرئیل سے کہا مجھے خوف ہے کہ حضرت علی کے بارے میں جو
بات تم نے پہنچائی۔ لوگ اسے قبول نہ کریں گے۔ اور اس میں مجھے جھٹلائیں
گے پھر جبرئیل سے عصمت کے بارے میں پوچھا۔ اس معاملہ کو پھر مؤخر
کر دیا گیا۔ حتیٰ کہ آپ غدیر خم پر پہنچے۔ جو جحفہ سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر
ہے۔ آپ کے پاس جبرئیل آئے۔ جبکہ دن گرم تر تھا۔ زوال تھا۔ نبی پاک کو ڈانٹ
پلائی۔ اور لوگوں سے حفاظت کا پیغام بھی لائے۔ کہا۔ اے محمد! اللہ تعالیٰ
سلام کے بعد کہتا ہے۔ یا ایہا الرسول بلغ الآیۃ " اے رسول!
جو کچھ آپ کی طرف نازل کیا گیا۔ اس کی تبلیغ فرما دیں۔ اگر آپ نے نہ کیا تو گویا
کہ اللہ کی رسالت کی تبلیغ ہی تم نے نہیں کی اور اللہ آپ کو لوگوں سے حفاظت
میں رکھے گا۔

گستاخی نمبر ۶۱:-

اللہ تعالیٰ نے ایک سو بیس مرتبہ آپ کو آسمانوں پہ بلا کر سب سے زیادہ تاکید ولایت علیؓ کی کی

حیات القلوب:-

ابن بابویہ وصفار و دیگراں بسند معتبر از حضرت صادق علیہ السلام روایت کردہ اند کہ حق تعالیٰ رسول صلی اللہ علیہ وسلم را صد و بست مرتبہ بآسمان برد و در ہر مرتبہ آنحضرت را در باب ولایت و امامت امیر المومنین و سائر آئمہ طاہرین صلوات اللہ علیہم اجمعین زیادہ برسائر فرائض تاکید و مبالغہ نمود۔

حیات القلوب جلد دوم ص۳۰۵ باب بست و چہارم در معراج آنحضرت۔

ترجمہ:-

ابن بابویہ اور صفار وغیرہ معتبر سند کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ایک سو بیس مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں پہ بلایا۔ اور ہر مرتبہ آپ کو ولایت و امامت علی اور دوسرے ائمہ طاہرین کی امامت کے بارے اتنی تاکید اور مبالغہ فرمایا۔ جتنا دیگر فرائض میں تاکید و مبالغہ نہ کیا گیا۔

تنبیہ:-

پچھلی دو گستاخیوں (۵۹ سے ۶۰) کی عبارات پڑھ کر کوئی بھی منصف مزاج یہ

بات تسلیم نہیں کر سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک حکم کی تبلیغ کا ارشاد
فرمایا۔ تو آپ نے اس شرط پر تبلیغ کی ذمہ داری اٹھانا چاہی کہ لوگوں سے حفاظت کا کوئی
بندوبست ہو۔ اللہ تعالیٰ میری حفاظت کا ذمہ لیں۔ تو پھر اس حکم کی تبلیغ ہو سکتی ہے۔
ورنہ نہیں یہ بات کس قدر بعید از عقل ہے کہ جب نبی پاک علیہ السلام کے ساتھ کوئی ایک مددگار
نہ تھا آپ نے صفا پہاڑی پر کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی توحید اور اپنی رسالت کا اعلان
کیا اور آپ کو کسی سے خوف نہ آیا مگر جب آپ کے ساتھ لاکھ سے بھی زیادہ جانثاروں
کی تعداد موجود تھی اس وقت آپ نے دو تین آدمیوں کی مخالفت کے خوف سے کیسے
اللہ تعالیٰ کے حکم سے روگردانی کی۔ معاذ اللہ اور پھر ایک دو تین مرتبہ وحی آنے
تک رہا۔ تیسری مرتبہ ڈانٹ ڈپٹ بھی آئی۔ اور خطرہ حفاظت کا ذمہ بھی اللہ تعالیٰ نے لیا۔ تو
پھر آپ نے ولایت علی کا اعلان کیا۔ معاذ اللہ کیا اللہ کے رسول امور میں اللہ کے ایسے ہی ہوتے
اگر رسول ہی روگردانی کریں تو امور میں اللہ کیسے ہوں گے۔ غضب کی بات ہے۔ کہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم سے خلافت و امامت اور ولایت علی کا ذکر خاص کرنے کے متعلق ایک سو بیس مرتبہ معراج
پر بلا کر اللہ نے سخت وعدہ لیا۔ اور اس معاملہ میں انتہائی تاکید کی۔ کہ کسی دوسرے فرض کی
اتنی تاکید نہیں کی گئی۔ لیکن ابوبکر و عمر کے ڈر سے آپ نے اس حکم کا اعلان اس وقت تک
نہ کیا جب تک حفاظت کا مستقل عہد نہ ہوا۔ اور وہ بھی پھر ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ۔
کہاں رسالت کا منصب اور کہاں ولایت علی کے بارے میں آپ کو سخت گرفت۔
حاصل کلام یہ ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مرتبہ اور مقام اہل تشیع کے نزدیک
اس قدر بلند و بالا ہے۔ کہ اس کے مقابلہ میں منصب رسالت کی نفی ہو جائے۔ تو پرواہ
نہیں۔ لیکن ولایت و امامت علی میں ذرہ برابر فرق نہیں آنا چاہیے۔ اس سے صاف
ثابت ہوا کہ نبی علیہ السلام کی جو کچھ قدر و منزلت ہے یہ سب کچھ حضرت علی کے طفیل
ہے۔ معاذ اللہ اس بیہودہ ہر ذی عقل آدمی بشرطیکہ غور و فکر کرے تو فوراً فیصلہ کرے گا کہ

یہ سب کچھ ان کی خانہ ساز باتیں اور اختراعی افسانہ جات ہیں۔ جن کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اگر واقعی ان کی کوئی حقیقت ہوتی۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں ابوبکر صدیق کو اپنے آخری ایام میں امام نہ بناتے۔
(فاعتبروا یا اولی الابصار)

گستاخی نمبر (۸):

شرک اور علی رضی اللہ عنہ کی ولایت کے ساتھ کسی اور کی شرکت دونوں برابر جرم ہیں

تفسیر قمی:-

حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ اَحْمَدَ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيْمِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْفُضَيْلِ عَنْ اَبِيْ حَمْزَةَ عَنْ اَبِيْ جَعْفَرٍ قَالَ سَاَلْتُهُ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ لِنَبِيِّهٖ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ. قَالَ تَفْسِيْرُهَا لَئِنْ اَمَرْتَ بِوَلَايَةِ اَحَدٍ مَعَ وَلَايَةِ عَلِيٍّ مِنْ بَعْدِكَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ.

(تفسیر قمی صفحہ ۵۹ مطبوعہ ایران سورہ

زمر پارہ نمبر ۲۴)

ترجمہ:

ابو حمزہ امام باقر سے روایت کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں نے امام باقر رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر پوچھی "لئن اشرکت لیحبطن عملک" اے پیغمبر اگر آپ نے شرک کیا۔ تو آپ کے سب عمل ضائع ہو جائیں گے۔ اور آپ نقصان پانے والے ہو جائیں گے۔ تو ابو حمزہ کو امام باقر نے کہا۔ اس کی تفسیر یہ ہے کہ اے پیغمبر اگر آپ نے حضرت علی کی ولایت کے سوا کسی اور کی ولایت کا حکم دیا۔ تو تمہارے تمام اعمال ضبط کر لیے جائیں گے اور تم خسارہ پانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

العیاذ باللہ

تنبیہ:

قارئین کرام خود غور فرمائیں کہ اہل تشیع کے ہاں مسئلہ امامت و ولایت کا کیا مقام ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ان کے نزدیک مرتبہ امامت نے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرتبہ کو نہ پہنچ سکے۔ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تھا۔ کیونکہ ابھی ایسی تیسری حضرات کے وہ قول گزرے ہیں۔ کہ اگر تو نے اسے رسول اللہ تعالیٰ کا پیغام جو ولایت و امامت علی کے بارے میں ہے۔ اس کی تبلیغ نہ کی۔ تو گویا تو نے کسی حکم کی تبلیغ ہی نہ کی۔ اور رسالت کا فریضہ ہی۔ نہ نباہ دیا اور دوسرا یہ کہ اگر تو نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت میں بیچ میں کسی کو شریک بنا یا۔ یا کسی اور کی ولایت کا اعلان کر دیا۔ تو اس جرم کی پاداش میں

کیا تیرے سب اعمال ضائع کر دیئے جائیں گے۔ اور سراسر نقصان اٹھائے گا۔ قرآن وہ
باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا دارومدار بھی، روایت،
وامامت علی رضی پر موقوف ہے۔ بلکہ ان کا عقیدہ ہے کہ مشکل کے وقت حضرت علی نبی علیہ السلام
کو کفار سے بچاتے رہے۔

حلیۃ الابرار:-

قال نعم فیکم احد وقی رسول اللہ علیہ السلام بنفسہ
ووقیہ کید المشرکین۔

حلیۃ الابرار جلد ۲ صفحہ ۱۱۳ باب ۱۲۳ احتجاجہ
علی اہل الشوریٰ طبع قم۔

ترجمہ:-

حضرت علی نے فرمایا کیا کوئی ایسا ہے کہ جس نے رسول اللہ علیہ السلام کو
مشرکین سے بچایا۔ (میرے سوا)

شیعہ حضرات کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اعمال ضائع ہو گئے (معاذ اللہ)

ہم نے گزشتہ صفحات میں ان کی عبارت نقل کی ہے۔ اگر اس کو ذہن میں رکھ کر
سورۃ زمر کی تفسیر شیعی .... پڑھی جائے اور دونوں کو ملا کر
مفہوم نکالا جائے تو نتیجہ بالکل صاف نظر آئے گا۔ سورۃ زمر کی تفسیر شیعی
کی عبارت ملاحظہ ہو۔

تفسیر قمی :-

قَالَ إِنَّ اَبَا بَكْرٍ يَلِي الْخِلَافَةَ مِنْ بَعْدِي ثُمَّ مِنْ بَعْدِهِ اَبُوكِ
فَقَالَتْ مَنْ اَخْبَرَكَ بِهٰذَا قَالَ اللّٰهُ اَخْبَرَنِي -

(تفسیر قمی سورۃ تحریم صفحہ ۳۵۴ ، تفسیر صافی ،
جلد دوم صفحہ ۷۱۶ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ :-

آپ نے فرمایا کہ میرے بعد خلیفہ ابوبکر صدیق ہوں گے۔ اور اس کے بعد تیرا باپ۔ یہ گفتگو آپ نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے کی تھی۔ تو ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا۔ آپ کو اس کی کس نے خبر دی ہے فرمایا اللہ نے۔

"تفسیر قمی" کی گزشتہ حدیث میں جو عبارت تھی وہ یہ کہ اگر تم نے اپنے بعد کسی اور کی ولایت و امامت کا اعلان کیا۔ تو آپ کے تمام اعمال ضبط ہو جائیں گے۔ اور یہاں (سورہ تحریم) کیا اس بات کا صاف صاف اعلان فرما دیا۔ کہ میرے بعد علی رضی اللہ عنہ نہیں بلکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پھر ان کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے۔ گویا جس بات سے منع کیا گیا وہی کر دکھائی۔ تو لامحالہ اس جرم کی سزا بھی ہو گی۔ اور وہ سزا یہی تھی۔ کہ آپ کے تمام اعمال ضبط ہو جائیں گے۔ تو نتیجہ یہی نکلا۔ کہ چونکہ حضور علیہ السلام نے اللہ کے حکم کی مخالفت کرتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کی بجائے ابوبکر صدیق کی خلافت کا اعلان فرما دیا۔ لہٰذا آپ کے سارے اعمال ضبط ہو گئے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) یہ تھی اہمیت ولایت علی کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اعمال سے بڑھ گئی۔ ہیں

بہ ایں عقل و دانش بباید گریست۔

حاصل کلام یہ ہے :

کہ شیعہ حضرات غلط بیانی اور من گھڑت غلط تاویلات کا سہارا لیتے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت ثابت کرنے بیٹھتے ہیں۔ تو یہی سوچا [illegible] کرتے ہیں کہ لئن اشرکت لیحبطن عملک سے اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت و خلافت بلافصل ثابت کرتے ہیں۔ تو اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال ضائع ہونا تو یقیناً ثابت ہو گا۔ اور پھر اس سے اپنی بے دینی اور بے ایمانی کا ثبوت مہیا کر دیں گے۔ اور پھر خلافت و امامت کے لیے تصور ہی باقی نہ رہے گا۔ قرآن پاک کی ایسی تحریفات اور حضرات انبیاء کرام کی ایسی گستاخیوں کے ذریعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت ثابت کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے۔ کہ جب جاہل آدمی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایسی فضیلت کا معتقد ہو جائے گا۔ تو پھر وہ یہی سمجھے گا۔ کہ یہ حق صرف اور صرف حضرت علی کا ہی بنتا ہے۔ کسی دوسرے کو اس میں مداخلت کا کوئی حق نہیں۔ لیکن ان ساری خرافات رکیک تاویلات اور قرآنی تحریفات کا نتیجہ ان کی بے ایمانی کی صورت میں نکلتا ہے۔ وہ اس مقصد کو نظر انداز کر بیٹھے ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

فصل چہارم

امہات المومنین اور شیخین سے گستاخیاں

گستاخی ۱

فروع کافی:

عنه عن محمد عن الحسين بن ثوير و ابي سلمة السراج
قال سمعنا ابا عبد الله عليه السلام وهو يلعن في دبر
كل مكتوبة اربعة من الرجال واربعاً من النساء فلان
وفلان وفلان ومعاوية ويسميهم وفلانة وفلانة
وهند وام الحكم اخت معاوية۔

(فروع کافی کتاب الصلوٰۃ باب التعقیب
جلد سوم صفحہ ۳۴۲ طبع جدید
مطبوعہ تہران)

ترجمہ: حسین بن ثویر اور ابو سلمہ سراج سے روایت کرتے ہیں کہ ان دونوں

سے کہا کہ ہم نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو سنا۔ آپ ہر فرضی نماز
کے بعد چار مردوں اور چار عورتوں پر لعنت کیا کرتے تھے۔ فلاں، فلاں،
فلاں، اور معاویہ ان کا نام لے کر اور فلانہ اور فلانہ اور ہند اور ام حکم
ہمشیرہ معاویہ۔

وضاحت:-

اس روایت میں جن تین مردوں کا نام بطور تقیہ نہیں لیا گیا یہ راوی کی طرف سے ہے۔ ورنہ امام جعفر صادق اس روایت کے الفاظ کے مطابق ان تین کے بھی نام لے کر لعنت کرتے تھے۔ اور اسی طرح دو عورتوں کا جو نام ذکر نہیں کیا گیا۔ اس کی بھی یہی حقیقت ہے۔ ان تین مردوں سے مراد ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم ہیں۔ اور دو عورتوں سے مراد ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ اور ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔

ہر نماز کے بعد خلفاء ثلاثہ پر لعنت بھیجنا اور حضرت عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما کو برا بھلا کہنا ان کا جزو ایمان ہے

شیعہ لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ خلفاء ثلاثہ اور سیدہ عائشہ و حفصہ رضی اللہ عنہم پر ہر نماز کے بعد لعنت بھیجتے۔ جب کہ ان حضرات پر لعنت بھیجنا اپنا جزو ایمان سمجھتے ہیں۔ معاذ اللہ۔ آئمہ اہل بیت کرام سے ثابت ہے کہ [illegible] ام المومنین کے متعلق قرآن کے الفاظ یہ ہیں [illegible]

كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ"

اے نبی کی بیویو! تم دنیا کی عام عورتوں جیسی نہیں ہو۔ کیونکہ تمہیں صدق ازواج حبیب کا شرف ملنے کے ذریعہ مومنین کی مقدس روحانی ماں بنا دیا گیا ہے۔ ان پاک شخصیتوں کے بارے میں یہ لوگ زبان طعن دراز کرتے ہیں۔ اور تبرا بازی کرنے سے باز نہیں آتے۔ بلکہ ہر نماز کے بعد ایسا کرنا جزو ایمان اور عین عبادت قرار دیتے ہیں۔ جو آدمی اپنی نسبی اور جسمانی والدہ پر لعنت کرے۔ لوگ اسے حرامی کہتے ہیں۔ اور جو روحانی والدہ پر لعن طعن کرے۔ اسے جو کچھ کہنا چاہیے۔ تم خود فیصلہ کر سکتے ہو۔ نسبی ماں کے لیے نماز کے آخر میں "رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ" کہیں۔ اور روحانی ماں پر سب و شتم کریں؟

کیا ایمان اسی کا تقاضا کرتا ہے۔؟

اس کے علاوہ یہ بھی سوچیے کہ ان مقدس عورتوں کا تعلق اگرچہ ابوبکر و عمر سے بیٹی یہ تعلق ثانوی حیثیت رکھتا ہے۔ اصل ان کی پہچان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کی حیثیت سے ہے۔ اور اسی تعلق سے وہ امہات المومنین ہو گئیں۔ اگر ان پر لعن طعن کرتے ہو۔ تو کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے راضی ہو سکتے ہوں گے۔؟ خدارا سوچو! پھر وہ حضرات جن میں سے ایک (ابوبکر رضی اللہ عنہ) کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں، امت کا امام مقرر فرمایا۔ اہل بیت نے ان کے پیچھے نمازیں ادا کیں۔ اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھ پر بیعت بھی کی۔ اور دوسرے (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سے مانگا تھا۔ اور جن کی بدولت اسلام چار دانگ عالم میں پھیلا۔ ان حضرات پر لعنت کرنے والے کا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت سے کیا تعلق! جن کے پیچھے نمازیں ادا کی جائیں۔ اور پھر ثانی بھی نہ بنائیں کیا تم بھی ان کے نام پر سب و شتم کرتے ہو۔؟

حقیقت یہ ہے کہ امام جعفر صادق کی طرف جو یہ بات منسوب کی گئی کہ

سب مر تسا زنے بعد ان حضرت پر طعن کرتے تھے۔ ایک عظیم بہتان اور ایک بہت بڑی گستاخی ہے جو آپ کی طرف منسوب کی گئی۔ کیونکہ امام جعفر صادق نے کبیرہ گناہ کی لسٹ میں عقوق والدین کو بھی شمار کیا ہے اور اس کی یوں تفسیر کی ہے۔

خصال شیخ صدوق:-

وَاَمَّا عُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ فَقَدْ اَنْزَلَ اللهُ فِيْ كِتَابِهِ اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى
بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهَاتُهُمْ

(خصال شیخ صدوق جلد ۱ ص ۱۲۲ الکبائر
طبع مطبوعہ تہران)

ترجمہ:-

عقوق والدین کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی یعنی جیسے
قتل زنا کبیرہ گناہ ہیں اسی طرح نبی علیہ السلام کی ازواج کی نافرمانی اور گستاخی
کبیرہ گناہ ہے

تو پھر کیسے ممکن ہے کہ امام جعفر امہات المومنین پر لعنت کر کے معاذ اللہ کبیرہ گناہ کا ارتکاب کریں
اس کے علاوہ امام موصوف کی والدہ ماجدہ ام فروہ دونوں طرف سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نواسی اور پوتی لگتی ہیں۔ تو ان خلفاء سے تبرا کیسا۔ ان حضرات کے باہمی روحانی کیا تعلقات ہیں۔ اور نسبی نسبت ذہن میں آئی۔ صرف دشمنی پر سوار تھی کہ ان حضرات پر طعن کے لیے کچھ ادھر ادھر کی جوڑنی چاہیے۔ نسبت انہی امام موصوف سے صدیق اکبر کی تعظیم جیسے امور نے فرمائے ہیں ملاحظہ کیجئے۔ احقاق الحق میں ملا نور اللہ شوستری نے لکھا ہے۔

اَلَيْسَ بِجَعْفَرٍ لِلصِّدِّيْقِ جَدِّيْ هُوَ ... بَابَهٗ كَمْ فِيْ ... [illegible]

کہ چون قائم آل محمد ظاہر شود، عائشہ را زندہ کند تا بر او حد بزند و انتقام فاطمہ را بکشد۔

(حق الیقین صفحہ ۲۱۳ در بیان اثبات رجعت
مطبوعہ ایران)

ترجمہ:۔

ملا باقر مجلسی نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ جب امام قائم ظاہر ہوں گے۔ تو وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو زندہ کریں گے۔ تاکہ ان پر حد لگائیں۔ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے انتقام لیں۔

گستاخی نمبر ۱۳:۔

ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی بالترتیب وقت کے فرعون، ہامان اور قارون تھے (معاذ اللہ)

حق الیقین:۔

در اخبار معتبرہ وارد شدہ است در تاویل این آیت۔ وَنُرِيدُ أَن نَّمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُم مَّا كَانُوا

یحذرون ۔

(پ۔۲۰ سورۃ القصص)

ترجمہ:

یعنی منشاء خدا یہ ہے ہم چاہتے ہیں کہ زمین کے اندر ضعیف سمجھے جانے والے
کمزوروں پر مہربانی کرکے انہیں امام اور وارث بنادیں۔ زمین میں
انہیں غلبہ دے دیں اور فرعون ہامان اور ان کے لشکروں کو وہ
کچھ دکھا دیں جس سے وہ گھبراتے تھے۔

اس کی تفسیر یہ ہے کہ

کہ این مشیت کہ خدا را بود راست برائے اہل بیت رسالت موجب تسلی
آنحضرت گردید۔ زیرا کہ فرعون ہامان وتاروان ستم کردند بر بنی اسرائیل و پسران
واولاد ایشان را میکشتند۔ ونظیر ایشان درین امت ابوبکر و عمر و عثمان و اتباع
ایشان بودند۔ کہ سعی میکردند در قتل و قمع اہل بیت رسول ۔ خدای تعالی وعدہ دادہ
است پیغمبرش را کہ ہمچنانکہ ولادت موسی را مخفی کردیم و او را از فرعون غائب
گردانیدیم و بعد از آن او را ظاہر ساختیم و بر فرعون و اتباعش غالب گردانیم
و ہمہ را بدست او ہلاک کردیم ہمچنین حضرت قائم را ولادت و قتل را پنہان خواہیم
کرد و او را از نظر دشمنان خود او را مستور خواہیم گردانید ۔ و رجعت ایشان را بر
دشمنان ایشان غالب خواہیم کرد کہ انتقام خود را از ایشان بکشند۔ پس تاویل
آیات چنین است و میخواہیم کہ منت گذاریم برآنہا کہ ایشان را ضعیف
گردانیدہ اند در زمین کہ اہل بیت رسالت اند و بگردانیم ایشان را امامان
و بگردانیم ایشان را وارثان زمین کہ پادشاہی دوستی زمین بر ایشان

این شان مسلم گردد و تمکن و اقتدار بدہیم ایشان را و بنمائیم باطل را برانند و حق را

ظاہر گردانند و بنمائیم بفرعون و ہامان یعنی ابوبکر و عمر و لشکر ہائی ایشان را و آنچہ می ترسیدند

از غصب حق آل محمد کردہ بودند یعنی از آل محمد آنچہ خواہند دید از کشتن و عذاب۔

(حق الیقین باب پنجم در بیان اثبات رجعت

ص ۳۴۷ مطبوعہ تہران)

ترجمہ

دروغ حق یہ ہے۔ ان نمن علی الذین استضعفوا (الخ) پ ۲۰ رکوع ۴۔ آیت کریمہ
کی تعبیر تفسیر میں وارد ہوئی ہے۔ کہ یہ شان جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی۔ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کی اہل بیت کی ہے۔ تاکہ آپ کی تسلی کا سبب بن جائے۔ کیونکہ فرعون و
ہامان اور قارون نے بنی اسرائیل پر ظلم و ستم ڈھائے۔ انہیں اور ان کی اولاد
کو قتل کیا۔ ان لوگوں کی مثال اس امت میں ابوبکر و عمر و عثمان ہیں۔ اور وہ لوگ
بھی جو ان کے ماننے والے ہیں یا پیروکار تھے۔ اہل بیت کے قتل و ستم میں
کوشش کی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو یہ وعدہ دیا کہ جیسے جس طرح موسیٰ
کی پیدائش کو پوشیدہ رکھا۔ اور ان کو فرعون سے غائب کر دیا۔ پھر انہیں ظاہر
کیا۔ فرعون اور اس کے ماننے والوں پر غالب کیا۔ اور تمام کو ان کے اعوان
ہلاک کر دیا۔ اسی طرح امام قائم کی ولادت کو پوشیدہ رکھیں گے۔ اور اسی
وجہ سے فرعون سے چھپا رکھیں گے۔ انہیں واپس لا کر ان کے دشمنوں
پر غالب کریں گے۔ آپ سے اپنا بدلہ لیں گے۔ لہٰذا آیت کی تاویل اس طرح
ہو گی۔

ہم چاہتے ہیں۔ کہ ان لوگوں پر احسان کریں۔ جنہیں زمین میں کمزور بنا دیا گیا۔
(یعنی اہل بیت) اور ہم انہیں امام بنائیں۔ اور انہیں زمین کا وارث

عثمان غنی اور حفصہ سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہم اور پانچ [illegible] ہے۔

تنقیح :-

گستاخی ۱۰۲، ۱۰۳ کی عبارات سے معلوم ہوا کہ شیعہ لوگوں سے بڑھ کر کوئی دوسرا فرقہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات، صدیق اکبر، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کا
گستاخ نہیں۔ ان تمام گستاخیوں کی بنیاد صرف اور صرف ان کی خود ساختہ امامت ہے کیونکہ
ان کے عقائد کے مطابق سیدنا صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما نے حضرت علی رضی اللہ عنہ
کی خلافت و امامت کو غصب کیا تھا۔ اس وجہ سے یہ حضرات خود اور ان کی صاحبزادیاں
سیدہ عائشہ اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہما بھی ان کے عتاب اور گستاخانہ قلم کا نشانہ بنیں۔
اور ان کے بارے میں طرح طرح کے من گھڑت واقعات و افسانے گھڑے گئے تاکہ عوام میں
ان کے خلاف نفرت کے جذبات ابھریں۔

مسئلہ رجعت :-

چونکہ یہ لوگ اپنے دل کی بھڑاس صرف زبان و قلم سے ہی نکال سکتے تھے۔ اور خلافت
جو کہ عملی طور پر حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق اعظم سے غصب شدہ
ہے۔ خلافت و امامت واپس دلا سکے۔ اور ان کی اہانت لوگوں سے اور انتقام لے سکے۔
اس لیے ان کا دل ٹھنڈا کرنے کے لیے ان لوگوں نے مسئلہ رجعت کا اختراع کیا جس
کا مفہوم یہ ہے کہ قریب قیامت امام مہدی دوبارہ لوٹ کر دنیا میں تشریف لائیں گے
اور وہ حضرت ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم کو دوبارہ زندہ کریں گے۔
اور ان کو قتل کریں گے۔ سولی پر لٹکائیں گے۔ [illegible] سے پورا پورا انتقام لیں گے۔ اور
اہل بیت پر کئے گئے مظالم کا بدلہ لیں گے۔

جب تک اس وقت اور بعد جاتی ہے۔ جیسے شیعوں کو کہا جائے۔ اور پوچھا جائے۔ کہ آپ کا امام قائم غائب کیوں ہوا؟ تو جواب دیتے ہیں۔ دشمنوں کے ڈر کی وجہ سے روپوش ہو گیا۔ بلکہ ان کی روایات کے مطابق امام حسن عسکری نے کہا کہ امام غائب کا نام تک لینا بھی جرم ہے۔ بلکہ ان کا جو بھی نام لے۔ وہ کافر ہے۔ تو جو شخص پہلے ہی منہ میں دشمنوں کے خوف کے مارے روپوش ہو گیا۔ وہ دوبارہ لوگوں کو قبروں سے نکال کر کیسے قتل کرے گا۔ کیسے انتقام لے گا۔؟

حقیقت یہ ہے کہ یہ سب افسانے ہیں۔ من گھڑت روایات و واقعات ہیں۔ اگر ان کے وہ اقوال جو امام قائم کے واپس آنے کے متعلق ہیں۔ کوئی پڑھے یا سنے۔ تو اسی وقت پکار اٹھے گا کہ یہ سب کچھ شیعہ لوگوں کی چالبازی اور مکاری ہے۔ حقیقت کچھ بھی نہیں۔ ملاحظہ ہو۔

جب دس ہزار معتقد ہو جائیں گے۔ تو وہ امام قائم ظاہر ہو جائیں گے۔

احتجاج طبرسی:۔

احتجاج طبرسی میں امام قائم کے ظہور کے متعلق لکھا ہے۔

يَجْتَمِعُ اِلَيْهِ مِنْ اَصْحَابِهِ عِدَّةُ اَهْلِ بَدْرٍ ثَلَاثُمِائَةٍ وَّثَلَاثَةَ عَشَرَ رَجُلًا مِّنْ اَقَاصِي الْاَرْضِ وَ ذٰلِكَ قَوْلُ اللّٰهِ اَيْنَمَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ فَاِذَا اجْتَمَعَتْ لَهٗ هٰذِهِ الْعِدَّةُ

مِنْ اَهْلِ الْاِخْلَاصِ اَظْهَرَ اللّٰهُ اَمْرَهُ فَاِذَا كَمُلَ لَهُ الْعَقْدُ (وَهُوَ عَشَرَةُ اٰلَافِ رَجُلٍ) خَرَجَ بِاِذْنِ اللّٰهِ فَلَا يَزَالُ يَقْتُلُ اَعْدَاءَ اللّٰهِ حَتّٰى يَرْضٰى عَزَّ وَجَلَّ۔

(احتجاج طبرسی جلد دوم ص۲۳۹ مطبوعہ قم تذکرہ جوابات من ابی جعفر محمد بن علی الثانی علیہ السلام طبع قدیم ص۲۳۴)

ترجمہ:۔
امام غائب کے لیے دنیا کے مختلف کونوں سے اصحاب بدر کی تعداد (تین سو تیرہ) کے مطابق لوگ اکٹھے ہوں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ " تم جہاں کہیں بھی ہو گے اللہ تم سب کو لے آئے گا کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔" جب امام غائب کے لیے مذکورہ تعداد مخلصین کی جمع ہو جائے گی۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے امر کو ظاہر کرے گا۔ پھر جب دس ہزار کا عدد مکمل ہو جائے گا۔ تو امام غائب اللہ کے حکم سے ظاہر ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل ہونے تک اس کے دشمنوں کو مارتے رہیں گے۔

کیا اب تک شیعوں کی تعداد دس ہزار نہیں ہوئی؟

ناظرین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ امام کے ظہور کے لیے شیعہ لوگوں سے دس ہزار مخلصین کا عدد ذکر کیا ہے۔ یعنی جب اتنی تعداد میں لوگ امام کے ساتھ میدان میں آ جائیں گے

تو امام غائب کا خوف تھا جو ظاہر ہو جائیں گے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس وقت دنیا میں امام غائب کے نام لیوا دس ہزار نہیں بلکہ دس کروڑ کے لگ بھگ ہیں۔ اب کیوں نہیں وہ تشریف لاتے معلوم ہوتا ہے کہ ان کروڑوں میں سے دس ہزار بھی امام غائب سے مخلص نہیں ہیں۔ بلکہ بسبب ان کے دشمنی میں اللہ ان دشمنوں سے ہی ڈر کر غائب ہو گئے ہیں تو اب یہی دشمن ان کے پاس کیسے تشریف لا سکتے ہیں۔ شیعہ حضرات نے یہ بیان کر کے تو خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی مار دی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ سب کچھ ہی من گھڑت و شیطانی ذہن کی پیداوار ہے اور اصل میں کہ حضرت ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی ان لوگوں سے انتہائی گستاخی کی سیدہ عائشہ صدیقہ کے لیے دوبارہ زندہ کرنے اور پھر انہیں سزا دینے کے لیے سر پیٹتے اور واقعات تراشے۔ جس کی وجہ سے یہ انتہائی گستاخ ٹھہرے۔ حالانکہ صاحب روضۃ الصفا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث اسی مضمون کی نقل فرمائی۔ ملاحظہ فرمائیے۔

سیدہ عائشہ رضؓ سے نبی علیہ السلام کو تمام خلائق سے زیادہ محبت تھی

سوال کردہ کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محبوب ترین خلائق نزد تو کیست،
فرمود کہ عائشہ عرض گفت سوال من از رجال است۔ فرمود کہ پدر او باز پرسید
بعد از کیست فرمود کہ عمر۔

(تاریخ روضۃ الصفا صفحہ ۳۸ جلد دوم
ذکر احوال خاتم الانبیاء)

ترجمہ:

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ یا رسول اللہ!
آپ مخلوقات میں سے کس کو زیادہ محبوب سمجھتے ہیں۔ فرمایا۔ عائشہ کو۔ پھر
پوچھا۔ حضور میری مراد مردوں کے بارے میں ہے۔ فرمایا۔ عائشہ کا باپ

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ۔ پھر اپنے بیٹے پر فرمایا کہ ان کے بعد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔

خلاصہ کلام :-

ان تمام روایات و واقعات کو آپ نے پڑھا۔ آپ نے یہ نتیجہ اخذ کر لیا ہو گا کہ شیعہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے بھی خوش نہیں کیونکہ دشمن کا دوست دشمن ہی ہوتا ہے۔ قرآن پاک میں موجود ہے۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ

(پ ۲۸ رکوع ۳)

ترجمہ:-

تم ایسے لوگوں کو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، ایسا ہرگز نہ پاؤ گے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں کے ساتھ دوستی رکھتے ہوں۔ اگرچہ وہ دشمن خدا اور رسول ان کے باپ دادا، بیٹے، بھائی اور دیگر قبائل والے ہوں۔

قرآن پاک نے یہ سب واضح ذکر فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول کا دشمن مسلمانوں کا دوست نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ اور اس کا رسول مسلمانوں کے دوست ہیں۔ اسی طرح انما ولیکم اللہ و رسولہ۔ تو دوست کا دشمن دوست نہیں اور دشمن کا دوست بھی دوست نہیں ہو سکتا۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، عثمان غنی رضی اللہ عنہ، سیدہ عائشہ صدیقہ ام المومنین، حفصہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے تعلق دار اور محبوب ہیں تو ان سے عداوت، بغض اور کینہ رکھنے والا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا
کب دوست اور خیرخواہ ہو سکتا ہے۔ آپ خود اندازہ کریں مگر ان بدبختوں کو حضور سے کب
محبت ہے۔ اگر انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ سے نفرت ہے۔ اور معاذ اللہ
ان پر لعنت کرنا ثواب سمجھتے ہیں۔ تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ان کی حیثیت کیا ہو گی؟
صاف بات ہے کہ آپ انہیں ہرگز پسند نہیں فرماتے ہوں گے اور جن کو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم
پسند نہ فرمائیں۔ آپ کے اہل بیت کے نزدیک وہ بھی مردود اور نامراد ہے۔ یہ ہے محبت
اہل بیت کے پردے میں دشمنی اہل بیت۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

گستاخی ۵

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد حضرت علی نے سیدہ عائشہ ام المومنین کو طلاق دے دی۔

(معاذ اللہ)

شیعہ حضرات کا عقیدہ ہے کہ نبی پاک علیہ السلام نے اپنی بیویوں کا معاملہ اپنے بعد حضرت علی
کے ہاتھ دے دیا تھا جیسا کہ سید ہاشم بحرانی نے نقل کیا ہے۔

حلیۃ الابرار:۔

قَالَ فَهَلْ فِيكُمْ أَحَدٌ اسْتَخْلَفَهُ رَسُولُ اللهِ عَلَيْهِ
السَّلَامُ وَجَعَلَ أَمْرَ أَزْوَاجِهِ إِلَيْهِ غَيْرِي

بعدی وعقبی۔

(حلیۃ الابرار جلد اول [illegible] الباب الثامن

[illegible])

ترجمہ: حضرت علی نے فرمایا کہ تحقیق یہ ہے کہ نبی پاک علیہ السلام نے مجھے اپنے اہل میں
خلیفہ بنایا اور اپنے بعد بھی ازواج کا معاملہ میرے سوا اس کے سپرد کیا۔
ہاشم بحرانی کی کلام سے اگرچہ یہ ثابت ہے کہ نبی پاک نے حضرت علی کو اپنے بعد اپنی
ازواج کو طلاق دینے کا حق دیا لیکن اگر کوئی شیعہ کہے کہ ہاشم بحرانی کی کلام میں طلاق
کا کوئی لفظ موجود نہیں تو اس کا ثبوت بھی ملاحظہ فرمائیں۔

احتجاج طبرسی:-

وروي عن الباقر عليه السلام انه قال لما كان
يوم الجمل وقد رشق هودج عائشة بالنبل قال
امير المؤمنين عليه السلام والله ما اراني الا
مطلقها فانشد الله رجلا سمع من رسول الله
صلى الله عليه وسلم يقول يا علي امر نسائي بيدك
من بعدي لما قام فشهد فقال فقام
ثلاثة عشر رجلا فيهم بدريان فشهدوا انهم
سمعوا رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لعلي
ابن ابي طالب عليه السلام يا علي امر نسائي بيدك من
بعدي قال فبكت عائشة عند ذلك حتى سمعوا بكاءها فقال
علي عليه السلام لقد انباني رسول الله صلى الله عليه وسلم

طلاق دے دی۔ اب اہل انصاف اسے بخوبی جانتے ہیں۔ اور یہ بات ان سے مخفی نہیں۔ تو اس میں کہ حضرت انصاف کے ذریعہ شیعی مصنف طبرسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ سیدہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی انتہائی توہین کی ہے۔ اور اس طرح اس نا سمجھ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دی ہے۔

ازواجِ مطہرات کو طلاق دینے کے اختیار کی بحث

قرآن پاک میں آیا ہے۔ جب امہات المومنین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیورات وغیرہ کا مطالبہ کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں نازل فرمایا۔

وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا۔

(پ ۲۱ رکوع ۱۲)

ترجمہ:۔

اور اگر تم نے اللہ اور اس کے رسول اور دار آخرت کو پسند فرمایا۔ تو یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیک عورتوں کے لیے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔ اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اور آخرت کے گھر کی خواستگار ہو۔ تو اللہ نے تم میں سے جو نیک ہوں گی۔ ان کے لیے بہت بڑا اجر مقرر فرمایا ہے۔

(ترجمہ مقبول)

منہج الصادقین:۔

در روایت آمدہ کہ چوں ایں آیہ حضرت ہمہ ازواج را طلبید و ایں آیہ

را برایشان خواند و مخیر ساخت ایشان را به مفارقت و بقا، همه اختیار آنحضرت
کردند و مروی است که اول کسی از ازواج که اختیار بقا نمود عائشه بود و بعد از
آن دیگر ازواج آن را اختیار نمودند۔ آورده‌اند که چون رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
این آیه را بر ایشان خواند فرمود شتاب مکنید با پدران خود در این باب مشاورت
کنید گفتند یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما را در این باب با کسی مشاورت نباید
کرد حق تعالی ما را مخیر گردانید میان زینت دنیا و اختیار کردن خدا و رسول و
سرای آخرت را اختیار کردیم آن حضرت شاد شد و حق تعالی این آیه فرستاد
وَلَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ الآیۃ"

(تفسیر منہج الصادقین جلد ہفتم صفحہ نمبر ۲۰۷
مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

روایت کیا گیا ہے کہ اس آیت کے اترنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے تمام ازواج مطہرات کو بلایا اور یہ آیت انہیں پڑھ کر سنائی۔ اور انہیں
اختیار دے دیا گیا۔ علیحدہ ہو جائیں یا آپ کے پاس رہ جائیں۔ تمام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے پاس رہنا پسند کر لیا۔ اور روایت ہے کہ سب سے پہلے جس بیوی نے
آپ کے پاس رہنے کو پسند کیا وہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ ان کے
بعد دوسری ازواج نے بھی یہی پسند کیا۔ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ آیت سنائی تو فرمایا جلدی نہ کرو۔ اپنے والدین
سے مشورہ کر کے کوئی فیصلہ کرنا۔ کہنے لگیں جب اللہ نے ہمیں اختیار دیا ہے
تو ہم اس بارے میں کسی سے مشورہ نہیں کریں گی۔ ہم نے اللہ، رسول
اور دار آخرت کو پسند کر لیا ہے۔ حضور بہت خوش ہوئے۔ اور جبر

اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ۔ یعنی اس واقعہ کے بعد آپ کے لیے اور عورتیں حلال نہیں۔ کیونکہ جب انہوں نے آپ کو پسند کر لیا ہے۔ تو آپ بھی ان کی موجودگی میں اور عورتوں کو نکاح میں لانا پسند نہ کریں۔

اس آیت کریمہ کے شانِ نزول اور علامہ کاشانی شیعی کی تشریح سے یہ مسئلہ روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا۔ کہ امہات المومنین نے جب اختیار کو جس طرح استعمال فرمایا کہ زینتِ دنیا کے بدلے انہوں نے اللہ رسول اور دارِ آخرت کو ترجیح دی۔ تو اس کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا۔ کہ آپ کی خاطر جب ان عورتوں نے دنیا چھوڑ دی ہے۔ تو آپ بھی ان کے عقدِ نکاح میں ہوتے ہوئے کسی دوسری عورت سے نکاح نہ کریں اور نہ ان کو طلاق دے کر کسی دوسری سے نکاح کریں۔

اہلِ انصاف حضرات غور فرمائیں۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس بات سے منع فرما دیا۔ کہ آپ اپنی ازواجِ مطہرات کو طلاق نہیں دے سکتے۔ تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اس بات کی نسبت کرنا کہ انہوں نے جنگِ جمل میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی۔ کس قدر بہتان طرازی اور امہات المومنین کی گستاخی ہے۔

ایک شبہ:

کچھ لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ یہ آیت جس میں آپ کو زائد نکاح کا اختیار نہیں دیا گیا تھا منسوخ ہے۔ اور آپ کو بعد میں اللہ تعالیٰ نے نکاح کرنے کی اجازت دے دی تھی۔

جوابِ شبہ:

اس کا جواب یہ ہے۔ کہ تفسیر مجمع البیان میں موجود ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کو بعد میں اللہ تعالیٰ نے نکاح کرنے کی اجازت دے دی تھی۔ لیکن طلاق کی اجازت نہ دی تھی۔ یاد رہے۔ شیعہ سنی بااتفاق کہتے ہیں کہ اگرچہ آپ کو نکاح کی اجازت مل گئی۔ لیکن ان ازواج امہات المومنین کو طلاق دینے کا اختیار آپ کو نہیں دیا گیا۔ جنہوں نے زینت دنیا کو ٹھکرا کر اللہ اور اس کے رسول اور یوم آخرت کو پسند کر لیا تھا۔

مسلک اہل سنت کو واضح کر دیا ہے۔ مسلک اہل تشیع کی طرف سے علامہ کاشانی شیعی مفسر کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

منہج الصادقین:-

(وَلَا اَنْ تَبَدَّلَ) وحلال نیست کہ بدل کنی (بہن) بایشان۔ (مِنْ اَزْوَاجٍ) از زنان دیگر۔ یعنی ، من مزید است تاکید استغراق راست یعنی ترا نیز زن دیگر ہرگز جائز نیست۔ تا آنکہ یکی از ایشان را طلاق دہی و بجائے او دیگری را نکاح کنی .... و مرتیب است کہ حق تعالیٰ طلاق ایشان را حرام گردانید برائے آنکہ امہات مومنان چون تخییر اختیار خدا و رسول کردند و سرائے آخرت را بر دنیا اختیار کردند ۱ نکاح زنان دیگر سے را حلال بود۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد ہفتم صفحہ ۳۱۲
مطبوعہ تہران)

ترجمہ:-

اور یہ حلال نہیں ہے کہ آپ ان عورتوں کے بدلے دوسری عورتیں تبدیل کریں۔ حرف من تاکید استغراق کے لیے ہے۔ یعنی آپ کے لیے دوسری کوئی بھی عورت جائز نہیں۔ اس طرح کہ ان میں سے کسی کو

طلاق دے کر اس کی جگہ دوسری سے نکاح کریں۔ ...... مروی ہے۔ کہ
اللہ تعالیٰ نے ان کو طلاق دینا حرام کر دیا ہے۔ وجہ یہ تھی کہ یہ مومنوں کی مائیں
تھیں۔ اور انہوں نے اللہ، اس کے رسول اور یوم آخرت کو دنیا کے مقابلہ میں
پسند کیا تھا۔ لیکن دوسری عورتوں کے ساتھ آپ کو نکاح کرنے کی اجازت
تھی۔

۔۔ علامہ کاشانی نے یہ بات واضح کر دی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے لیے لَا یَحِلُّ لَکَ النِّسَآءُ آیت کے ذریعہ اگرچہ تعدد مزید نکاح کرنے اور
موجود عورتوں کو طلاق دینے کی ممانعت کر دی تھی۔ لیکن مزید نکاح کی بعد میں اجازت ہو گئی۔
اور موجود عورتوں کو طلاق دے کر فارغ کرنے کی حرمت بدستور قائم رہی۔ لہٰذا آپ اس حکم
کے برقرار ہوتے ہوئے حضور کی بات کسی کو طلاق نہیں دے سکتے تھے۔ کیونکہ
امہات المومنین ہونے اور دنیا کو اللہ اور رسول کے مقابلہ میں خیرباد کہنے کا صلہ یہ ہے
کہ وہ ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں ہی رہیں۔

اس وضاحت کے بعد کوئی بھی شخص جس میں رتی بھر ایمان ہو یہ تصور نہیں کر سکتا۔
کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو اختیار خود نہ تھا۔ وہ بعد از وصال حضرت علی رضی اللہ عنہ کو
منتقل فرما دیں۔ جب آپ کے لیے اپنی ازواج کو طلاق دینا حرام تھا۔ تو کسی دوسرے
کو یہ حق پہنچتا ہے۔ کہ اسے یہ بات سپرد کی جائے۔ کہ تم میرے وصال کے بعد میری بیوی
کو طلاق دے دینا۔ پھر کسی کے وصال کے بعد اس کی بیوگان کو طلاق دینا کیا مفہوم رکھتا
ہے۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ بذریعہ
طلاق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضور کی زوجیت سے نکال سکتے ہیں۔

عقیدہ بالا سے مفہوم یہ کہ اللہ تعالیٰ ازواج النبی کو امہات المومنین کا
درجہ دے۔ [illegible] اور دوسری طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ

خود بھی داخل ہیں۔

لہذا ازواج مطہرات اس کی بھی روحانی مائیں ہوئیں تو آپ ان کے روحانی بیٹے ہوئے۔ تو بقول شیعہ بیٹا اپنی ماں کو طلاق دے رہا ہے اور ایسا کرنا اسی مذہب کا مذہب کی خصوصیت ہے کسی دوسرے مذہب میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔

سیدہ عائشہ ام المومنین کی شان اور ان کے گستاخوں کا حال قرآن اور شیعہ تفسیر کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں

ان الذین جاءوا بالافک عصبۃ منکم کے بعد متواتر سولہ آیات یعنی پورے سولہ رکوع سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازل ہوئے۔ جن میں سیدہ کی طہارت اور پاکدامنی کا ذکر ہے۔

تفسیر منہج الصادقین :-

وبعد از این آیات بیان طہارت ذیل عائشہ میکند از تہمت و افک کہ جمعی از منافقان بر او۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد نمبر ۶ صفحہ ۲۵۹)

تفسیر منہج الصادقین :-

پس چیزی دیگر نیکو تر گردانید یعقوب گفت فصبر جمیل و اللہ المستعان علی ما تصفون ۔۔ الی بگفتم در و سے چہ لیاد کردم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرا شنیا نشستہ بود کہ ناگاہ آن اثر بہ جبرئیل برآمد

و چون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم از وحی فارغ شد فرمود ابشری یا عائشہ
الحمد للہ اما اللہ فقد برأک اللہ یعنی بشارت باد ترا اے
عائشہ الصدیقہ کہ حق تعالیٰ تبریہ تو فرمود پس این آیت تلاوت فرمود۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد ۶ صفحہ نمبر ۲۴۱
مطبوعہ تہران)

ترجمہ:-

اس کے بعد کی آیات یعنی ان اللہ تواب حکیم کے بعد کی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کا ذکر ہو رہا ہے۔ اور یہ تو ایک جو منافقین نے ان پر باندھا تھا۔ اس تہمت سے برأت کا ذکر آ رہا ہے ....

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔ سب کچھ سننے کے بعد میں حضرت یعقوب کا قول ہی کہ تاب لا سکتی ہوں۔ وہ صبر جمیل صورت اچھا ہے۔ اور اللہ ہی کا مددگار ہے۔ جو تم حالات بیان کرتے ہو۔ اتنا کہہ کر میں نے اپنا چہرہ دیوار کی طرف کر کے دوبارہ استراحت کر لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف فرما تھے۔ ناگاہ جبرئیل علیہ السلام کے آنے کی نوا آئی۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی سے فارغ ہو گئے۔ تو فرمانے لگے۔ اے عائشہ خوشخبری ہو۔ اللہ کی قسم اللہ نے تمہیں پاکدامن کر دیا ہے۔ اور الزام سے بری کر دیا ہے۔ پھر آیت پڑھ کر سنائی۔

آیت:-

وَالَّذِیْ تَوَلّٰی کِبْرَہٗ مِنْھُمْ لَہٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۔

تفسیر منہج الصادقین:

واز آن جماعت مراد ابن ابی است لعنہ اللہ (لہ عذاب عظیم) مر او راست عذاب بزرگ در آخرت یا در دنیا کہ حد قذف خورد و مطرود گشت و مشہور بنفاق شد و گفتہ اند حسان بود کہ آخر عمر نابینا شد یا مسطح کہ دو دست او شل شد۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد نمبر ۶ ص ۲۷۱
مطبوعہ تہران)

ترجمہ:-

اس جماعت سے مراد جس نے حضرت عائشہ پر تہمت لگائی تھی۔ ابن ابی کی جماعت ہے۔ اس کے لیے دنیا میں یا آخرت میں بہت بڑا عذاب ہے۔ دنیا میں حد قذف لگی۔ اور ذلیل و رسوا ہوا اور لوگوں میں ناقابل اعتبار ہو گیا۔ اور نفاق میں مشہور ہوا۔ کہتے ہیں کہ اس سے مراد حسان ہے جو عمر کے آخری حصہ میں نابینا ہو گئے تھے۔ یا اس سے مراد مسطح تھا۔ جس کے ہاتھ شل ہو گئے تھے۔

تفسیر منہج الصادقین:

آیت:-

إِنَّ الَّذِينَ: مردمی کہ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ: رمی میکنند زنان عفیفہ را الْغَافِلَاتِ: کہ بے خبر اند از آنچہ تہمت میکنند ایشان را

بدان و بسلامۃ الصدور و نقیۃ القلوب اند از آن آن محصنات آن گروہیگان بجناب رسول مراد از واج مطہر اند و در وسیط آوردہ کہ این بخصوص عائشہ صدیقہ است و جمعیت آن بجہت تعظیم وی است و توقیر او و در تغلیظ است تا مشمل این لفظ را باز داشت از تکلم۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد ۶ ص ۲۶۴ مطبوعہ تہران)

ترجمہ:-

بے شک وہ لوگ جو پاکدامن عورتوں کو تہمت لگاتے ہیں۔ اور وہ عورتیں قذف کے سبب سے بے خبر ہیں۔ وہ صاف سینہ والی اور پاکیزہ دل والی ہیں۔ وہ اشرف داں کے رسول کی گردیدہ ہیں۔ ان سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج ہیں۔ وسیط میں ذکر کیا گیا ہے کہ ان عورتوں سے مراد بالخصوص حضرت عائشہ صدیقہ ہیں۔ اور جمع کا صیغہ ان کی تعظیم اور توقیر کے اعتبار سے بولا گیا۔ تاکہ امت کو معلوم ہو جائے کہ ان کی شان میں کلام کے گستاخی اور تعظیم سے گرے ہوئے الفاظ استعمال نہ کرے۔

تفسیر صافی:

آیت:

الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ فِي الْمَجْمَعِ عَنْهُمَا عَلَيْهِمَا السَّلَامُ الْخَبِيثَاتُ مِنَ النِّسَاءِ لِلْخَبِيثِينَ

مِنَ الرِّجَالِ الطَّيِّبَاتُ مِنَ النِّسَاءِ لِلطَّيِّبِينَ مِنَ الرِّجَالِ

(تفسیر صافی جلد دوم مطبوعہ تہران طبع جدید صفحہ ۱۶۳)

مجمع البیان میں امام باقر اور امام جعفر رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر یوں ہے۔

خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لیے اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لیے پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے ....

امام باقر اور امام جعفر کے نزدیک سیدہ عائشہ ام المؤمنین کی طہارت اور پاک دامنی نبی پاک علیہ السلام کی طرح کامل تھی

تفسیر منہج الصادقین سے

ابو مسلم وجبائی بر این وجہ تفسیر کردہ اند کہ زنان ناپاک برائے مردان ناپاک اند و اغلب بر ایشاں و زنان پاک برائے مردان پاک اند و مردان پاک مائل اند بدیشاں و بعضے از ایشاں گفتہ کہ این آیہ بمعنی (الزَّانِي لَا يَنكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً) است و این قول از ابی جعفر و ابی عبداللہ علیہ السلام ماثور است و حاصل آیہ آنست کہ خبیث سبب الفت و محبت

ترجمہ

ابو مسلم اور جبائی نے الخبیثات للخبیثین، الخ آیت کی تفسیر اس طرح کی ہے کہ ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لیے ہیں۔ یعنی ان کی طرف رغبت کرتی ہیں۔ اور پاک عورتیں پاک مردوں کی طرف رغبت کرتی ہیں۔ اس کے بعد کہا کہ اس آیت کا معنی "الزانی لا ینکح الا زانیۃ" کے قبیل میں سے ہے۔ اور یہ قول ابو جعفر اور ابو عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے ماثور ہے آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم جنس اور ہم خیال ہونا باہم محبت اور میلان کا سبب ہوتا ہے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم موجودات میں سے پاکیزہ ترین شخصیت ہیں تو اس اعتبار سے آپ کی ازواج بھی پاکیزہ تر اور بدکاری کے الزام سے مبرا و منزہ ہیں۔ اس معنی کے مطابق یہ آیت "اولئک مبرؤن" کے لیے دلیل کے حکم میں ہے۔ اولئک سے مراد گروہ اہل بیت یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم و عائشہ اور صفوان مراد ہیں۔ "مبرؤن" یعنی اس الزام سے مبرا و منزہ ہیں جو لوگ ان کے بارے میں لگاتے ہیں۔ اس لیے کہ منصب رسالت کی شان سے کہیں بلند و بالا ہے کہ اس کے دامن پر اس کی ازواج پر بدکاری کے الزام کے چھینٹے پڑیں۔ اور صفوان ایک پاکیزہ مرد تھا۔ اور صحابہ کرام میں سے ولی تھا۔ وہ بھی اس تہمت سے پاک ہے۔ فراء نحوی نے کہا کہ اسم اشارہ "اولئک" کا مرجع حضرت عائشہ اور صفوان ہیں۔ دونوں کے لیے جمع کا لفظ استعمال کرنا اس طرح ہے جس طرح "فان کان لہ اخوۃ" میں لفظ "اخوۃ" کہا ہے۔ لیکن اس سے مراد بالاتفاق دو بہنیں یا دو بھائی ہیں۔ کیونکہ دو بہنیں یا دو بھائی بالاتفاق ماں کے لیے حاجب بن جاتے ہیں۔

(یعنی بُری سے بُری عورت خبیث کی طرف سے جاتے ہیں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ "یقولون" کی ضمیر خبیثین اور خبیثات کی طرف راجع ہے۔ تو کہ اس کا مرجع تہمت لگانے والے ہوں۔ یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور صفوان اس الزام سے بری ہیں۔ جو خبیث لوگ ان کے بارے میں کہتے ہیں۔ اور زیادہ صحیح و زیادہ مشہور یہ ہے کہ "ذلک" کا اشارہ طیبین اور طیبات ہے۔ اور "یقولون" کی ضمیر خبیثین و خبیثات کی طرف لوٹتی ہے۔ یعنی پاکیزہ اور طیب لوگ اس الزام سے بری ہیں جو خبیث لوگ ان پر لگاتے ہیں۔ "لہم مغفرۃ" ان کے لیے اللہ کی طرف سے بخشش ہے۔ اور نیک روزی ہے۔ یعنی یہ محنت اور کام مقدار کیا اور پاکیزہ روزی ملے گی۔ اس سے مراد بہشت کی نعمتیں ہیں۔

ہر گناہ کی توبہ قبول ہو سکتی ہے مگر ام المؤمنین سیدہ عائشہ کے گستاخ کی توبہ قبول نہیں ہو سکتی۔

منہج الصادقین:-

مَنْ اَذْنَبَ ذَنْبًا ثُمَّ تَابَ مِنْهُ قُبِلَتْ تَوْبَتُهُ اِلَّا مَنْ خَاضَ فِيْ اَمْرِ عَائِشَةَ۔

(منہج الصادقین جلد ششم ص ٢٩٨
مطبوعہ تہران)

ترجمہ:۔

(ابن عباسؓ نے فرمایا) جس آدمی نے گناہ کرنے کے بعد توبہ کی اس کی توبہ قبول ہو جائے گی۔ مگر وہ آدمی ۔ جس نے سیدہ عائشہ ام المؤمنین کی شان میں گستاخی کی۔

مذکورہ آیات کی تفسیر سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں

۱۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا دنیا کی طرف منہ کرکے رونا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس قدر مقبول ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے فوراً جبرئیل کو بھیجا۔ جس کے پر وں کی آواز سنی گئی۔ اور جبرئیل نے حضرت عائشہ کی برأت اور الزام لگانے والوں کے لیے عذاب عظیم کی دھمکی سنائی۔ حتیٰ کہ حضرت حسان اور مسطح جیسے مخلص صحابہ سے جو بہتیرون اور سے منافقین کی باتوں میں آ بیٹھے تھے۔ اللہ کی گرفت سے نہ بچ سکے۔ حسان عمر کے آخری حصہ میں نابینا ہو گئے۔ اور مسطح کا ہاتھ شل ہو گیا۔

۲۔ جن لوگوں (ابن ابی منافق) نے ام المؤمنین پر تہمت لگائی تھی۔ ان پر اللہ نے لعنت کی۔ اور دنیا و آخرت میں حد قذف اور عذاب نار کی تہدید فرمائی۔

۳۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پاک دل اور طاہر و طیب سیدہ کی مالک تھیں۔ ۔ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ کے کلمات ان کی شان میں آئے اور جن کا مقصد آپ کی تعظیم و توقیر کے پیش نظر ذکر فرمایا گیا۔ تاکہ ان کے بعد کسی کو سوئے ظن کی ہمت نہ ہو۔

۴۔ ناپاک عورتیں طبعی طور پر ناپاک مردوں کی طرف راغب ہوتی ہیں۔ اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے دلدادہ ہوتے ہیں۔ اس قاعدہ کی تائید امام باقر و امام جعفر رضی

سے یوں ثابت ہوتی ہے کہ الخبیثات للخبیثین الخ کے تحت انہوں نے فرمایا کہ محبت و صحبت کا سبب ہم جنس ہونا ہے یعنی خباثت خباثت کو اور طہارت طہارت کو پسند کرتی ہے۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پاکیزگی اور طہارت کے اعلیٰ نمونہ و معیار تھے۔ اس لیے آپ کی زوجیت میں کوئی ایسی عورت جو ناپسندیدہ اور بدکار ہو نہیں آ سکتی۔ کیونکہ منصبِ نبوت کے شایانِ شان یہ ہے۔ کہ اپنی طرح طیب و پاکیزہ عورت کی طرف ہی میلان ہو۔ اور حقیقت میں ایسی ہی عورت آپ کے جنس کی طہارت سے شامل ہو۔

چونکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام موجودات میں سے طہارت کاملہ کے مالک ہیں تو اسی نسبت سے آپ کی زوجہ مطہرہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا بھی طہارت کاملہ کی مالک تھیں۔ لہٰذا ہم امام جعفر صادق اور امام باقر رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق اس حقیقت پر متفق ہیں کہ بلاشبہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبہ ہیں۔ کیونکہ پاکیزگی میں یہ آپ کی ہم جنس ہیں۔

۵۔ "وہا اولٰئک" کا اشارہ سیدہ عائشہ کی طرف ہے۔ اور مغفرت و رزقِ کریم کا وعدہ بھی انہیں کے متعلق ہے۔ یعنی ان کی سابقہ لغزشیں معاف کر دی گئیں۔ اور آخرت میں نعمتوں کا حق دار بنا دیا گیا۔

۶۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گستاخ کی توبہ قبول نہیں ہو سکتی۔

تنبیہ:

قارئین کرام! مذکورہ امور کو ایک بار پھر پڑھیں۔ غور کریں۔ اور انصاف سے فیصلہ کریں۔ کہ جس پر معافی مانگنا لازم ہے۔ اس قدر بے باکی کہ اللہ تعالیٰ نے اسی وقت جبرئیل امین

کو ان کی براءت پاکیزگی اور طہارت کے ثبوت میں اٹھارہ آیات دے کر نازل کیا۔ اس کے ساتھ
ساتھ تہمت لگانے والوں کو بھی خاصی سزا دی اور ان پر لعنت کی۔ انہیں عذاب عظیم کا مستحق
قرار دیا۔ یہاں تک کہ حسان اور مسطح جیسے بھولے بھالے مسلمان بھی دنیوی گرفت سے نہ
بچ سکے۔ حضرت حسان آنکھیں گنوا بیٹھے۔ اور جناب مسطح ہاتھوں سے محروم کر دیئے گئے۔
جس زوجہ پاک کی عظمت و عزت اللہ کی بارگاہ میں اس قدر ہے۔ اس کی بارگاہ میں گستاخی
کرنا اور ہر نماز کے بعد ان پر لعن طعن کو کارِ ثواب سمجھا جائے۔ کیا اللہ کی لعنت کا باعث نہیں؟
جنہوں نے جھوٹے الزام میں بلا تحقیق ہمنوائی کی۔ وہ گرفت سے نہ بچ سکے۔ اور جن کا عقیدہ
ہی لعن طعن کرنا ہو۔ وہ کیونکر گرفت سے بچ سکتے ہیں۔ اور دنیا و آخرت میں ذلت سے کب
چھٹکارا حاصل کر سکتے ہیں؟ جناب سید کو پی اور نجیر نقی اس ذلت کا دنیا میں کچھ اثر ہے۔ اور
باقی رہی آخرت تو اس کے متعلق ابھی ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فیصلہ آپ نے پڑھ لیا۔ کہ
ام المومنین کے گستاخ کی توبہ قبول نہیں ہو سکتی جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ ام المومنین کا گستاخ
عذاب الہی سے بچ نہیں سکتا۔

امام باقر و امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کائنات میں پاکیزہ تر
ثابت کر کے ان کی نسبت سے ان کی ازواج کو طیب و طاہر کہا۔ اور بتا دیا کہ یہی سچ ہے
کہ پاکیزگی پاکیزگی کی طرف مائل ہوتی ہے۔ اور خباثت خباثت کو چاہتی ہے۔ تو سیدہ عائشہ
رضی اللہ عنہا کی پاکیزگی اور طہارت بالکل واضح ہو جاتی ہے۔ اور اس سے زیادہ وضاحت
کیا ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی براءت اور عزت کو قرآن میں بیان فرما دے۔ تو جب
مذہب اہل بیت اپنے ائمہ کے فتویٰ و ارشاد کے مطابق نہ چلے۔ بلکہ ان کی مخالفت
کرے۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان براءت عائشہ ہو چکے ان پر تبرا بازی
کرے۔ اور ہر نماز کے بعد لعن طعن کو جزو ایمان گردانے۔ اس کے متعلق آپ خود ہی فیصلہ
کریں۔ کہ وہ کس سلوک کا مستحق ہے۔ اور اس کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزگی

طہارت بھی دور رہی۔ کیونکہ معاذ اللہ آپ کے عقد میں ان کے کہنے کے مطابق ایک ایسی
عورت بھی رہی جس پر لعن طعن ضروری ہے۔ اور جس کا نام فاطمۂ زہرہ رکھ کے مذاق کیا گیا ہے۔
شیعو! غور تو کرو۔ کیا محبت اہل بیت اسی کا نام ہے۔!

گستاخی ۵:

تین کے سوا تمام صحابہ اور صحابیات مرتد ہو گئے تھے (معاذ اللہ)

مناقب ابن شہر آشوب

محمد بن يحيى و ابراهيم ابنا نصير قالا حدثنا محمد
بن عثمان عن حنان بن سدير عن أبيه عن أبي جعفر
عليه السلام قال كان الناس أهل الردة بعد
النبي صلى الله عليه وسلم إلا ثلاثة فقلت
ومن الثلاثة فقال المقداد بن الأسود و أبو
ذر الغفاري و سلمان الفارسي ثم عرف
الناس بعد يسير و قال هؤلاء الذين
دارت عليهم الرحى و أبوا أن يبايعوا
لأبي بكر حتى جاؤوا بأمير المؤمنين عليه

الثلاثة ممكوث فبايع ۔

(۱۔ رجال کشی مطبوعہ کربلا صفحہ نمبر ۱۰ فی
تذکرۃ سلمان۔
(۲۔ مناقب ابن شہر آشوب جلد سوم ص۱۷۱
فی ذکر ما ورد فی بیعۃ علی طبع
جدید: ص۳۰)
(۳۔ انوار نعمانیہ جلد اول ص۸۱ تذکرہ
نور مرتضوی مطبوعہ تبریز طبع جدید طبع
قدیم ص ۶۰

ترجمہ:

امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تین آدمیوں کے سوا تمام مرتد ہو گئے۔ میں نے پوچھا۔ وہ تین کون ہیں؟ کہا مقداد بن اسود و ابو ذر غفاری اور سلمان فارسی۔ پھر تھوڑے عرصہ بعد لوگوں نے پہچانا۔ اور کہا کہ ان لوگوں پر مصائب کی چکیاں چلیں۔ لیکن ابوبکر صدیق کی بیعت نہ کی۔ پھر لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر لائے۔ اور آپ نے بیعت کی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کیسے تھے؟

ناظرین کرام غور فرمائیں۔ کہ جن شخصیات کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ «رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ» (القرآن) اللہ ان سے راضی ہوا۔ وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ اور ان کے لیے جنت تیار فرمائی۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ وہ

ان کا ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا: لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ مومنوں سے راضی ہو گیا جب انہوں نے ایک درخت کے نیچے آپ سے بیعت کی۔ پس اللہ نے ان پر سکینہ نازل فرمائی۔ پھر اس بیعت کو اللہ نے اپنی طرف منسوب فرمایا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ۔

بے شک آپ سے بیعت کرنے والوں نے اللہ سے بیعت کی۔ ان کے ہاتھوں کے اوپر اللہ کا ہاتھ ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ جن حضرات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی جسے بیعت رضوان کہا جاتا ہے۔ اس میں شریک کوئی بھی کافر یا منافق نہ تھا۔ کیونکہ کفر و نفاق اگرچہ دیکھا نہیں جا سکتا کیونکہ اس کا تعلق دل کے ساتھ ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ سے یہ ہرگز مخفی نہیں۔ اس لیے آپ نے فرمایا: فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ۔ اللہ ان کے دلوں کی ہر چیز کو جانتا ہے۔ یعنی ان الفاظ سے یہ ظاہر فرمایا کہ میری رضا انہیں خلوص نیت اور صفائی قلب کی بدولت ملی۔ اب شیعہ مفسر علامہ کاشانی کی سنئے۔

منہج الصادقین:۔

آنچہ در دل ہائے ایشان است از خلوص عقیدت و صفائے نیت۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی رضامندی ان کے خلوص عقیدت اور صفائی نیت کی وجہ سے تھی۔ اس خلوص و صفائی کے ساتھ بیعت کرنے والوں پر اللہ نے جو انعامات کی بارش نازل فرمائی۔ کاشانی کہتا ہے۔

و بقول مشہور ہزار و پانصد و بیست و پنج و صاحب کشاف از جابر عبداللہ منقول نقل کردہ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم در حین اخذ بیعت مر اصحاب خود را

شجرہ ثمرہ قرار گرفتہ بود وشاخی از آن درخت بر پشت مبارک او رسیدہ در حین
بر زیر سر او بایستادم و آن شاخ را بدست گرفتم از پشت مبارک او برداشتم و تمام
اصحاب بیعت کردند بر آنکہ مطلقاً راہ گریز نپویند تا کشتہ شوند یا فتح نمایند
حضرت فرمود کہ انتم الیوم خیر اھل الارض شما امروز بہترین
اہل زمین اید از جابر مروی است کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ یک کس از
بدوزخ نرود از آن مومنان کہ در زیر درخت شجرہ بیعت کردند و این بیعت را بیعت
الرضوان نام نہادند بہ بیعت آنکہ حق سبحانہ در حق ایشان فرمودہ لقد رضی اللہ
عن المؤمنین الخ۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد ۸ ص ۲۶۵ سورہ فتح
مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

بیعت رضوان میں شریک صحابہ کرام کی تعداد زیادہ مشہور اور صحیح تر قول کے
مطابق ایک ہزار پانچ سو پچیس تھی۔ اور صاحب کشاف نے حضرت عبداللہ
مغفل سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیعت لینے کے وقت،
ایک درخت کے نیچے جلوہ فرما تھے۔ اور اس درخت کی ایک شاخ آپ
کی پشت انور پر پڑ رہی تھی۔ میں نے اس کے نیچے کھڑے ہو کر اسے آپ
کی پشت انور سے اوپر اٹھائے رکھا۔ تمام صحابہ نے بیعت کی۔ کہ ہم کبھی نہ
بھاگیں گے۔ یا تو مر جائیں گے۔ یا کامیاب ہو جائیں گے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا۔ تم آج روئے زمین پر بسنے والوں سے کہیں بہتر ہو۔ حضرت جابر
رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جن
مومنوں نے درخت شجرہ کے نیچے میرے ہاتھ پر بیعت کی۔ ان میں سے

کوئی بھی دوزخ میں نہیں جائے گا۔ اس بیعت کو "بیعت رضوان" اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں شریک مومنوں کے حق میں ارشاد فرمایا۔ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ۔ یعنی اللہ مومنوں سے راضی ہوا جب انہوں نے درخت کے نیچے آپ کے دست اقدس پر بیعت کی۔"

"حاطب بن ابی بلتعہ کا واقعہ گزر چکا ہے مختصر یہ کہ حاطب بن بلتعہ نے ایک خط مکہ کی ایک عورت کو دیا جس میں تحریر تھا کہ مسلمان تم پر حملہ کی تیاری کر رہے ہیں یہ خط لے کر وہ روانہ ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس بات کا پتہ چلا تو آپ نے وہ خط منگوانے کے لیے اس عورت کے پیچھے چند آدمی بھیجے۔ وہ خط پکڑا گیا۔ حاطب بن بلتعہ نے اقرار کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حاطب کی گردن اڑانے کی اجازت مانگی۔ تو آپ نے فرمایا۔ حاطب بدری صحابیوں سے ہے۔ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے۔ "اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم" جو چاہو کرو میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے۔ تو انہیں صرف غزوہ بدر میں شرکت کی وجہ سے کچھ نہ کہا گیا۔ کیونکہ بدری لوگ بخشے بخشائے مغفور اور مرحوم تھے۔"

حاصل کلام:-

اللہ تعالیٰ نے جن صحابہ کرام کے خلوص نیت اور صداقت قلب کی وجہ سے ان پر اپنی رضامندی ظاہر فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ کے لیے ان سے پوری طرح راضی ہے۔ یہ رضامندی کسی عارضی سبب سے نہ تھی، اور چند دنوں تک نہ تھی۔ اسی وجہ سے اس بیعت کو بیعت رضوان کہا گیا جن لوگوں کی بیعت پر اللہ تعالیٰ اپنی بیعت قرار دے

ان پر تبرا بازی کرنے والا نہ تو اللہ تعالیٰ کو علیم بذات الصدور مانتا ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے اعلان پر اس کا ایمان ہے۔

دوسری بات یہ بھی ہے۔ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیعت میں شریک ایک ہزار پانچ سو پچیس صحابہ کرام کے بارے میں فرمایا۔ کہ ان میں سے کوئی ایک بھی دوزخی نہیں۔ یعنی وہ کامل الایمان ہوتے ہوئے جنتی اور قطعی جنتی ہیں۔ تو جو شخص ان صحابہ کرام کو برا کہے۔ جو بزبان رسول جنتی ہیں۔ تو اس کی لعنت خود اسی کے اوپر لوٹے گی۔ کیونکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ جب کوئی شخص کسی پر لعنت بھیجتا ہے۔ اگر وہ لعنت کا مستحق نہیں۔ تو وہ لعنت واپس بھیجنے والے پر آپڑتی ہے۔ جو اہل جنت پر لعنت کرتا ہے۔ وہ خود ملعون اور اللہ کا مبغوض ہے۔ اس کا جنت سے دور کا بھی تعلق نہیں۔

تیسری بات یہ کہ جب آپ نے تمام بدری صحابہ کو جنتی فرما دیا۔ اور یہ بھی آپ نے فرما دیا ہے۔ کہ بیعت رضوان میں شامل تمام صحابہ جنتی ہیں۔ تو اب جو شخص ان نصوص کے ہوتے ہوئے تمام صحابہ کرام کے متعلق یہ کہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد صرف تین صحابہ مسلمان رہ گئے تھے۔ باقی سبھی مرتد ہو گئے تھے۔ تو کیا اس وقت کوئی بدری صحابی ان تین کے بغیر نہ تھا۔ اور کیا بیعت رضوان میں شریک صحابہ کرام میں سے کوئی بھی اس وقت زندہ نہ تھا۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے وقت تو کجا بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ صفین اور جمل میں بھی بدری اور بیعت رضوان میں شمولیت کرنے والے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سینکڑوں کی تعداد میں موجود تھے۔ جس کی تائید مناقب ابن شہر آشوب میں یوں مذکور ہے۔

مناقب ابن شہر آشوب:

فَكَانَ مَعَ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عِشْرُونَ أَلْفَ رَجُلٍ مِنْهُمْ الْبَدْرِيُّونَ ثَمَانُونَ رَجُلاً وَمِمَّنْ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ مِائَتَانِ وَخَمْسُونَ۔

(۱۔ مناقب ابن شہر آشوب جلد سوم صفحہ ۱۶۲
فی حرب الجمل طبع جدید)
(۲۔ تاریخ یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۱۸۲ خلافت
علی ذکر جمل)

ترجمہ:-
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ جمل میں کل بیس ہزار آدمی تھے جن میں سے اسی بدری اور دو سو پچاس بیعت رضوان میں شامل ہونے والے تھے
تاریخ یعقوبی۔ جنگ صفین میں ستر بدری اور سات سو بیعت رضوان میں شامل ہونے والے حضرت علی کے ساتھ تھے۔

(تاریخ یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۱۸۸ خلافت علی
طبع جدید)

اگر بدری صحابہ بھی موجود ہوں اور بیعت رضوان میں شریک صحابہ بھی زندہ ہوں۔ تو پھر یہ کہنا کہ حضرت علی کے تمام صحابہ مسلمان نہ رہ گئے تھے دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کافر کہنا ہے۔ ایسا عقیدہ رکھنے والے پر اللہ کی لعنت اور وہ مردود بارگاہ خدا و رسول ہے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

گستاخی نمبر ۱

حضرت عقیل اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما ذلیل ہیں

(معاذ اللہ)

حضرت عقیل رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں۔ اور حضرت عباس جو آپ کے حقیقی چچا ہیں۔ ان شیعہ لوگوں کے نزدیک (معاذ اللہ) دونوں ذلیل ہیں۔ جیسا کہ انوار نعمانیہ میں ایک طویل حدیث مذکور ہے۔ اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے جہاد میں رہ جانے کا سبب قلت اعوان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

انوار نعمانیہ

ولم يبق معي من اهل بيتي احد اطول به ولا اقوى

اما حمزة فقتل يوم احد وجعفر قتل يوم موتة

وبقيت بين خلفتين خائفين ذليلين حقيرين العباس

وعقيل وكانوا قريبوا العهد بالاسلام۔

(۱۔ انوار نعمانیہ جلد اول ص۱۴۱ مطبوعہ تبریز
طبع جدید تذکرہ نور علوی یکشف
عن سبب تقاعد امیر المؤمنین
علیہ السلام الخ)

ترجمہ: میرے اہل بیت میں سے میرے ساتھ کوئی بھی ایسا نہ تھا جس سے تقویت دینے والا

شہدا ۔ حمزہ یوم احد شہید ہو گئے ۔ جعفر جنگ موتہ میں شہادت کا جام نوش
فرما گئے ۔ اور میں ایسے دو شخصوں کے ساتھ پیچھے رہ گیا ۔ جو ذلیل ، حقیر ، اور
کمزور ہیں ۔ یعنی عباس اور عقیل ۔ ان دونوں کے اسلام کا زمانہ بھی بہت قریب
ہے

فروع کافی :

وَمَنْ كَانَ بَقِيَ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ إِنَّمَا كَانَ جَعْفَرٌ وَحَمْزَةُ
فَمَضَيَا وَبَقِيَ مَعَهُ رَجُلَانِ ضَعِيفَانِ ذَلِيلَانِ حَدِيثَا
عَهْدٍ بِالْإِسْلَامِ ۔

(۱- فروع کافی جلد ثالث کتاب الروضہ
ص ۵۱ مطبوعہ نولکشور طبع قدیم)
(۲- ارشاد القلوب مصنفہ حسن ابی محمد دیلمی
شیعی مطبوعہ بیروت جلد دوم ص ۲۹۵،
[illegible]
عن القتال)

ترجمہ :

بنی ہاشم میں سے کون باقی تھا ؟ جعفر اور حمزہ تھے لیکن وہ انتقال کر گئے ۔ اور
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ دو آدمی رہ گئے ۔ جو ضعیف اور ذلیل ہیں ۔ ان
کا اسلام لانے کا عہد بہت قریب ہے ۔ وہ دونوں عباس اور عقیل ہیں ۔

٭

فصل پنجم

گستاخی نمبر۱

حضرت علیؓ سے شیعوں کی گستاخیاں

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ووٹ لینے کی خاطر حربہ استعمال کیا

احتجاج طبرسی:-

قال سلمان فلما كان الليل حمل علي فاطمة على حمار و اخذ بيد ابنيه الحسن والحسين فلم يدع احدا من اهل بدر من المهاجرين و من الانصار الا اتى منزله و ذكره حقه و دعاه الى نصرته فما استجاب له من جميعهم الا اربعة و اربعون رجلا فامرهم ان يصبحوا بكرة محلقين رؤسهم معهم سلاحهم و قد بايعوه على الموت فاصبحوا لم يوافه منهم احد غير اربعة فقلت

لِسَلْمَانَ مَنِ الْأَرْبَعَةُ؟ فَقَالَ أَنَا وَأَبُو ذَرٍّ وَالْمِقْدَادُ وَالزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ۔

(۱۔ احتجاج طبرسی جلد اول ص ۱۰۷ ما جری بعد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم طبع جدید مطبوعہ نجف اشرف طبع قدیم ص ۸۱ نجف اشرف)

(۲۔ انوار نعمانیہ جلد اول ص ۱۰۷ انوار علوی مطبوعہ تبریز طبع جدید طبع قدیم ص ۴۵)

(۳۔ بیت الاحزان ص ۸۷ مطبوعہ قم طبع نجف)

(۴۔ کتاب سلیم بن قیس ہلالی ص ۸۲ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔

راوی کہتا ہے کہ سلیمان فارسی نے کہا کہ جب رات ہوئی۔ تو حضرت علی نے حضرت فاطمہ کو گدھے پر سوار کیا۔ اور حسن و حسین کے ہاتھ پکڑے اور بدر میں شریک ہر ایک مہاجر اور انصار کے گھر گھر گئے۔ اور اپنا حق جتلایا۔ اور اپنی مدد کرنے کو کہا تو ان میں سے صرف چوالیس آدمیوں نے حامی بھری۔ آپ نے انہیں صبح سویرے مسلح ہو کر اور سر منڈوا کر آنے کو کہا۔ ان لوگوں نے مرنے مارنے پر بیعت کی۔ جب صبح ہوئی۔ تو چار افراد کے سوا کسی نے موافقت نہ کی۔ میں نے پوچھا وہ چار کون تھے؟ کہا میں (سلمان فارسی) ابوذر، مقداد اور زبیر بن عوام۔

تہذیب المتین :-

منقول ہے۔ کہ جس روز ابوبکر کے ساتھ بیعت ہوئی۔ اسی رات کو آنحضرت نے جناب فاطمہ کو پشت مرکب پر سوار کیا۔ اور حسن حسین اپنے دونوں نورِ چشموں کو ہمراہ لیا۔ اور کل جماعت مہاجرین و انصار کے گھروں پر جا کر اپنی نصرت و حمایت کی طرف ان کو دعوت دی۔ اور حدیث غدیر کو یاد دلایا۔ یعنی اتمام حجت کامل طور پر فرمایا۔ کل چوالیس اشخاص نے حضرت کی دعوت قبول کی۔ آپ نے ان کو امر کیا کہ کل صبح سر منڈوا کر اور ہتھیار لگا کر ہمارے پاس آئیں۔ اور سر و جان کی شرط پر شرائط بیعت بجا لائیں۔ مگر صبح وہ اس سے ان پر ظلم کیا اور اپنے عہد پر قائم نہ رہے۔ چنانچہ دن ہوا۔ تو سوائے چار اشخاص سلمان فارسی ابوذر غفاری مقداد اسود اور عمار یاسر جو بدستے ذیر بار علام کے کوئی نہ آیا۔ آپ نے دوسرے پھر تیسرے روز ایسا ہی کیا۔ رات کو وعدہ کرتے تھے۔ مگر صبح کو کوئی نہ آتے تھے۔ دلائل کو تخلف الله نہیں چار اشخاص حضرت ابوعبداللہ جعفر صادق کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام خلقت مرتد ہو گئی تھی۔ ماسوا تین اشخاص سلمان، ابوذر، مقداد۔

(تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین جلد ۱
ص ۲۲۲ تا ۲۲۳ مطبوعہ یوسفی دہلی)

گستاخی ۱۲:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے موت سے ڈرتے ہوئے مجبوراً بیعت صدیق کی۔

تہذیب المتین:

بروایتے عباس بن عبدالمطلب کو معلوم ہوا۔ کہ علی علیہ السلام تلواروں کے نیچے بیٹھے ہیں۔ اور روتے ہوئے آگئے اور علی چپ تھے۔ لوگو! میرے برادر زادے سے ہاتھ اٹھاؤ۔ اور حق و مدار کو اس کے ساتھ میں اس سے بیعت کرا دوں گا پس انہوں نے حضرت کا ہاتھ پکڑ کر خلیفہ اول کے ہاتھ سے مس کر دیا۔ اور وہ اس پر راضی ہو گئے حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ حضرت امیر المومنین نے بیعت نہیں کی تا وقتیکہ حضرت کے گھر سے دھواں بلند نہیں ہوا۔

(۱)۔ تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین؛
جلد اول ص۱۳۴ مطبوعہ مطبع یوسفی دہلی)

(۲)۔ بیعت الاول لہ فیما قال ابو
عبیدہ ابن جراح مطبوعہ قم۔

(۳)۔ احتجاج طبرسی بالفاظ من ۱۳۸۵ طبع قدیم
و طبع جدید جلد اول ص۱۰۶ اکراہ علی
علی البیعۃ:

٭

گستاخی ۱۲:

حضرت علی نے اپنے زمانہ خلافت میں بھی دباؤ میں آکر حق کو ظاہر نہ کیا

مجالس المؤمنین:-

دیگر آنکہ چون حضرت امیر در ایام خلافت خود دید کہ اکثر مردم حسن سیرت ابوبکر و عمر را معتقد اند و ایشان را برحق می دانند و قدرت بر آن نداشت کہ کاری کند کہ دلالت بر فساد خلافت ایشان داشتہ باشد بنا بر آنکہ مخالفت قول و فعل ایشان دلیل است بر آنکہ ایشان ظالم بودہ اند در باب خلافت حضرت پیغمبر داشتہ اند و چون قدرت بر آن نداشتہ باشد و حال آنکہ اکثر اہل آن زمان را اعتقاد آن بود کہ امامت حضرت امیر متصل بامامت ایشان است و فساد امامت ایشان را دلیل فساد امامت او می دانستند و مشہور است کہ حضرت امیر در ایام خلافت مردم را از نماز تراویح کہ بدعت عمر است منع کرد و ایشان نعرہ وا عمراہ وا عمراہ بلند کردند و عمراہ لہذا آنحضرت بنا بر مصلحت وقت ایشان را بحال خود واگذاشت۔

(۱)- مجالس المؤمنین جلد اول ص ۲۰۳
مطبوعہ تہران سن طباعت ۱۳۷۵ھ
(۲)- انوار نعمانیہ جلد اول ص ۶۴ نور مرتضوی
مطبع تبریز ایران طبع جدید طبع قدیم ص ۱۴

ترجمہ:۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں باغ فدک کو واپس کیوں نہ کیا؟ قاضی نور اللہ شوستری اس کا اس مقام پر دوسرا جواب ذکر کر رہا ہے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں دیکھا کہ لوگ حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی حسنِ سیرت سے، انتہائی معتقد ہیں۔ اور انہیں حق پر سمجھتے ہیں۔ تو اس بنا پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ جرأت نہ ہوئی۔ کہ کوئی ایسا کام کریں۔ جو ان کی خلافت کے فاسد ہونے پر دلالت کرتا ہو۔ کیونکہ شیخین کے قول و فعل کی مخالفت ان کے ظالم ہونے کی دلیل بنتی تھی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ بننے کی عدمِ اہلیت اس سے ظاہر ہو جاتی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ میں اتنی ہمت کیونکر تھی۔ اس لیے کہ حالت یہ تھی کہ اس دور کے اکثر لوگوں کا عقیدہ یہ تھا کہ حضرت علی کی خلافت ان کی خلافت پر مبنی ہے۔ اور لوگ یہی سمجھتے تھے۔ کہ اگر بالفرض شیخین کی امامت ناجائز تھی۔ تو اس سے حضرت علی کی امامت بھی ناجائز ہو جاتی ہے اور مشہور ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں لوگوں کو نمازِ تراویح سے جو کہ حضرت عمر کی بدعت و تشریح کردہ تھی۔ روکا۔ تو لوگوں نے وا عمراہ کا شور مچا دیا۔ اور اس وقت تک لوگ خاموش نہ ہوئے جب تک حضرت علی نے مصلحتِ وقت کے تحت فیصلہ واپس لے کر لوگوں کو اپنے حال پر نہ چھوڑا۔

٭

٭

گستاخی ۵:۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو گالی دینے کی اجازت دے دی کیونکہ شیعوں کی اس میں نجات اور حضرت کی زکوٰۃ ہے۔

معاذ اللہ

نہج البلاغہ:۔

اَلَا وَاِنَّہٗ سَیَاْمُرُکُمْ بِسَبِّیْ وَالْبَرَاءَۃِ مِنِّیْ فَاَمَّا السَّبُّ فَسُبُّوْنِیْ فَاِنَّہٗ لِیْ زَکٰوۃٌ وَلَکُمْ نَجَاۃٌ

(۱۔ نہج البلاغہ خطبہ ۵۶ ص ۱۲۲ مطبوعہ بیروت چھٹا سائز)

(۲۔ مناقب ابن شہر آشوب جلد ۲ ص ۲۶۶ فی اخبارہ بالغیب مطبوعہ قم)

(۳۔ امالی طوسی جلد اول ص ۲۱۳ الجزء الثانی مطبوعہ قم)

ترجمہ:۔

غور سے سنو! عنقریب وہ تمہیں حکم دے گا کہ تم مجھے گالی دو اور مجھ سے بیزاری کا اظہار کرو۔ (میں تمہیں) ایک بات کی اجازت دیتا

ہوں آپ مجھے گالی دے دینا کیونکہ یہ میرے لیے گناہوں کا کفارہ اور آپ کے لیے ذریعہ نجات ہوگا۔

ترجمہ:-

خبردار ہو جاؤ وہ تم کو مجھے سب و شتم اور مجھ سے بیزاری کرنے کا حکم دے گا۔ رہا سب و شتم تو تم زبان سے تقیۃً اس پر عامل ہونا کیونکہ یہ امر میرے لیے درجات عالیہ اور تمہارے لیے، اس کے شرف دینے کے؛ نجات کا سبب ہے۔

(نیرنگ فصاحت خطبہ ۵۵ شد مطبوعہ یوپی)

گستاخی ۲:-

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گریبان سے پکڑا گیا۔ تو انہوں نے زاری کرتے ہوئے بارگاہِ رسالت میں فریاد کی

جلاء العیون:-

در کتاب اختصاص و بصائر الدرجات و سائر کتب بسندہائے معتبر از حضرت صادق علیہ السلام روایت کردہ اند کہ چون گریبان امیر المؤمنین علیہ السلام را گرفتند ایستاد و گفت آنچہ ہارون در جواب موسیٰ گفت کہ

نے فرمایا۔ اسے ابوبکر کس حق اور کس میراث اور کس فضیلت پر تو نے خلافت
میں تصرف کیا۔ الخ بحکم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے تو نے خم غدیر میں بیعت کی
اور بحکم پیغمبر مجھ پر بامارت مومنان تو نے سلام کیا۔ یہ سن کر شمشیر غلاف سے کھینچ
کر بالائے سر جناب امیر علیہ السلام کھڑا ہو گیا۔ اور کہا ان باتوں کو جانے
دو۔ اور بیعت کرو۔ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا اگر بیعت نہ کروں تو کیا کرو
گے۔ ثانی نے کہا۔ اگر بیعت نہ کرو گے۔ تو قتل کریں گے۔ جناب امیر علیہ السلام
نے فرمایا۔ رسول کے بھائی کو قتل کرے گا۔ بخدا سوگند۔ اگر مجھے خیال حکم خدا
اور اطاعت نہ ہوتی تو ابھی اچھی طرح معلوم ہو جاتا۔ کہ کون زیادہ
ضعیف ہے۔

(جلاء العیون اردو جلد اول ص ۲۶۰-۲۶۱
مطبوعہ شیعہ جنرل بک ایجنسی انصاف پریس
ریلوے روڈ لاہور)

لما واکن شیعہ:

فَإِنْ قُلْتَ لِمَ لَمْ يُقَاتِلِ الْإِمَامُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَبَا
بَكْرٍ مَعَ ظُلْمِهِ لَهُ وَغَصْبِهِ حَقَّهُ مِنْهُ بَلْ
كَانَ يُعِينُهُ بِرَأْيِهِ عَلَى أَمْرِهِ وَفِي ذٰلِكَ
تَقْوِيَةٌ لِبَاطِلِهِ؟
قُلْتُ كَانَ ذٰلِكَ مِنْهُ عَلَى وَجْهِ التَّقِيَّةِ
حِفْظًا لِدَمِهِ وَدِمَاءِ شِيعَتِهِ فَإِنَّهُ
عَلَيْهِ السَّلَامُ لَوْ قَاتَلَهُ بِالسَّيْفِ لَقَتَلَهُ

مَعَ شِيعَتِهِ وَأَوْلِيَائِهِ .... فَحَقَنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِذَلِكَ دِمَاءَهُ وَدِمَاءَ شِيعَتِهِ وَحَقْنُ الدَّمِ بِمِثْلِ الْخَوْفِ عَلَى النَّفْسِ مِنَ الْقَتْلِ وَاجِبٌ عَقْلًا وَنَقْلًا فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً. وَمَعَ ذَلِكَ فَقَدْ كَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَشْكُو أَبَا بَكْرٍ فِي كَثِيرٍ مِنَ الْأَوْقَاتِ.

(انوار نعمانیہ مصنفہ نعمت اللہ شیعی ص ۱۰۲
مطبوعہ قاہرہ مصر)

ترجمہ:

اگر تو کہے حضرت امام علی علیہ السلام نے ابوبکر سے قطع تعلق کیوں نہ کیا باوجودیکہ ابوبکر نے ان پر ظلم کیا ان کا حق غصب کیا، باوجود ازیں حضرت علی اپنی رائے اور مشورہ سے اس کی مدد کرتے رہے اس طرح ابوبکر کے باطل کام کو تقویت پہنچتی رہی؟

میں جواب یہ دوں گا کہ حضرت علی نے یہ طریقہ بطور تقیہ اختیار کیا تاکہ اپنا اور شیعوں کا خون بچا سکیں کیونکہ اگر آپ ابوبکر سے ایک بار بھی قطع تعلق کرتے تو انہیں ان کے شیعوں سمیت قتل کر دیا جاتا۔ اس لیے حضرت علی نے اس طرح اپنے اور اپنے شیعوں کا خون ضائع ہونے سے بچا لیا اور جب اپنی جان کو قتل کا خطرہ ہو تو اپنا خون بچانا عقلاً بھی واجب ہے اور شرعاً بھی۔ اللہ فرماتا ہے جب جان کا خطرہ ہو تو کفریہ لفظ بولا

جا سکتا ہے۔ اس کے باوجود حضرت علی علیہ السلام اکثر اوقات ابوبکر سے اپنے حق کا شکوہ کرتے رہتے تھے۔

ان روایات کی حقیقت جن سے حضرت علی کی مظلومیت ثابت ہوتی ہے

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حصولِ خلافت کی خاطر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو گدھے کی پشت پر بٹھا کر بدری مہاجرین و انصار کے دروازوں پر بطور سفارش پھرایا اس کے باوجود چار افراد کے سوا کسی نے حمایت نہ کی۔

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تلواروں کے سایہ میں بیٹھے دیکھ کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے منت سماجت کی۔ کہ میرے بھتیجے کچھ تو کہو میں ان سے بیعت کروا لیے دیتا ہوں۔ لہذا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھ کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے مس کر دیا۔ دوسری روایت کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گلے میں رسّا ڈال کر کھینچ کر لایا گیا۔ جب ان کا گزر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کے پاس ہوا تو پکار اٹھے۔ اے میرے بھائی! لوگوں نے مجھے بے بس کر دیا ہے اور میرے قتل کے درپے ہیں۔ یہ کہہ کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ اور اپنی جان کے خوف سے ہمیشہ باول نخواستہ باطل کی حمایت کرتے رہے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بہتر مشورے دیتے رہے بلکہ ایسا کرنا آپ پر واجب تھا۔

۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے دورِ خلافت میں بعض احکام شرعیہ نافذ نہ کر سکے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ لوگ حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کی خلافت کو خلافت علی کے لیے بنیاد سمجھتے تھے۔ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ شیخین میں سے کسی ایک کے طریقہ کے خلاف چلتے تو لوگ یہ برداشت نہ کر سکتے۔ اس لیے جب نماز تراویح کو روکنا چاہا جسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شروع

فرمایا خدا کو راضی کرنے والے معاملات کے خلاف ہو گئی۔ حتیٰ کہ آپ کو راستے بدلنی پڑی۔

۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالی دینے اور برا بھلا کہنے کو کوئی کہے۔ تو اس کی بات مان کر گالی دینا چاہیے۔ کیونکہ ایسا کرنے میں حضرت علی کے لیے زیادہ درجات و فضائل اور سب و شتم کرنے والے کے لیے نجات ہے۔

تردید امر اول: طلب خلافت کیلئے حضرت علی پھرتے رہے کی تردید شان اہل بیت کی روشنی میں

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ کہنا کہ انہوں نے حصول خلافت کے لیے تمام مہاجرین و انصار کے دروازہ پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو لے جا کر اپنا حق طلب کیا۔ اس میں حضرت علی کی توہین نہیں بلکہ سیدہ خاتون جنت کی انتہا درجہ گستاخی اور بے ادبی ہے۔ ہم گذشتہ اوراق میں "کشف الغمہ" کے حوالے سے ذکر کر چکے ہیں۔ کہ خاتون جنت نے بوقت وصال یہ وصیت فرمائی تھی۔ کہ میرا جنازہ رات کے وقت اٹھایا جائے۔ تاکہ کوئی شخص میرے کفن پر بھی نظر نہ ڈال سکے۔ لیکن ان تمام نام نہاد محبان اہل بیت نے یہ بھی نہ سوچا کہ انہوں نے خاتون جنت کو وہ مقام بھی تو دیا جو ان کی اپنی بیٹیوں کو نصیب ہے۔ انہیں اگر اپنی بیٹی یا بیوی کو کسی کے گھر پر سوالی بنا کر لے جانا پڑے۔ تو اسے اپنے لیے عار سمجھیں گے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر نیک اختر حیدر کرار کی بیوی اور حسنین کریمین کی والدہ کو ان ظالموں نے من گھڑت روایات کے ذریعہ سوالی بنا کر در در پھرایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ کیسے گوارا ہو گا۔ کہ وہ دختر رسول کو در بدر لیے پھریں۔ اور خلافت کی بھیک مانگیں۔

حاشا و کلا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایسا ہونا ناممکن ہے۔ گویا اس ایک بات ذکر کرنے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک توہین کی گئی اور سیدہ خاتون جنت کی عصمت و عزت کو داغدار کرنے کی ناپاک جسارت بھی کی گئی۔ اور یہ سب کچھ محبت اہل بیت کا ڈھونگ

دکھا کر پیش کیا گیا۔ جن کی شجاعت و جوانمردی پر تمام غزوات گواہ ہیں جنہیں اسد اللہ الغالب کا
لقب ملا۔ انہیں تم اس قدر بزدل ثابت کر رہے ہو اور جن کی عصمت و طہارت اللہ تعالیٰ کو منظور تھی ان کا
یہ عالم کر دیا کہ بیوی کی طرف سے بھی ڈر گیا۔ تم ان کے بارے میں روایت کرتے ہو کہ آگئے گھر
پر سب کچھ دیکھتے رہنے کے بعد اس افسانہ تراشنے والے پر لعنت بھیجنے کے سوا کوئی
چارہ نہیں رہتا۔

تردید امر دوم: حضرت علی کی بزدل ہونے کی تردید آپ کے معاملات و اقوال کی روشنی میں۔

حضرت شیر خدا کی طرف اس بات کی نسبت کرنا کہ آپ کے گلے میں رسی ڈال کر اور کھینچ کر
آپ کو مسجد میں لایا گیا اور جب آپ روضہ پاک کے سامنے آئے تو رو کر عرض کی کہ میں
بے بس کر دیا گیا۔ اور لوگ میرے قتل در پے ہیں۔ پھر ابو بکر صدیق کے ہاتھ سے ان کا ہاتھ
مس کرا کے بیعت کا معاملہ ختم کر دیا گیا۔

اس واقعہ کو پڑھنے کے بعد ہر شخص یہی کہے گا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک ایک
بات انتہائی طور پر پست ہمتی اور بے ادبی کی ہے کیونکہ اپنا بیگانہ سبھی جانتے ہیں کہ شجاعت
حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حصہ تھی۔ اور دنیا کے سامنے جھکنا انہیں آتا ہی نہ تھا۔ آپ کی تو یہ
شان ہے ۔

شاہ مرداں شیر یزداں قوت پروردگار
لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

اس شخصیت کے بارے میں یہ تصور کرنا کہ انہیں گلے میں رسی ڈال کر بھیڑ بکری کی طرح
کھینچا گیا۔ کہاں درست ہے؟ اور اس تصور کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شخصیت سے کیا تعلق
ہے؟ باقی رہا یہ کہ آپ نے با دل نخواستہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی
اور صدق دل سے نہ چاہتا تھا یہ بھی گھڑنت ہی ہے۔ کیونکہ اس کی تردید خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے

فرمائی ہے۔ آپ کے ایسے اقوال ملاحظہ ہوں۔

حضرت علی کے ایسے چند اقوال ملاحظہ فرمائیں

قول اول:۔

مناقب ابن شہر آشوب:۔

وَاللہِ لَوْ تَظَاهَرَتِ الْعَرَبُ عَلٰی قِتَالِیْ لَمَا وَلَّیْتُ عَنْهَا وَلَوْ اَمْکَنَتِ الْفُرَصُ مِنْ رِقَابِهَا لَسَارَعْتُ اِلَیْهَا۔

(۱۔ مناقب ابن شہر آشوب جلد ۲ ص ۴۹
فی المسابقۃ بالشجاعۃ مطبوعہ قم)
(۲۔ نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۴۵ ص ۴۱۸ مطبوعہ
بیروت طبع جدید صبحی صالح)

ترجمہ:۔

خدا کی قسم! اگر تمام عرب مجھ سے لڑنے پر آمادہ ہو جائیں۔ تو میں کبھی پشت نہ دکھاؤں گا جب تک میرے پیچھے یہ کھڑا رہا۔ اگر میں ان کی گردنیں مار دوں۔ اس وقت تک میں ان پر تابڑ توڑ حملے کروں گا۔

قول ثانی:۔

نہج البلاغہ:۔

لَقَدْ کُنْتُ وَمَا اُهَدَّدُ بِالْحَرْبِ وَلَا اُرَهَّبُ بِالضَّرْبِ وَاِنِّیْ

[illegible]

([illegible])

ترجمہ:-

میدان حرب و ضرب میں میں نہ رہتا تو میرا یہی عقیدہ ہے۔ میں کبھی رذائل کے نام سے ڈرایا نہیں جا سکتا اور نہ کسی ضرب نیزہ و شمشیر سے مجھے خوف دلایا جا سکتا ہے۔ اگر کسی شخص نے میدان جنگ میں خوف و بیم کی نسبت میری طرف کی ہے تو نہیں کی، میں اپنے پروردگار کی جانب سے یقین پر محکم و استوار ہوں۔ مجھے فنا فی اللہ کا مرتبہ حاصل ہے۔ اور وہ موت جس سے تم لوگ خوف کرتے ہو اور دوسروں کو بھی ڈراتے ہو، میرے پروردگار عالم نے اس موت کے خوف سے مجھے نجات عطا فرمائی ہے۔ میں تو اس سے ملاقی ہوں۔ حیات ابدی کا شائق ہوں۔ مجھے اس سے قطعی کوئی خوف یا وحشت نہیں، اور نہ مجھے اپنے دین اسلام میں کوئی شبہ اور شک نہیں ہے۔

قول ثالث:-

نہج البلاغہ:-

اَلذَّلِيْلُ عِنْدِيْ عَزِيْزٌ حَتّٰى اٰخُذَ الْحَقَّ لَهٗ وَالْقَوِيُّ عِنْدِيْ ضَعِيْفٌ حَتّٰى اٰخُذَ الْحَقَّ مِنْهُ رَضِيْنَا عَنِ اللّٰهِ قَضَآءَهٗ وَسَلَّمْنَا لِلّٰهِ اَمْرَهٗ اَتَرَانِيْ اَكْذِبُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ لَاَنَا اَوَّلُ مَنْ صَدَّقَهٗ فَلَا اَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ كَذَبَ عَلَيْهِ فَنَظَرْتُ فِيْ

أَمْرِي فَإِذَا طَاعَتِي قَدْ سَبَقَتْ بَيْعَتِي وَإِذَا الْمِيثَاقُ فِي عُنُقِي لِغَيْرِي۔ (نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۳۷ ص ۸۹ مطبوعہ تبریز طبع جدید)

ترجمہ:۔

ہر ایک ذلیل میرے نزدیک عزیز ہے۔ یہاں تک کہ میں اس کے غیر سے اس کا حق لے لوں۔ اور ہر ایک قوی میرے نزدیک ضعیف ہے۔ حتی کہ مستحق کا حق اس سے دلایا جائے۔ (یعنی وہ شخص جو اپنی قوت غضبیہ کا پابند ہو کر کسی کا حق چھین رہا ہے۔) میری شکل اور میری حالت آپ سے تحریر و شکوہ کر سکتی ہے۔ ہم قضائے الٰہی کے پابند ہو کر اس کی قضا پر راضی ہیں۔ اور ہم نے اس کے حکم کو بسر و چشم تسلیم کر لیا ہے۔ (اور ہم بدوں شائبہ شرک کے اس کے حکم کو اسی سے مختص سمجھتے ہیں۔) اب پیغمبر کی ذات کے بعد جو ہم نے جہاد کیا اور احقاق حق میں تاخیر کی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اغیار اس کے مستحق ہیں۔ (ورنہ ہمیں روکنا نہیں چہ جائیکہ بلکہ یہ رضا بقضائے الٰہی کا معاملہ تھا) کیا تو گمان کرتا ہے۔ کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان باندھ رہا ہوں۔ کیا میں معاذ اللہ دروغ گوئی کی طرف نسبت دے رہا ہوں۔ (ورنہ اپنے آپ کو ان کا خلیفہ بلا فصل ثابت کرنا دوسروں کی طرح اپنے حق خلافت کا اظہار رسول اللہ کو بار بار اس کی تشریح کرتا) معاذ اللہ حضرت پر اتہام نہیں۔ اور میں ان پر جھوٹ نہیں بول سکتا کیونکہ قسم خدا کی میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے رسول کی تصدیق کی ہے۔ اور اب میں یہ نہ کروں گا کہ اس کی اول تکذیب کرنے والا ہو سکتا ہوں (اور یہ اسی صبر و رضا کا نتیجہ ہے کہ وفات رسول کے بعد) جب میں نے اپنے امور پر نظر کی۔ تو نگاہ پڑی کہ دیکھا کہ میرا خدا کی اطاعت کرنا اپنے لیے

بیعت لینے سے مقدم ہے۔ (یعنی اللہ کے رسول کے حکم کے مطابق ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لینا اپنے لیے بیعت لینے سے مقدم ہے۔)

(نیرنگ فصاحت ترجمہ نہج البلاغہ ص ۵۰
مطبوعہ یوسفی دہلی)

قول رابع :۔ جو بیعت کے باوجود نہ حق نہ مانگیں میں اس سے لڑنے والا رہوں گا۔

نہج البلاغہ :۔

اَلَا وَاِنِّیْ مُقَاتِلٌ رَجُلَیْنِ رَجُلًا ادَّعٰی مَا لَیْسَ لَهٗ وَاٰخَرَ مَنَعَ الَّذِیْ عَلَیْهِ۔

(نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۱۷۲ ص ۲۴۸
مطبوعہ بیروت)

ترجمہ :۔

خبردار! میں دو شخصوں سے ضرور لڑوں گا۔ ایک اس سے جو ایسی چیز کا دعویٰ کرتا ہے جو اس کی نہیں۔ دوسرا وہ جو اس چیز کو منع کرے جو اس پر واجب ہے۔

نوٹ :۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ان اقوال نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ جو شخص آپ کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ آپ کے گلے میں رسی ڈال کر بیعت کے لیے مجبور کیا گیا وہ بہت بڑا کذاب ہے۔ کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ جو ان کی کسی چیز (خلافت) کا

اہل ہوتا اور اس کا دعویٰ کرتے تو میں اس کے خلاف ضرور لڑوں گا۔ اگر میرے مقابلے میں پورا عرب بھی آجائے۔ تو ان کی گردنیں اتار دینے میں دیر نہ کروں گا۔ عجیب کہ یہ امر ثابت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسئلہ خلافت پر جنگ نہیں لڑی۔ اور جہاد نہیں کیا۔ تو یہ اس بات کی واضح دلیل ہے۔ کہ آپ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت اس لیے کی۔ کہ آپ انہیں خلافت کا اہل سمجھتے تھے۔ بلکہ اس بیعت کرنے کو بطور خوشی ذکر کرتے ہیں۔ کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عہد لیا ہوا ہے کہ میں آپ کے وصال کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کروں۔ لہذا ثابت ہوا۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گلے میں رسی ڈال کر بیعت کرنے کا قصہ ایک مظلومانہ افسانہ ہے۔ اور پھر اس قصہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بزدل و بے حوصلہ، گریہ و زاری کرتے دکھاتا اور اپنی بے بسی پر روتا ظاہر کرنا اور مظلومانہ انداز میں فریاد کرنا یہ سب کچھ شیعہ حضرات کی خرافات اور بیہودہ گوئیاں ہیں۔ ان کے ذریعہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شخصیت کی توہین کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حقہ تعظیم و توقیر کی توفیق بخشے آمین۔

تردید امر سوم: آپ نے تقیہ ظاہر کیا* آپ کی وصیت کی روشنی میں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اس امر کی نسبت کرنا کہ آپ اپنے دور خلافت میں بعض احکامات شرعیہ پر عمل نہ کر سکے یہ کہ آپ کی ذات پر بہت بڑا بہتان اور اتہام ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وصیت اس امر کی صاف صاف تردید کرتی ہے۔

وصیت ۱:

نہج البلاغہ:

أُوصِيكُمَا بِتَقْوَى اللهِ وَأَلَّا تَبْغِيَا الدُّنْيَا وَإِنْ

اِبْتَغَتْكُمَا وَلَا تَأْسَفَا عَلٰى شَيْءٍ مِنْهَا زُوِيَ عَنْكُمَا وَقُوْلَا بِالْحَقِّ وَاعْمَلَا لِلْاَجْرِ وَكُوْنَا لِلظَّالِمِ خَصْمًا وَلِلْمَظْلُوْمِ عَوْنًا اُوْصِيْكُمَا وَجَمِيْعَ وَلَدِيْ وَاَهْلِيْ وَمَنْ بَلَغَهٗ كِتَابِيْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَنَظْمِ اَمْرِكُمْ وَصَلَاحِ ذَاتِ بَيْنِكُمْ۔

(نہج البلاغہ جلد ثانی از خطبہ نمبر ۴۷ ص ۴۲۱
مطبوعہ بیروت

ترجمہ:-

(حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سر مبارک پر جب ابن ملجم نے تلوار ماری تو آپ نے حسنین کریمین کو بلا کر یہ وصیت فرمائی۔) میں تم دونوں کو خدا سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ میری یہ وصیت ہے کہ تم دنیا کو طلب نہ کرنا اگرچہ وہ تمہیں طلب کرے۔ تمہاری طرف مائل ہو۔ اور کسی ایسی چیز پر حسرت اور افسوس ظاہر نہ کرو۔ جو از قسم مال دنیا کی تم تک پہنچنے سے روک دی جائے سچی باتوں پر زبان کھلے۔ اجر و ثواب کے واسطے عمل کرنا۔ ظالم کے دشمن رہنا اور مظلوم کے مددگار رہنا۔ تم دونوں کو (خصوصاً) اور تمام بیٹوں اور اہل و عیال اور جس شخص تک یہ نوشتہ میرا پہنچے اس کو (عموماً) وصیت کرتا ہوں کہ تقویٰ الٰہی اختیار کرو۔ اور اپنے امور کا اہتمام کرو۔

(نیرنگ فصاحت ترجمہ نہج البلاغہ ص ۴۳۳
مطبوعہ مطبع یوسفی دہلی)

تو عذاب خدا سے تمہیں مہلت نہیں ملے گی۔ اپنے اموال اپنے نفوس اور اپنی زبانوں
کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کرنے میں خدا سے ڈرو خدا سے ڈرو تم پر لازم
ہے کہ آپس میں مواصلت اور احسان کرتے رہو۔ ایک دوسرے کی طرف
رخ نہ کرنے اور قطع رحمی سے الگ رہو۔ امر معروف اور نہی عن المنکر کو نہ چھوڑو
ورنہ تمہارے اشرار بدکردار تم پر حاکم ہو جائیں گے پھر تم دعا مانگو گے
مگر وہ قبول نہ کی جائے گی۔

(نیرنگ فصاحت ترجمہ نہج البلاغہ ص ۴۳۳
مطبوعہ یوسفی دہلی)

خلاصہ کلام:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے آخری ایام کی وصیتیں اس امر کی وضاحت کر رہی ہیں کہ
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کسی ظالم کے ڈر سے کبھی بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو نہیں
چھوڑا۔ اور جو بھی آپ کی زبان سے کبھی حق کے خلاف نہ نکلا۔ خود بھی اس کے پابند تھے
اور اپنے بعد حسنین کو بھی اور دیگر اعزہ و اقارب کو بھی اسی کا پابند دیکھنا چاہتے تھے۔ اسی لیے
انہیں بار بار وصیت فرمائی کہ تمہاری زبان حق کے لیے کھلنی چاہیے۔ ظالم کی سرکوبی کرنا۔
مظلوم کی یاری و مددگاری کرنا۔ کسی سے نہ ڈرنا۔ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو کسی حال میں بھی
ترک نہ کرنا۔ بار بار خدا کا خوف یاد دلایا۔ اور یہاں تک فرما دیا۔ کہ اگر تم نے نیکی کا حکم اور
بدی سے منع کرنا ترک کر دیا۔ تم برے لوگوں کے تحت ہو جاؤ گے۔ پھر تم دعا مانگو
گے۔ پھر تمہاری دعائیں بھی شرف قبولیت سے محروم ہو جائیں گی۔
جب خود بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ ان وصایا اور تعلیمات کے عامل تھے۔ اور
اپنے بعد اپنے اہل و عیال کو بھی اسی کا پابند دیکھنا چاہتے تھے۔ تو پھر ان کے بارے یہ کہنا

کیسا کرمی نفوس سے ڈر کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے احکام الٰہی سے روگردانی کی۔ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو چھوڑ دیا۔ کتنا بڑا بہتان ہے۔ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لگایا گیا ہے۔

تردید امر چہارم:- حضرت علی کو گالی دینے کے جواز کی تردید احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اس بات کو منسوب کرنا کہ جب تمہیں کوئی مجھے گالی دینے کو کہے۔ تو اس کا کہنا مان لینا۔ کیونکہ مجھے گالی دینے سے میری زکوٰۃ اور تمہیں نجات حاصل ہو جائے گی۔ یہ بہت بڑی گستاخی ہے۔ اور دشمنی کی انتہا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

امالی شیخ صدوق:-

لَقَدْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ سَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ سَبَّنِيْ وَمَنْ سَبَّنِيْ فَقَدْ سَبَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ

(امالی شیخ صدوق مکتبہ مکتب قم ص ۹۰ مجلس الحادی وعشرون)

ترجمہ:-

ابن عباس فرماتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔ کہ جس نے علی کو برا بھلا کہا اس نے مجھے برا بھلا کہا۔ اور جس نے مجھے برا بھلا کہا اس نے اللہ عزوجل کو برا بھلا کہا۔

"مناقب ابن شہر آشوب" کی ایک روایت۔

مناقب ابن شہر آشوب:-

مَرَّ ابْنُ عَبَّاسٍ بِقَوْمٍ يَسُبُّوْنَ عَلِيًّا فَقَالَ اَيُّكُمْ

السّابّ اللہ فانکروا قال فیکم السّاب لرسول اللہ
فانکروا قال فیکم السّاب علیا قالوا فھذا نعم
قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یقول من سبّ علیا فقد سبّنی ومن سبّنی فقد
سبّ اللہ فقد کفر۔

(مناقب ابن شہر آشوب مطبوعہ قم ص ۲۲۱
جلد سوم فی حب علیہ السلام)

ترجمہ:-

حضرت ابن عباس کا چند لوگوں سے گزر ہوا جو حضرت علی کو گالی دے رہے تھے۔ ابن عباس نے ان سے پوچھا تم میں سے کون اللہ کو گالی دے رہا تھا۔ سب نے کہا۔ کوئی بھی نہیں۔ پوچھا۔ تم میں سے اللہ کے رسول کو کون گالی دے رہا تھا؟ پھر سب نے انکار کر دیا۔ پوچھا۔ علی کو کون گالی دے رہا تھا۔؟ کہنے لگے ہم۔ تو ابن عباس نے فرمایا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ نے فرمایا جس نے علی رضی اللہ عنہ کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی۔ اور جس نے مجھے گالی دی اس نے اللہ کو گالی دی پس اس نے کفر کیا۔

خلاصہ:-

مذکورہ احادیث و روایات سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالی دینے والا اللہ اور اس کے رسول کو گالی دے رہا ہے۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کو گالی دیتا ہے۔ وہ دائرہ اسلام سے خارج۔ اب ان من گھڑت روایات کے موجد خود ہی بتلائیں

کہ کیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایسی اجازت دے سکتے ہیں۔ جس کی وجہ سے کوئی شخص کافر و مرتد ہو جائے؟ دوسرے الفاظ میں یہ کہا جائے گا۔ کہ معاذ اللہ ان جھوٹی روایات کو گھڑ لیا جائے۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ لوگوں کو کافر اور مرتد ہونے کی اجازت دے رہے ہیں۔

جو لوگ اپنی بد عقیدگی کی وجہ سے اور اپنے من گھڑت عقیدہ و تقیہ کی شان بلند کرنے کے لیے اس قسم کی واہی تباہی بکتے ہیں۔ انہیں اپنی آخرت کی فکر بھی کرنا چاہیئے۔ اور کسی وقت یہ بھی سوچنا چاہیئے۔ کہ ہم جن باتوں کی تبلیغ و اشاعت کر رہے ہیں۔ اس کا انجام کیا ہوگا۔ ہم ان دیکھیں ان کا کیا اجر ملے گا؟ یہ تو بات واضح ہے کہ ان فرسودہ اور من گھڑت روایات سے تمہارا دو تقیہ تو زندہ ہو جائے گا۔ اور تمہارا مذہب بھی مشہور عام ہو جائے گا۔ لیکن ایمان کے نام کی کوئی چیز تمہارے پاس نہ رہے گی۔ خدا عقل دے۔ اور ہدایت پاؤ۔

واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم

فصل ششم

سیدہ فاطمہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی شان میں گستاخیاں

گستاخی نمبر ۱

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سخت الفاظ میں ڈانٹا

حق الیقین:

پس حضرت فاطمہ بجانب خانہ برگردید و حضرت امیر انتظار معاودت او میکشید چوں بمنزل شریف قرار گرفت از روئے مصلحت خطابہائے درشت با سید اوصیا نمود کہ مانند جنین در رحم پردہ نشین شدہ ومثل خائنان در خانہ گریختہ و بعد از آنکہ شجاعان دہر را بر خاک ہلاک افگندی مغلوب این گمراہان گردیدۂ ۔

(۱)۔ حق الیقین ص ۱۲۷۔ احتجاج حضرت زہرا با ابوبکر در امر فدک مطبوعہ تہران)
(۲)۔ امالی طوسی جلد نمبر ۲ ص ۲۹۶ مطبوعہ قم [illegible])

پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا گھر واپس آگئیں جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کی واپسی کے منتظر تھے جب گھر تشریف لائیں تو مصلحت کے تحت حضرت علی

سیدہ صاحبہ نے نہایت دلیرانہ گفتگو کی۔ کہ تم بچہ کی طرح شکم مادر میں پردہ نشین ہو گئے۔ اور ذلیل لوگوں کی طرح بھاگ گئے۔ تم نے زمانہ کے بہادروں کو پچھاڑا لیکن ان نامردوں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔

گستاخی ۲ :-

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تنگدستی کی وجہ سے آپ سے نکاح ہونے پر سیدہ فاطمہ سخت روئیں

امالی الشیخ الصدوق :-

حَدِّثْنِي بِحَدِيثٍ فِي فَضَائِلِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ (ع) قَالَ فَقُلْتُ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ كُنَّا قُعُودًا عِنْدَ النَّبِيِّ (ص) إِذْ جَاءَتْ فَاطِمَةُ (ع) تَبْكِي بُكَاءً شَدِيدًا فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ (ص) مَا يُبْكِيكِ يَا فَاطِمَةُ قَالَتْ يَا أَبَهْ عَيَّرَتْنِي نِسَاءُ قُرَيْشٍ وَقُلْنَ إِنَّ أَبَاكِ زَوَّجَكِ مِنْ مُعْدِمٍ لَا مَالَ لَهُ فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ (ص) لَا تَبْكِينَ فَوَاللهِ مَا زَوَّجْتُكِ حَتَّى زَوَّجَكِ اللهُ مِنْ فَوْقِ عَرْشِهِ وَأَشْهَدَ بِذَلِكَ جِبْرِيلَ وَمِيكَائِيلَ وَإِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ اطَّلَعَ عَلَى أَهْلِ الدُّنْيَا فَاخْتَارَ مِنَ الْخَلَائِقِ أَبَاكِ فَبَعَثَهُ نَبِيًّا ثُمَّ اطَّلَعَ ثَانِيًا فَاخْتَارَ مِنَ الْخَلَائِقِ عَلِيًّا

فَزَوَّجْتُكَ اِيَّاهُ۔

(۱) (الامالی والمجالس للشیخ الصدوق ص ۲۴۳

مجلس سابع و سبعون)

(۲) (ارشاد القلوب جلد ۲۔ ص ۲۳۴ تحت الثانی

الباب [illegible] مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

راوی کہتا ہے۔ کہ میں اور ابو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اچانک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بہت زیادہ روتی ہوئی آگئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ کیا وجہ ہوئی۔ عرض کی۔ قریشی عورتوں نے طعنہ دیا ہے۔ کہ تجھے تیرے باپ نے ایسے شخص سے بیاہ دیا ہے۔ جو تنگ دست اور غریب ہے۔ حضور نے سن کر فرمایا مت رو۔ اللہ کی قسم! میں نے تیری شادی اس وقت کی جب عرش کے اوپر اللہ نے تیری شادی کر دی۔ اور جبریل و میکائیل اس کے گواہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی طرف دیکھا۔ تو ان میں سے تیرے والد کو پسند فرما کر انہیں نبی بنا کر مبعوث کیا۔ پھر دوسری مرتبہ دیکھا۔ تو ان میں حضرت علی کو پسند فرما کر تیری شادی ان سے کر دی۔

گستاخی ۵:

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی کی شکایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کی۔

جلاء العیون:

در کشف الغمہ از حضرت امام محمد باقر علیہ السلام روایت کردہ است کہ روزی

حضرت فاطمہ علیہا السلام شکایت کرد از حضرت امیر المومنین علیہ السلام کہ ہر چہ بہم میرسانند میان فقرا و مساکین قسمت میکند حضرت فرمود کہ اے فاطمہ مرا خواہی کہ مرا خشم آوری در باب برادرم و پسر عمم بدرستیکہ خشم او خشم منست و خشم من خشم خداست پس حضرت فاطمہ فرمود کہ پناہ می برم بخدا از غضب خدا و رسول۔

(جلاء العیون جلد اول ص ۱۴۹ زندگانی فاطمہ زہرا علیہا السلام مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

امام باقر رضی اللہ عنہ سے کشف الغمہ میں روایت ہے۔ کہ ایک دن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضور کی خدمت میں حضرت علی کی شکایت کی۔ کہ انہیں جو کچھ ملتا ہے۔ وہ فقرا و مساکین میں تقسیم کر دیتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ فاطمہ! مجھے غصہ میں لانا چاہتی ہو۔ وہ میرا بھائی اور چچا زاد ہے۔ اس کو ناراض کرنا مجھے ناراض کرنا ہے۔ اور میری ناراضگی خدا کی ناراضگی ہے۔ کہ حضرت فاطمہ نے کہا۔ میں اللہ اور اس کے رسول کے غضب سے اللہ کی پناہ چاہتی ہوں۔

گستاخی نمبر:۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علی کے ساتھ اپنے نکاح کے بارے میں ناخوش تھیں

فروع کافی:۔

عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ شُعَيْبٍ قَالَ لَمَّا زَوَّجَ رَسُولُ اللهِ صَ

اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ دَخَلَ عَلَيْهَا وَهِيَ تَبْكِي فَقَالَ لَهَا مَا يُبْكِيكِ فَوَاللهِ لَوْ كَانَ فِي أَهْلِي خَيْرٌ مِنْهُ مَا زَوَّجْتُكِهِ وَمَا أَنَا أَزْوَجْتُهُ لَكِنَّ اللهَ زَوَّجَكِ وَأَصْدَقَ عَنْكِ الْخُمُسَ مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ۔

(فروع کافی جلد دوم ص ۱۵۵ مطبوعہ نولکشور
طبع تہران جدید جلد ۵ ص ۳۷۸ کتاب النکاح
مطبوعہ تہران باب ما تزویج سیدۃ النساء
فاطمہ علیہا السلام)

ترجمہ:-
یعقوب بن شعیب کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ اور حضرت علی کا رشتہ کر دیا۔ تو آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے۔ اس وقت وہ رو رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا۔ کیوں رو رہی ہو؟ اللہ کی قسم! اگر میرے خاندان میں علی سے کوئی بہتر ہوتا۔ تو میں تیرا نکاح علی سے نہ کرتا۔ میں نے کر اس لیے تیرا نکاح نہیں کیا۔ بلکہ یہ نکاح اللہ نے کیا ہے۔ اور خمس کو تیرا مہر مقرر کیا۔ جب تک آسمان و زمین قائم ہیں۔

گستاخی نمبر ۵

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ایک غیر مرد کا گریبان پکڑ کر کھینچا اور انہیں برا بھلا کہا

اصول کافی:

عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ وَ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ قَالَا
اَنْ کَانَ مِنْ اَمْرِهِمْ مَا کَانَ اَخَذَتْ بِتَلَابِیْبِ
عُمَرَ فَجَذَبَتْهُ اِلَیْهَا ثُمَّ قَالَتْ اَمَا وَاللّٰهِ یَا
ابْنَ الْخَطَّابِ لَوْلَا اَنِّیْ اَکْرَهُ اَنْ یُّصِیْبَ الْبَلَاءُ
مَنْ لَا ذَنْبَ لَهٗ لَعَلِمْتَ اَنِّیْ سَاُقْسِمُ عَلَی اللّٰهِ ثُمَّ
اَجِدُهٗ سَرِیْعَ الْاِجَابَةِ۔

(اصول کافی جلد اول ص [illegible] مطبوعہ نولکشور

طبع قدیم
کتاب الحجۃ باب مولد فاطمہ مطبوعہ تہران
طبع جدید جلد اول ص [illegible])

ترجمہ:

امام باقر و امام صادق رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان کی طرف سے جو ہوا سو ہوا۔ جناب فاطمہ نے حضرت عمر کا گریبان پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور کہا۔ خدا کی قسم! اے ابن خطاب! اگر مجھے بے گناہ (بے قصور) افراد کا مصیبت میں پڑ جانا ناگوار نہ ہوتا۔

کو قربان لینا کریں اللہ کو قسم دے دیتی۔ اور وہ بہت جلد آپ سے قبول فرما لیتا۔

گستاخی ۷:-

سیدہ نے حضرت علی کو دامن سے پکڑا۔ اور ان کے ہاتھوں پر مارا

الامالی والمجالس للشیخ الصدوق:-

قالت فاطمة الكاتبة وانت اي جابيان ولا اشك الا وانك بخلتنا في الخرج لم يكن لنا منه درهم واخذت بطرف ثوب علي (ع) فقال علي يا فاطمة خليني فقالت لا والله او يحكم بيني و بينك ابي فهبط جبرئيل على رسول الله فقال يا محمد الله يقرئك السلام و يقول اقرأ عليا مني السلام وقل لفاطمة ليس لك ان تضربي على يديه ولا تلزمي بثوبه فلما اتى رسول الله (ص) منزل علي (ع) وجد فاطمة ملازمة لعلي فقال لها يا بنية ما لك ملازمة لعلي قالت يا ابه باع الحائط الذي غرسته له باثني عشر الف درهم لم يحبس لنا منه درهما نشتري

بِهِ طَعَامًا فَقَالَ يَا بُنَيَّةُ إِنَّ جِبْرَئِيلَ يُقْرِئُنِي مِنْ
رَبِّي السَّلَامَ وَيَقُولُ اِقْرَأْ عَلِيًّا مِنْ رَبِّهِ السَّلَامَ
وَأَمَرَنِي أَنْ أَقُولَ لَكِ لَيْسَ لَكِ أَنْ تَضْرِبِي عَلَى
يَدَيْهِ وَلَا تَلْزَمِي بِثَوْبِهِ.

(۱) الامالی والمجالس شیخ الصدوق ص ۲۸۱
مجلس حادی و سبعون مطبوعہ ایران قم طبع جدید
(۲) انوار نعمانیہ جلد اول ص ۸۵ نور مرتضوی
مطبوعہ تبریز طبع جدید چار جلدوں میں)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک باغ حضرت علی کو دیا۔ انہوں نے بیچا تو نقدی
کی صورت سے وہ بارہ ہزار درہم کی رقم مساکین کو تقسیم کر دی
جب گھر آئے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں اور میرے دونوں بیٹے
بھوکے ہیں۔ اور آپ نے بھوک کے باوجود ان پیسوں میں سے ایک بھی درہم
ہمارے لیے نہیں رکھا؟ پھر حضرت علی کا دامن پکڑ لیا۔ حضرت علی کہنے لگے۔
فاطمہ چھوڑ دو۔ جواب دیا۔ نہیں جب تک خدا کی قسم میرے اور آپ کے
درمیان میرے والد فیصلہ نہ کر دیں۔ جبرائیل آئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کو اللہ کا سلام پہنچایا۔ اور کہا۔ کہ اللہ نے حضرت علی کو سلام بھیجا ہے اور
آپ کو حکم دیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میری طرف سے فاطمہ کو کہہ دینا کہ
تجھے یہ زیب نہیں دیتا کہ حضرت علی کا کپڑا پکڑے۔ اور ان کے ہاتھوں پر
مارے۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کے گھر تشریف لے گئے۔
تو دیکھا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کپڑا پکڑا ہوا ہے

فرمایا بیٹی۔ علی کے دامن کو کیوں پکڑے ہوئے ہو؟ کہا ابا جان آپ نے
جو باغ انہیں دیا تھا تو انہوں نے بارہ ہزار درہم کو بیچ دیا لیکن ہمارے
لیے ایک درہم بھی نہ چھوڑا تاکہ ہم اس سے کچھ کھانا خرید لیتے۔ حضور نے
فرمایا۔ بیٹی! جبرئیل نے مجھے اللہ کا سلام پہنچایا اور یہ پیغام دیا کہ علی کو
سلام کہہ دینا۔ اور اللہ نے مجھے حکم دیا کہ تجھے کہوں کہ تیرے لیے مناسب
نہیں۔ کہ تو علی کے ہاتھوں پر مارے۔ اور ان کے کپڑے نہ چھوڑے۔

گستاخی ۶:۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ایک جائز اور شرعی کام پر
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے غضب ناک ہو کر میکے چلی گئیں۔

جلاء العیون:۔

در علل الشرائع و بشارة المصطفی و سائر کتب معتبره از ابن عباس
روایت کرده اند که چون جعفر طیار رضی اللہ عنہ در حبشه بود پادشاه کنیزکی
به او فرستاده بود که قیمت او چهار هزار درهم بود۔ چون جعفر به مدینه آمد آن
کنیزک را برای امیر المومنین علیہ السلام بهدیه فرستاد۔ روزی آن کنیزک
خدمت آنحضرت را میکرد روزی حضرت فاطمه علیہا السلام بخانه آمد
دید که سر حضرت امیر المومنین علیہ السلام در دامن آن کنیزک است۔ چون
آن حالت را ملاحظه نمود متغیر گردید۔ پس گفت یا ابا الحسن کار خود کردی با او، حضرت
امیر سوگند خورد که بحق محمد صلی اللہ علیہ وسلم که کاری نکرده ام

ابھی فاطمہ آپ کے پاس پہنچنا چاہتی ہے۔ اور علی کی شکایت کرے گی۔
اس کی کوئی بات نہ قبول کرنا۔

گستاخی ۹۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بادل نخواستہ امام حسین کو جنا۔ (معاذ اللہ)

جلاء العیون:-

پس حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ را خبر داد بولادت حسین و شہید شدن او پس فاطمہ بار دیگر کراہت پس حضرت فرمود کہ ہرگز ندیدہ کسی را کہ بشارت دہند او را بہ پسری و ناخوش شود بار دیگر کراہت یعنی از مقدم شدن کراہت داشت از سبب شہید شدن قتل او در وقت وضع حمل نیز کراہت داشت

(۱) جلاء العیون جلد اول ص ۴۲۳ ولادت سعادت آنحضرت مطبوعہ تہران طبع جدید

(۲) مناقب ابن شہر آشوب جلد چہارم ص ۵۰ فصل فی معجزاتہ مطبوعہ قم طبع جدید بالفاظ مختلفہ

ترجمہ:-

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو امام حسین کی پیدائش اور ان کی شہادت کی خبر دی۔ پھر وہ اس کے ساتھ بادل نخواستہ حاملہ ہو گئیں حضرت نے فرمایا۔ کیا کسی کو تو نے دیکھا ہے۔ کہ اسے بچہ ہونے

کی خوشخبری دی جائے۔ اور وہ اس سے با کراہت حاملہ ہوئیں اور اس کے قتل ہونے کی وجہ سے مغموم ہوئیں اور اپنے بچے کے جننے کا چھا تڑ بھی ہوا اور وضع حمل کے وقت بھی آپ ناخوش تھیں۔

گستاخی ۹:-

سیدہ کی شبِ زفاف کو ستر ہزار فرشتوں نے تکبیر کہی

جلاء العیون:-

چوں شب زفاف شد جبرئیل و میکائیل و اسرافیل با ہفتاد ہزار ملک بزیر آمدند و دلدل را برائے فاطمہ آوردند و جبرئیل لجامش را گرفت و اسرافیل رکاب را گرفت و میکائیل پہلو ایستادہ بود و بر عقب دلدل و حضرت رسول جامہائے او را درست میکرد پس جبرئیل و میکائیل و اسرافیل و جمیع ملائکہ تکبیر گفتند و سنت جاری شد تکبیر گفتن در زفاف تا روز قیامت۔

(جلاء العیون جلد اول ص ۱۶۱ شرح شب زفاف و نثار آں معصومہ مطہرہ تہران ایران جدید)

ترجمہ:-

جب شب زفاف آئی جبرئیل و میکائیل و اسرافیل ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ زمین پر آئے۔ اور دُلدُل جناب فاطمہ کے لیے لائے۔ جبرئیل نے لگام اس کی پکڑی اور اسرافیل نے رکاب تھامی اور میکائیل پہلو سے دُلدُل کی

تھے۔ اور حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے تھے فاطمہ دست مبارک سے
تھامے ہوئے تھے پس جبرئیل و میکائیل و اسرافیل و دیگر ملائکہ نے تکبیر کہی
اور تکبیر کہنا سنت شب زفاف ہوا۔

(جلاء العیون ترجمہ اردو جلد اول صفحہ ۱۹۳ مطبوعہ
شیعہ جنرل بک ایجنسی)

گستاخی ۸۔

شب زفاف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور فاطمہ کو اپنے آنے سے پہلے مخصوص کام کرنے سے منع کر دیا

جلاء العیون:۔

ایضاً بسند حسن از حضرت صادق علیہ السلام روایت کردہ است کہ غیرت
در حلال روا نیست۔ بہ درستیکہ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم بعلی و
فاطمہ علیہما السلام در شب زفاف گفت کہ کاری مکنید تا من نزد شما بیایم۔

(جلاء العیون جلد اول ص ۱۴۹ و ۵۰ تہران جدید
زندگی فاطمہ زہرا علیہا السلام)

ترجمہ:۔

ایضاً بسند حسن جناب صادق سے روایت کی ہے کہ حلال چیز بیان
کرنے میں غیرت نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم

بات زبانی جا سکے۔

۶۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سیدہ کو ایسے بیٹے کی خوشخبری سنائی۔ جو شہید ہو گا۔ تو ایسے بیٹے کے ساتھ حاملہ ہونے اور اس کی ولادت کے وقت سیدہ نے کراہت اور ناخوشی کا اظہار کیا۔

۷۔ سیدہ کے ساتھ جس رات حضرت علی نے ہم بستر ہونا تھا۔ اس وقت ستر ہزار فرشتے آئے۔ اور تکبیر کہی۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ کے کپڑے اٹھائے۔ لہٰذا ثابت ہوا زفاف کی رات تا قیامت تکبیر کہنا سنت ہے۔

۸۔ ہم بستری کی رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور حضرت فاطمہ کو کام شروع کرنے سے منع فرمایا۔ اور کہا۔ کہ جب تک میں نہ آؤں۔ تمہیں کچھ نہیں کرنا ہے۔

ان امور کے مختصر جوابات عظمت خاتون جنت کی روشنی میں

ناظرین کرام آپ جانتے ہیں۔ کہ حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا کو "بتول" کہا گیا اور یہ لقب شیعہ سنی سب کے ہاں متفق علیہ ہے۔ "بتول" کا معنی لغت عرب کی معروف کتاب "المنجد" میں یوں لکھا ہے۔

۱۔ بتول بتل سے ہے جس کا معنی ہے۔ دنیا سے کٹ کر خدا کی طرف ملتفت ہونا۔

۲۔ بے مثل بخشش کرنا۔

۳۔ غیر شادی شدہ (کنواری) ہونا۔ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیاہی ہوئی تھیں۔ اس لیے یہ تیسرا معنی تو ان کے متعلق نہیں ہو سکتا۔ البتہ پہلے دونوں معانی کے اعتبار سے لفظ "بتول" سیدہ کے شایان شان ہی ہے۔ اور سیدہ واقعی اس کے معنی کی مکمل تفسیر بھی تھیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ یہ لقب آپ کو یہ صفات دیکھ کر خداوند قدوس کی جناب سے دیا گیا ہے۔ یعنی آپ کو اللہ دنیا سے منقطع کر رکھا تھا۔

اگر کچھ پاس ہوتا۔ تو اپنی اور اپنے گھر والوں کی ضروریات پر محتاج کی ضرورت کو ترجیح دیتیں کئی
کئی دن فاقہ رہتا لیکن شکایت نہیں کی۔ مختصر یہ کہ ایثار آپ کی امتیازی صفت تھی۔ جس کے ثبوت
کے لیے ایک نہیں بیسیوں واقعات تاریخ کے اوراق کی زینت بنے ہوئے ہیں۔ یہ تھا
ان مقدس شخصیات کی تصویر کا حقیقی رخ جسے اپنے بیگانے سبھی مانتے اور جانتے ہیں۔

اس کا دوسرا رخ وہ جو شیخ صدوق اور صاحب جلاء العیون نے پیش کیا یعنی
سیدہ کا حضرت علی کی تنگدستی پر فریاد کرنا، حضرت علی کے فقراء و مساکین کی امداد کی۔ تو سیدہ
نے ان کو زدوکوب کیا اور ان کی اسی سخاوت کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شکایت کی۔
اس رخ کو پڑھیے۔ دیکھیے۔ تو آپ خود فیصلہ کر لیں گے۔ کہ شیخ صدوق اس باب میں
صدوق نہیں ہے۔ بلکہ شیخ صدوق ہے۔ اور جلاء العیون کی عبارات ضیاء العیون
ہے۔ اور ان عبارات میں صداقت نام تک نہیں۔ بلکہ تمام کی تمام سراسر جھوٹ، کذب
افتراء بہتان اور الزامات کا پلندہ ہیں۔ جو انہوں نے ان پاکیزہ لوگوں کی تقدیر میں لکھے ہوئے ہیں۔
سورج پر تھوکنے سے وہ تو گندا نہیں ہو سکتا۔ الٹا تھوک تھوکنے والے کے منہ پر ہی پڑتا
ہے کچھ یہی معاملہ یہاں بھی ہے۔ سیدہ کی اعلیٰ وارفع ذات پر کیچڑ اچھالنا اور توہین آمیز
تصرفات سے ان کی سخاوت، ایثار اور غریب پروری پر نشتر زنی اور دراصل اپنے نامۂ اعمال
کو سیاہ کرنا اور اپنے رہتے بستے زبان کو ملوث کرنا ہے۔ ان کا نہ کوئی آج تک کچھ بگاڑ
سکا اور نہ ان کی شان ایسے گھٹیا ذلیل قسم کے واقعات سے گھٹ سکتی ہے۔

وہ کی وہ سیدہ جو خاتون جنت ہیں۔ کہ جن کے چہرۂ اقدس اور جسم اطہر کو چاند سورج نہ دیکھ
سکے۔ یہی وہ مقدس ہستی ہیں۔ جنہیں حسب وصیت رات کے اندھیرے میں پالکی کے اندر بٹھا
کر قبرستان لے جایا گیا۔ شرم و حیا کی یہ پیکر کہ جبرئیل بھی بلا اجازت گھر داخل نہ ہو سکیں
یہ وقار و عزت کہ ان کی قدر صاحب لولاک کھڑے ہو کر خوشی آمدید کہیں۔ یہی عالی شخصیت
ہیں جن کا عقد عرش معلیٰ پر اللہ خود پڑھے۔ ایسی شرم و حیا، عظمت و عزت کی پیکر شخصیت کو

یوں دکھایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گریبان پکڑ کر کھینچ رہی ہیں۔ اور اپنے خاوند حضرت
علی رضی اللہ عنہ کی قسم کم عزت نہل کی طرح بے کار کہیں۔

کیا اسی کا نام "محبت اہل بیت" ہے۔ محبت تمہیں یہی سبق سکھاتی ہے کہ جس
سے محبت کا دعویٰ کرو۔ اسے غیر مردوں سے الجھتا گریبان پکڑ کر کھینچتا ثابت کرو۔
(معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) اس سے بڑھ کر ان حضرات مقدسہ کے متعلق شب زفاف کے
جو واقعات گھڑ دیئے۔ ٹھنڈے دل سے سوچ کر بتاؤ۔ کیا کوئی غیرت مند جو ان شب
زفاف کو اس قسم کی خرافات کا متحمل ہو سکتا ہے۔ فرشتوں کو چھوڑو۔ وہ تو تمہیں نظر نہیں آتے
لیکن باپ اور بہن کی موجودگی میں یہ رسم ادا کرنا کس شریعت کی سنت ہے۔ کیا تم
سب ایسی ہی سنت ادا کرتے ہو۔

شرم تم کو مگر نہیں آتی
بے حیا باش ہرچہ خواہی کن

امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت اور پھر شہادت کی خبر کے بعد حضرت خاتون جنت
رضی اللہ عنہا کا ایسے فرزند کو مدت حمل میں ناپسند کرنا پھر ان کے پیدا ہونے کو کڑوا سمجھنا
کیا یہ ایک ایسی ماں کی تصویر دکھائی جا رہی ہے۔ جو خود جنت کی سردار اور نبی کی لاڈلی تھی۔
اس کا بچہ پیدا ہوتے ہی فوراً نہیں بلکہ والد کے انتقال کے بعد جام شہادت نوش کرے گا
تو اس کا غم کرنا کیا معنی؟

ہاں اگر خبر یہ ہوتی۔ کہ اللہ تمہیں ایک بچہ دے گا۔ اور تمہیں اس کی خوشیاں دیکھنا
نصیب نہ ہوں گی۔ تو شاید تقاضائے بشریت سے کچھ ملال ہوتا۔ جو بظاہر ان کے متعلق
کہتا ہے اولیا ہے۔ لیکن بچہ ہوتا ہے۔ جوان ہوتا ہے۔ ماں پالتی پوستی ہے۔ اور
اپنی عمر طبعی پوری کر کے دنیا کو چھوڑ جاتی ہے۔ وہ بچہ تو بچوں والا بن جاتا ہے۔ اگر
خبر یہ ہوتا تب بھی دنیا چھوڑنا تھی۔ تو پھر دنیا کو چھوڑا شہادت کا جام نوش فرما کر ہے

فصل ہفتم

امام حسن رضی اللہ عنہ سے گستاخیاں

گستاخی نمبر ۱:

شیعوں نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا اور کافر کہا۔

✿

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی وہ شخصیت ہے کہ جن کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بہت بڑی اچھی خبر کی پیش گوئی فرمائی تھی جو مشکوٰۃ شریف میں منقول ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ قَالَ بَیْنَمَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْطُبُ اِذْ صَعِدَ اِلَیْہِ الْحَسَنُ فَضَمَّہٗ اِلَیْہِ وَقَالَ اِنَّ ابْنِیْ ھٰذَا سَیِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰہَ اَنْ یُّصْلِحَ بِہٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ عَظِیْمَتَیْنِ۔

ترجمہ:

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے۔ اچانک امام حسن کو اٹھا کر آپ نے انہیں سینے سے لگایا اور فرمایا کہ میرا یہ بیٹا سید ہے اور شاید اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرائے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیش گوئی اس وقت پوری ہوئی جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

اور امام حسن رضی اللہ عنہ کے لشکر ایک دوسرے کے سامنے صف بستہ ہو کر جنگ کرنے کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ ایسے وقت حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے صلح کر کے خلافت و حکومت کی باگ ڈور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی۔ اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ دو مسلم جماعتوں کے درمیان جنگ ٹل گئی۔

مگر شیعوں نے امام حسن کی زندگی اجیرن کر دی۔ چنانچہ آپ کو ذاتی طور پر شیعوں سے بدترین ظلم و جفا کا نشانہ بننا پڑا۔ اور ان کا قصور صرف یہ تھا کہ انہوں نے مسلمانوں کو باہم جنگ سے بچایا تھا

حضرت امام حسن کو شیعوں کے زخمی کرنے، مال چھیننے، کافر، مشرک اور مذل المؤمنین و مسود الوجوہ کہنے پر کتب شیعہ سے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں

حوالہ نمبر (۱)

جلاء العیون:

پس مردم را جمع کرد و حمد و ثنای الٰہی بجا آورد و فرمود اما بعد بدرستیکہ من امیدوارم کہ خیر خواہ ترین خلق باشم برای خلق و کینہ از ہیچ مسلمانی در دل ندارم و بدی نسبت بکسی نمی خواہم و جمعیت مسلمانان را از پراگندگی ایشان بہتر میدانم آنچہ صلاح شما در آن میدانم نیکوتر است از آنچہ خود دیدہ اید پس مخالفت امر من نکنید و رأی مرا بر من رد مکنید حق تعالیٰ ما و شما را بیامرزد و ہدایت نماید

بہر چہ محبت و خوشنودی او است رہبری آن منافقان این سخنان را از حضرت
شنیدند بیکدیگر نظر کردند۔ گفتند از سخنان او معلوم میشود کہ میخواہد با معاویہ صلح
کند و خلافت را با او واگذارد۔ پس ہمہ برخاستند۔ گفتند او ہم مثل پدرش کافر شدہ
بیکبار بآنحضرت ریختند و اسباب حضرت را غارت کردند حتی مصلای حضرت
را از زیر پایش کشیدند و ردای مبارکش را از دوش مبارکش ربودند۔ پس اسپ خود را
طلبید و سوار شد و اہل بیت آنحضرت با گلیلی از شیعیان دور آنحضرت را گرفتند۔ چون
بساباط مدائن رسید مردی از بنی اسد کہ او را جراح بن سنان می گفتند لجام
اسپ آنحضرت را گرفت و خنجری بر ران مبارکش زد کہ تا استخوان شکافت و بروایت
دیگر بر پہلوی مبارکش زد و گفت کافر شدی چنانچہ پدرت کافر شد۔

(جلاء العیون جلد اول ص ۴۰۹ تہران)

ترجمہ:۔

لوگوں کو جمع کیا۔ اللہ کی حمد و ثنا بجا لائے۔ اور بعد میں کہا کہ میں اللہ تعالیٰ
کی حمد و ثنا کے سزاوار تمہے چاہتا ہوں۔ کہ لوگوں میں سب سے بہتر ہوں۔ کسی
مسلمان کے خلاف میں دل میں کینہ نہیں رکھتا اور کسی کے ساتھ برائی کا خیال
تک مجھے نہیں آتا۔ مسلمانوں کے اتحاد کو ان کے انتشار سے بہتر سمجھتا ہوں
تم اپنے لیے جس بات کو درست سمجھتے ہو۔ میں تمہارے لیے اس سے
بہتر جانتا ہوں۔ لہذا میرے حکم کی مخالفت نہ کرنا۔ اور جو طریق تمہارے
لیے پسند کروں۔ اسے رد نہ کرو۔ حق تعالیٰ مجھے اور تمہیں معاف کرے گا۔
اور اپنی خوشنودی اور محبت کی راہ دکھلائے گا جب منافقین نے امام حسن
کی یہ گفتگو سنی۔ ایک دوسرے کو دیکھا اور کہنے لگے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ
معاویہ سے صلح کر رہے ہیں۔ اور خلافت اسے سپرد کر رہے ہیں۔

سب منافق ہوگئے۔ اور کہنے لگے یہ بھی بیٹے باپ کی طرح کافر ہو گیا ہے
امام حسن کے خیمہ کی طرف لپکے۔ ان کے سامان کو تاراج کر دیا۔ حتیٰ کہ ران کے
نیچے سے کھینچ لی۔ اور کندھوں سے چادر مبارک اتار لی۔ حضرت نے گھوڑا
منگوایا سوار ہوئے۔ اور تھوڑے سے ساتھیوں کے گھیرے میں اپنے
اہل بیت کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جب ساباط مدائن پہنچے۔ تو بنی اسد
کے ایک ملعون جراح بن سنان نے آپ کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی۔ آپ
کی ران مبارک پر خنجر سے ایک وار کیا۔ کہ ہڈی تک اتر گیا۔ دوسری
روایت کے مطابق آپ کے پہلو پر خنجر مارا۔ اور کہنے لگا۔ اپنے باپ کی
طرح تم بھی کافر ہو گئے ہو۔

حوالہ نمبر ۲:

کشف الغمہ:

اَمَّا بَعْدُ فَوَاللهِ اِنِّیْ لَاَرْجُوْا اَنْ اَکُوْنَ قَدْ اَصْبَحْتُ
بِحَمْدِ اللهِ وَمَنِّهٖ وَاَنَا اَنْصَحُ خَلْقِ اللهِ لِخَلْقِهٖ
وَمَا اَصْبَحْتُ مُحْتَمِلًا عَلٰی اَمْرِ مُسْلِمٍ
ضَغِیْنَةً وَلَا مُرِیْدًا لَهٗ بِسُوْءٍ وَلَا غَائِلَةٍ
وَاِنَّ مَا تَكْرَهُوْنَ فِی الْجَمَاعَةِ خَیْرٌ لَكُمْ
مِمَّا تُحِبُّوْنَ فِی الْفُرْقَةِ وَاِنِّیْ نَاظِرٌ لَكُمْ خَیْرًا
مِنْ نَظَرِكُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَلَا تُخَالِفُوْا اَمْرِیْ وَلَا
تَرُدُّوْا عَلَیَّ رَاْیِیْ غَفَرَ اللهُ لِیْ وَلَكُمْ وَاَرْشَدَنِیْ
وَاِیَّاكُمْ لِمَا فِیْهِ الْمَحَبَّةُ وَالرِّضَا

قال فنظر الناس بعضهم الى بعض وقالوا
ما ترونه يريد بما قال قالوا نظن انه
يريد ان يصالح معاوية ويسلم الامر
اليه فقالوا كفر والله الرجل وشدوا
على فسطاطه فانتهبوه حتى اخذوا مصلاه
من تحته ثم شد عليه رجل يقال
له عبد الرحمن بن عبد الله بن جعال
الازدي فنزع مطرفه عن عاتقه فبقى
جالسا متقلدا السيف بغير ردائه ثم
دعا بفرسه فركبه واحدق به طوائف
من خاصته وشيعته ومنعوا منه من
اراده ودعا ربيعة وهمدان فاطافوا
به ومنعوه فسار ومعه شوب من غيرهم
فلما مر في مظلم ساباط بدر اليه رجل
من بني اسد اسمه الجراح بن سنان
واخذ بلجام فرسه وبيده مغول
وقال الله اكبر اشركت يا حسن
كما اشرك ابوك من قبل
وطعنه في فخذه فشقه حتى
بلغ العظم فاعتنقه الحسن
عليه السلام وخرا جميعا

إلى الأرض.

۱۔ (کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمہ جلد اول ص ۵۴۰
مطبوعہ تبریز طبع جدید)
۲۔ (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۴ ص ۳۲
مطبوعہ قم فی مطبعہ علمیہ اسلام
صلح معاویہ)

ترجمہ:

اما بعد! خدا کی قسم! میں امید کرتا ہوں کہ میں صبح کروں اللہ کی حمد و احسان کے ساتھ۔ اور اللہ کی مخلوق کی بہتری میرے پیش نظر ہو۔ اور کسی مسلمان کے ساتھ کینہ پروری کے ساتھ میری صبح نہ ہو۔ اور نہ ہی کسی کی برائی اور دھوکہ میرے پیش نظر ہو۔ اتفاق کہ جس کو تم اچھا نہیں سمجھتے۔ وہ اس انتشار و افتراق سے بہتر ہے۔ جو تم پسند کرتے ہو۔ میں خود تم سے تمہارے لیے بہتر سوچتا ہوں۔ لہٰذا میرے حکم کی مخالفت نہ کرو۔ اور میری رائے رد نہ کرو۔ اللہ تمہیں اور مجھے بخشے۔ اور اپنی رضا و محبت کی طرف راہنمائی کرے۔ راوی کہتا ہے کہ یہ سن کر لوگوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ اور پوچھا۔ یہ کیا امام نے کہا۔ تم اس سے کس نتیجہ پر پہنچے ہو۔ انہوں نے کہا۔ ہمارا خیال ہے کہ وہ معاویہ سے صلح کرنا چاہتے ہیں۔ اور خلافت انہیں سونپنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا۔ خدا کی قسم! اس نے کفر کیا۔ یہ کہہ کر آپ کے خیمہ پر حملہ آور ہوئے۔ اور آپ کے سامان کو لوٹنے کے بعد آپ کے نیچے سے مصلیٰ بھی کھینچ لیا۔ پھر ایک شخص عبدالرحمن بن عبداللہ بن جعال ازدی نے آپ کے کندھے سے چادر اتار لی۔ آپ برہنہ تلوار پہنے ہوئے رہ گئے۔

پھر امام نے گھوڑا منگوایا۔ سوار ہوئے۔ اور اپنے چند خادم اور ساتھیوں کے
گھیرے میں روانہ ہوئے۔ وہ آپ کو حفاظت کئے ہوئے جا رہے تھے۔
ادھر آپ نے ربیعہ اور ہمدان کو طلب کیا۔ یہ بھی امام کے ارد گرد دشمنوں کے
لیے ڈھال بن گئے۔ ان چند لوگوں کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی آپ کے ساتھ تھے
جب یہ جھرمٹ ساباط مدائن کے سایوں میں پہنچا۔ تو بنی اسد کے ایک آدمی
جراح بن سنان نے آپ کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی۔ اس کے ہاتھ میں خنجر تھا
کہنے لگا۔ اللہ اکبر۔ اے حسن! تم بھی اپنے باپ کی طرح شرک میں
گرفتار ہو گئے۔ یہ کہہ کر اس نے آپ کی ران میں خنجر مارا۔ جس کا گھاؤ ہڈی تک
پہنچ گیا۔ امام حسن نے ایک آدمی کا سہارا لیا۔ اور دونوں زمین پر گر گئے۔

حوالہ نمبر ۳:-

الاخبار الطوال:-

فَلَمَّا انْتَهٰى إِلٰى سَابَاطَ رَاٰى مِنْ أَصْحَابِهِ
فَشَلًا وَتَوَاكُلًا عَنِ الْحَرْبِ فَنَزَلَ سَابَاطَ
وَقَامَ فِيْهِمْ خَطِيْبًا ثُمَّ قَالَ: أَيُّهَا
النَّاسُ إِنِّيْ قَدْ أَصْبَحْتُ غَيْرَ مُحْتَمِلٍ عَلٰى
مُسْلِمٍ ضَغِيْنَةً وَإِنِّيْ نَاظِرٌ لَكُمْ كَنَظَرِيْ
لِنَفْسِيْ وَأَرٰى رَأْيًا فَلَا تَرُدُّوْا عَلَيَّ رَأْيِيْ
إِنَّ الَّذِيْ تَكْرَهُوْنَ مِنَ الْجَمَاعَةِ أَفْضَلُ مِمَّا
تُحِبُّوْنَ مِنَ الْفُرْقَةِ وَأَرٰى أَكْثَرَكُمْ قَدْ نَكَلَ
عَنِ الْحَرْبِ وَفَشِلَ عَنِ الْقِتَالِ وَلَسْتُ أَرٰى

پسند نہیں کرتے۔ جب آپ کے ساتھیوں نے یہ کلمات سنے ایک مرتبہ
کو دیکھا۔ قران میں سے ایک خارجی نے کہا۔ حسن نے ویسے ہی کفر کیا جس طرح
ان کے باپ نے کفر کیا تھا۔ پھر کیا تھا ایک جماعت امام حسن پر ٹوٹ پڑی
ان کے نیچے سے مصلیٰ بھی کھینچ لیا۔ اور کپڑے چھین لیے۔ یہاں تک کہ کاندھوں
سے چادر اتار لی۔ آپ نے گھوڑا منگایا۔ سوار ہو کر ربیعہ اور ہمدان کو آواز دی
وہ دوڑے ہوئے آپ کی طرف آئے۔ اور مخالفین کو پیچھے دھکیلا۔

حوالہ نمبر ۴:-

مناقب آل ابی طالب:-

وَرُوِيَ أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ يَا أَهْلَ الْعِرَاقِ أَنَّ سَخِيَ
عَنْكُمْ بِنَفْسِي ثَلَاثٌ قَتْلُكُمْ أَبِي وَطَعْنُكُمْ إِيَّايَ
وَانْتِهَابُكُمْ مَتَاعِي۔

(مناقب آل ابی طالب ابن شہر آشوب
جلد چہارم ص۳۵ قم ایران)

ترجمہ:-
امام حسن نے عراقیوں سے کہا۔ اے عراقیو! میں نے تم پر تین چیزیں قربان
کیں۔ تمہارا میرے والد کو قتل کرنا اور مجھے نیزہ مارنا اور میرا سامان لوٹنا۔
(یعنی میں نے ان میں سے کسی کا بدلہ نہیں لیا۔)

شیعوں نے امام حسن کو مذل المومنین یعنی مومنوں کو ذلیل کرنے والا کہا۔

حوالہ نمبر ۵:۔

مناقب آل ابی طالب:۔

قال قاضي النعماني انه لما صالح الحسن بن علي وعذل وقيل له يا مذل المؤمنين ومسود الوجوه فقال لا تعذلوني فان فيها مصلحة۔

(مناقب آل ابی طالب ابن شہر آشوب جلد چہارم)

ترجمہ

قاضی نعمانی کہتا ہے۔ جب امام حسن نے امیر معاویہ سے صلح کر لی۔ آپ کو ملامت کی گئی۔ اور کہا گیا۔ اے مومنوں کو ذلیل کرنے والے اور ان کے منہ کالے کرنے والے۔ تو آپ نے فرمایا۔ مجھے ملامت نہ کرو کیونکہ اس میں مصلحت ہے۔ (یعنی صلح کرنا بہتر ہی ہے)

حوالہ نمبر ۶:۔

رجال کشی:۔

روی عن علی بن الحسن الطویل عن علی بن النعمان

عن عبد اللہ بن مسکان عن ابی حمزۃ عن ابی جعفر علیہ السلام قال جَاءَ رَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِ الْحَسَنِ عَلَیْہِ السَّلَامُ یُقَالُ لَہٗ سُفْیَانُ بْنُ اَبِیْ لَیْلٰی وَ ھُوَ عَلٰی رَاحِلَۃٍ لَّہٗ فَدَخَلَ عَلَی الْحَسَنِ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَ ھُوَ مُحْتَبٍ فِیْ فِنَاءِ دَارِہٖ فَقَالَ لَہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مُذِلَّ الْمُؤْمِنِیْنَ فَقَالَ لَہُ الْحَسَنُ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِنْزِلْ وَ لَا تَعْجَلْ فَنَزَلَ فَعَقَلَ رَاحِلَتَہٗ فِی الدَّارِ وَ اَقْبَلَ یَمْشِیْ حَتّٰی اِنْتَھٰی اِلَیْہِ قَالَ فَقَالَ لَہُ الْحَسَنُ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَا قُلْتَ؟ قَالَ قُلْتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مُذِلَّ الْمُؤْمِنِیْنَ ۔

(رجال کشی ص۱۰۳ مطبوعہ کربلا تذکرہ سفیان بن ابی لیلیٰ الہمدانی)

ترجمہ:

(بحذف اسناد) امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امام حسن کے ساتھیوں میں ایک شخص سفیان بن ابی لیلیٰ اونٹنی پر سوار ہو کر آپ کے پاس آیا۔ اس وقت امام اپنے گھر کے صحن میں گوٹھ مار کر بیٹھے ہوئے تھے۔ آ کر کہنے لگا اے مومنوں کو ذلیل کرنے والے تم پر سلام۔ آپ امام حسن نے نیچے اترنے کو کہا۔ اترو اور جلد بازی نہ کرو۔ اس نے سواری کو باندھ دیا۔ اور آپ کے پاس چل کر آ گیا۔ آپ نے اس سے پوچھا۔ تو نے ابھی کیا کہا تھا؟ کہنے لگا میں نے یہ کہا تھا۔ السلام علیکم اے مومنوں کو ذلیل کرنے والے۔

حوالہ نمبر ۳:

احتجاج طبرسی:

عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ لَمَّا طُعِنَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالْمَدَائِنِ اَتَيْتُهٗ وَهُوَ مُتَوَجِّعٌ فَقُلْتُ مَا تَرٰى يَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَاِنَّ النَّاسَ مُتَحَيِّرُوْنَ؟ فَقَالَ اَرٰى وَاللّٰهِ اِنَّ مُعَاوِيَةَ خَيْرٌ لِيْ مِنْ هٰؤُلَاءِ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ لِيْ شِيْعَةٌ اِبْتَغَوْا قَتْلِيْ وَانْتَهَبُوْا ثِقْلِيْ وَاَخَذُوْا مَالِيْ وَاللّٰهِ لَئِنْ اٰخُذُ مِنْ مُعَاوِيَةَ عَهْدًا اَحْقِنُ بِهٖ دَمِيْ وَاٰمَنُ بِهٖ فِيْ اَهْلِيْ خَيْرٌ مِنْ اَنْ يَّقْتُلُوْنِيْ فَيَضِيْعَ اَهْلُ بَيْتِيْ وَاَهْلِيْ وَاللّٰهِ لَوْ قَاتَلْتُ مُعَاوِيَةَ لَاَخَذُوْا بِعُنُقِيْ حَتّٰى يَدْفَعُوْنِيْ اِلَيْهِ سَلَمًا وَاللّٰهِ لَئِنْ اُسَالِمَهٗ وَاَنَا عَزِيْزٌ خَيْرٌ مِنْ اَنْ يَّقْتُلَنِيْ وَاَنَا اَسِيْرٌ اَوْ يَمُنَّ عَلَيَّ فَيَكُوْنُ سُبَّةً عَلٰى بَنِيْ هَاشِمٍ اِلٰى اٰخِرِ الدَّهْرِ وَلِمُعَاوِيَةَ لَا يَزَالُ يَمُنُّ بِهَا وَعَقِبُهٗ عَلَى الْحَيِّ مِنَّا وَالْمَيِّتِ۔

(۱- احتجاج طبرسی جلد دوم ص[illegible] احتجاجہ الحسن علیہ السلام علی من انکر علیہ مصالحتہ معاویۃ مطبوعہ نجف اشرف)

(۲- جلاء العیون جلد اول ص[illegible] زندگانی امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام تہران طبع جدید)

ترجمہ:-

زید بن وہب جہنی کہتا ہے۔ کہ مقام مدائن میں جب حضرت امام حسن کو نیزے
سے زخمی کیا گیا۔ تو میں ان کے پاس آیا جبکہ انہیں درد تھا۔ میں نے پوچھا
اے رسول کے نواسے! آپ کی اب کیا رائے ہے؟ لوگ سخت حیرانی
میں ہیں۔ فرمایا۔ خدا کی قسم! ان لوگوں سے میرے حق میں معاویہ بہتر ہے۔ یہ
اپنے آپ کو میرا شیعہ کہتے ہیں۔ انہوں نے مجھے قتل کرنا چاہا۔ میرا سامان لوٹا۔
میرا مال لے لیا۔ خدا کی قسم! اگر میں معاویہ سے صلح کا عہد کر لوں۔ تو میرا خون محفوظ
اور میں اس کی وجہ سے اپنے گھر والوں میں امن سے ہو جاؤں گا۔ اور یہ اس سے
بہتر ہے۔ کہ وہ مجھے قتل کر دیں۔ اور گھر بار تباہ و برباد کر دیں۔ خدا کی قسم! اگر میں
معاویہ کے مقابلہ میں لڑوں۔ تو لوگ مجھے گردن سے پکڑ کر صحیح سالم اس کے پاس
لے جائیں گے۔ خدا کی قسم! اگر میں عزت و آبرو سے ان کے ساتھ صلح کر لیتا
ہوں۔ تو یہ اس سے بہتر ہے۔ کہ وہ مجھے قیدی بنا کر قتل کر دے۔ یا احسان
کر کے جان بخشی کر دے۔ تو یہ ہمیشہ بنی ہاشم کے لیے آخر زمانہ تک ایک
طریقہ بن جائے گا۔ اور معاویہ ہمیشہ کے لیے اس کا احسان جتلاتا رہے گا۔
اور اس کی اولاد ہمارے زندوں مردوں پر احسان کرتی رہے گی۔

حوالہ نمبر ۸:-

احتجاج طبرسی:-

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَقِيْصَا قَالَ لَمَّا صَالَحَ الْحَسَنُ
بْنُ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ مُعَاوِيَةَ بْنَ اَبِيْ سُفْيَانَ
دَخَلَ عَلَيْهِ النَّاسُ فَلَامَهُ بَعْضُهُمْ عَنْ

بِبَيْعَتِهِ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَيْحَكُمْ مَا تَدْرُونَ مَا عَمِلْتُ وَاللّٰهِ الَّذِي عَمِلْتُ لِشِيعَتِي خَيْرٌ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ اَوْ غَرَبَتْ. اَلَا تَعْلَمُوْنَ اَنِّيْ اِمَامُكُمْ وَمُفْتَرَضُ الطَّاعَةِ عَلَيْكُمْ وَاَحَدُ سَيِّدَيْ شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ بِنَصٍّ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ عَلَيَّ۔

(احتجاج طبرسی جلد دوم ص ۹ مطبوعہ نجف اشرف طبع جدید)

ترجمہ:۔

ابی سعید عقیقی کہتا ہے جب امام حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ سے صلح کی۔ آپ کے پاس لوگ آئے۔ اور بعض نے بیعت کرنے پر ملامت کی۔ امام نے فرمایا۔ افسوس تم پر! تم کیا جانو میں نے کیا کیا؟ خدا کی قسم! میں نے جو کچھ اپنے ساتھیوں کے لیے کیا۔ وہ ہر اس چیز سے بہتر ہے۔ جس پر سورج طلوع یا غروب ہوتا ہے۔ کیا تم نہیں جانتے۔ میں تمہارا امام ہوں۔ اور تم پر میری اطاعت فرض کی گئی ہے۔ اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق جنت کے دو نوجوانوں میں سے ایک ہوں۔

مذکورہ حوالہ جات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ جب امام حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کی۔ شیعوں نے آپ کی ران یا پہلو کو نیزہ مار کر زخمی کر دیا۔

۲۔ شیعوں نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو تمام مال لوٹ لیا۔

۳۔ انہوں نے امام موصوف کے نیچے سے مصلیٰ رعنا کے نماز تک کھینچ لیا۔

۴۔ شیعوں نے آپ کو اور آپ کے والد کو (معاذ اللہ) کافر اور مشرک کہا۔

۵۔ امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے اتفاق و اتحاد پسند ہے اور تمہیں افتشار و تفرقہ عزیز ہے۔

۶۔ آپ نے قسمیہ فرمایا کہ ان شیعوں سے میرے اور میرے خاندان کے حق میں امیر معاویہ بہتر ہیں۔ کیونکہ انہوں نے مجھے قتل کرنے کی ٹھان لی۔ مال و متاع لوٹا۔ زخمی کر دیا۔ ادھر امیر معاویہ سے صلح کرنے میں میری جان اور گھر بار کی حفاظت ہوگی۔ لہٰذا میں ان شیعوں پر اعتبار نہیں کر سکتا۔ ہو سکتا ہے تم میرے اعتبار کرنے پر مجھے پکڑ کر قتل کروا دیں۔

۷۔ امام حسن نے عراقی شیعوں لوگوں کو فرمایا میں نے تین چیزوں سے تم پر احسان کیا۔ (۱) تم نے میرے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تو میں نے قصاص کا مطالبہ ترک کیا۔ (۲) تم نے مجھے نیزہ مار کر گہرا زخم پہنچایا۔ میں نے اس کا بدلہ نہ لیا۔ (۳) تم نے میرا ساز و سامان لوٹا۔ میں نے تاوان طلب نہ کیا۔

سے ایک ہوں۔ اس وقت پوری دنیا میں میرے اور میرے بھائی کے سوا کوئی دوسرا نواسۂ رسول نہیں۔ لہٰذا میں جس سے صلح کروں، تمہیں بھی صلح کرنی چاہیئے۔ اور جس بات کا حکم دوں اسے رد نہیں کرنا چاہیئے۔

احتجاج طبرسی:-

"أَيُّهَا النَّاسُ لَوْ طَلَبْتُمْ فِيمَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَتَجِدُوا رَجُلًا مِنْ وَلَدِ النَّبِيِّ غَيْرِي وَغَيْرَ أَخِي."

(احتجاج طبرسی جلد دوم ص ۹ نجف اشرف طبع جدید)

ترجمہ: لوگو! اگر مشرق و مغرب چھان ڈالو تو میرے اور میرے بھائی کے علاوہ تمہیں اولادِ نبی میں سے کوئی نہ ملے گا۔

کشف الغمہ:-

وَعَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ إِذْ صَعِدَ إِلَيْهِ الْحَسَنُ فَضَمَّهُ إِلَيْهِ وَقَالَ إِنَّ ابْنِي هٰذَا سَيِّدٌ وَأَنَّ اللهَ عَسَى أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ عَظِيمَتَيْنِ

(کشف الغمہ جلد اول ص ۵۴۲ مطبوعہ تبریز طبع جدید)

ترجمہ: ابوبکرہ سے روایت ہے کہ جبکہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ اچانک امام حسن آ گئے تو آپ نے امام کو سینہ سے لگا لیا اور فرمایا۔ میرا یہ بیٹا سید ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرائے گا۔ اس لیے آپ نے فرمایا کہ امیر معاویہ سے میری صلح ——— بمطابق فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ لہذا تمہیں اس معاملہ میں میری مخالفت نہیں کرنی چاہیئے۔ کیونکہ میں ہر صورت میں تمہاری خیر خواہی چاہتا ہوں۔

امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنا واجب الاطاعت ہونا بھی جتایا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کا بھی ذکر فرمایا۔ لیکن مجال ہے۔ کہ ان محبت و عقیدت اہلبیت کے ٹھیکیداروں نے کسی بات کو قبول کیا ہو۔ اور اپنی ہٹ دھرمی چھوڑی ہو۔ امام نے جب ہر طرح انہیں لاجواب کر دیا۔ تو ان بدنصیبوں نے اہل بیت سے ان مت دشمنی کا ثبوت دیتے ہوئے۔ امام موصوف کو "مذل المومنین" اور "مسود الوجوہ" کے قبیح القابات دیئے۔ اور انہیں اور ان کے والد گرامی کو مشرک اور کافر کہہ کر اپنی دشمنی کی فضا کو ہموار کیا۔ اب ہم قارئین سے پوچھتے ہیں۔ کہ محبت اہل بیت اور ایمان حقیقی کا یہی تقاضا تھا۔ جو ان کے سلوک سے ظاہر ہوا؟!

ان حالات و واقعات کے ملاحظہ کرنے کے بعد یہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ ان شیعان حسن سے بڑھ کر امام حسن کا کوئی دشمن نہ تھا۔ اور ان سے زیادہ کوئی گستاخ نہ تھا۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

ترجمہ:-

بعض روایت کی گئی ہے ایک روز امام حسن رضی اللہ عنہ مجلس معاویہ میں تشریف رکھتے تھے۔ مروان نے کہا۔ آپ کی مونچھوں کے بال جلد سفید ہو گئے ہیں۔ امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا سبب اس کا یہ ہے۔ کہ ہم بنی ہاشم کا دہن خوشبودار ہوتا ہے۔ اور ہماری ازواج بوجہ اس کے خوشی سے استشمام کرتی ہیں۔ اور ان کی ہوائے نفس سے ہمارے بال شارب سفید ہو جاتے ہیں۔ اور چونکہ تم بنی امیہ گندہ دہن ہو۔ تمہاری ازواج تمہارے دہنوں سے احتراز کرتی ہیں اور اپنا منہ تمہارے رخسار کی جانب رکھتی ہیں۔ اس سبب سے تمہارے رخسار وصورت زیادہ سفید ہو جاتے ہیں۔ پھر مروان نے کہا کہ تم بنی ہاشم میں ایک خصلت بدیہ ہے۔ کہ خواہش جماع زیادہ رکھتے ہو۔ امام حسن نے فرمایا خواہش ہماری عورتوں سے سلب کی گئی اور مردوں میں اضافہ ہوئی۔ اور تمہارے مردوں سے علیحدہ کر کے تمہاری عورتوں میں رکھ دی گئی۔ اور یہی وجہ ہے کہ بنی امیہ سوائے مردہائی کے دوسرے سے سیراب نہیں ہوتی۔

(جلاء العیون اردو جلد اول ص ۲۳۳ مطبوعہ
حمایت اہل بیت وقف رجسٹرڈ لاہور)

گستاخی ۴۱:-

جلاء العیون:-

ابن شہر آشوب از طریق سنی الفاظ روایت کردہ است کہ روزے حضرت امام حسن علیہ السلام

بانیز یزید پلید زشت تر بود خرما می خورد ندر یزید گفت یا حسن من ترا دشمن می دارم حضرت
فرمود کہ راست میگوئی شیطان با پدرت شریک شدہ در وقت جماع با مادرت
آب شیطان با آب پدر پلیدت ممزوج شدہ است تو از آں رو رنگ بہم رسیدہ
بایں سبب دشمن من گردیدہ و شیطان با حرب ممزوج شدہ در وقتی کہ با مادر ابوسفیان جماع
میکرد بایں سبب ابوسفیان دشمن جدم بود و پدرت نیز بایں سبب دشمن پدرم بود
ہر کہ عداوت با اہلبیت دارد البتہ از نطفہ زنا است یا شریک شیطان است
چنانچہ حق تعالیٰ در قرآن می فرماید کہ وشارکھم فی الاموال
والاولاد۔

(جلاء العیون جلد اول ص ۵۰۴ مطبوعہ تہران
طبع جدید باب صلح آنحضرت بروایت
امام باقر)

ترجمہ:-
ابن شہر آشوب نے طریق مخالفین روایت کی ہے۔ ایک روز امام حسن یزید
پلید کے ساتھ بیٹھے خرمے تناول فرما رہے تھے۔ یزید نے کہا۔ اے حسن
میں تم کو دشمن رکھتا ہوں۔ امام حسن نے فرمایا۔ تو سچ کہتا ہے۔ جب تیرے
باپ نے تیری ماں کے ساتھ مباشرت کی شیطان اس وقت
تیرے باپ کا شریک تھا۔ اور شریک ہوا نطفہ شیطان تیرے باپ کے
نطفے کے ساتھ اور تو دونوں کے نطفے سے پیدا ہوا ہے۔ اسی وجہ سے
میرا دشمن ہے۔ اور شیطان حرب کا بھی تھا۔ جس وقت اس نے مادر
ابوسفیان سے مقاربت کی تھا اسی وجہ سے ابوسفیان میرے نانا کا دشمن
تھا۔ اور شیطان حرب کا شریک تھا۔ اور تیرا باپ بھی اسی وجہ سے

میرے باپ کا دشمن تھا۔ اور جو ہم اہل بیت کا دشمن ہے۔ وہ بے شک فرزندِ زنا ہے یا شیطان اس کے نطفہ میں شریک ہے۔ جس طرح لفظ قرآنی میں فرمایا ہے۔ وشارکھم فی الاموال والاولاد۔

(جلاء العیون اردو جلد اول ص ۳۰۳
مطبوعہ حمایت اہل بیت دکھت
رجسٹرڈ لاہور)

مذکورہ دو عبارتوں سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے مروان سے کہا کہ تم (اموی) مردوں کی شہوت منتقل ہو کر تمہاری عورتوں میں چلی گئی۔ اور ہماری عورتوں کی شہوت منتقل ہو کر ہم مردوں میں آ گئی۔ اس لیے اموی عورت کی تسلی ہاشمی سے ہی ہو سکتی ہے۔ (اور ہاشمی عورت اموی مرد کے ساتھ گزارہ کر سکتی ہے۔ (نعوذ باللہ من ھذہ الخرافات)

۲۔ امام حسن نے اپنی مونچھوں کے جلد سفید ہونے کا سبب یہ بیان فرمایا۔ کہ ہمارے منہ سے خوشبو آنے کی وجہ سے ہماری عورتیں اپنا منہ ہمارے منہ پر رکھ کر لطف اندوز ہوتی ہیں۔ اور ان کی سانس کی گرم ہوا سے ہماری مونچھوں کے بال جلد سفید ہو جاتے ہیں۔ اُدھر اموی مردوں کے منہ سے بدبو آنے کی وجہ سے ان کی عورتیں اپنا منہ ان کے رخساروں پر رکھتی ہیں۔ لہٰذا امویوں کے رخساروں کے بال پہلے سفید ہوتے ہیں۔ (استغفر اللہ

۲۔ یزید کے ساتھ مجبوری کی صلح کرنے کے دوران امام حسن نے یزید کی اہل بیت سے دشمنی کا سبب یہ بیان کیا۔ کہ تمہاری والدہ کے ساتھ بوقت جماع تمہارے باپ کے ساتھ شیطان شریک ہو گیا تھا۔ اس لیے ان دو کتوں کے نطفے سے تم پیدا ہوئے۔ اسی طرح ابوسفیان کے ساتھ بھی بوقت جماع شیطان شریک ہوا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوسفیان کے درمیان دشمنی ہوئی۔ گویا دشمن اہل بیت والد الزنا ہوتا ہے۔

کیا امام حسن رضی اللہ عنہ کی گفتگو ایک بازاری لفنگے کی گفتگو جیسی ہو سکتی ہے؟

ہر شرم و حیا والا مذکورہ عبارات کو پڑھ کر شرم کے مارے سرنگوں ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اخلاق و مروت سے گری ہوئی ایسی گفتگو کوئی بازاری آدمی بھی کرنے سے کترا جاتا ہے۔ اور سننا گوارہ نہیں کرتا۔ چہ جائیکہ شرم و حیا کے پیکر نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایسی گندی گفتگو زبان پر لائیں۔ ابھی آپ نے پڑھا ہے کہ امام حسن کی شخصیت وہ عظیم شخصیت تھی۔ جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے دو مسلمان جماعتوں میں صلح کرائی۔ یعنی دنیا کی قربانی کو ترجیح دے کر خلق خدا کے بھلے اور فائدے کی بات کی۔ اور ایسی بردباری کا اعلیٰ مظاہرہ کیا جو صرف خوش اخلاقی سے پیدا ہو سکتی ہے۔ تو جس نواسۂ رسول کی یہ شان ہو۔ وہ چھوٹی موٹی باتوں سے غضبناک ہو کر ایسی بے ہودہ گفتگو

گفتگو کر سکتا ہے؟

خود امام موصوف کا قول ہے "زینت و شان اگر حق ہے تو انبیائے جمیل اللہ ترک تعصب سے ، یعنی اپنے اخلاق کے ذریعہ دلی بلندیوں کو چھو لیتا ہے۔

آپ نے ہی فرمایا "سید وہ ہے جو کمال حق کو جواب نہ دے "

(کشف الغمہ جلد اول ص ۵۲۹ مطبوعہ تبریز)

فی کلامہ و مواعظہ علیہ السلام:

ابھی چند سطر پہلے آپ نے دیکھا کہ شیعوں نے آپ کو "یا مذل المؤمنین" - و "مسود الوجوہ" کہا لیکن آپ نے اس کا اس رنگ میں کوئی جواب نہ دیا۔

اس لیے امام حسن رضی اللہ عنہ کی سیرت سامنے رکھ کر مذکورہ روایات کو دیکھیں۔ تو آپ یقیناً یہ کہنے میں باک محسوس نہیں کریں گے کہ یہ سب کچھ ان گندے لوگوں کے ذہن کی پیداوار ہے۔ جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔

بفرض محال اگر تسلیم کر لیا جائے کہ امام حسن سے واقعی یہ مذکورہ حرکتیں سرزد ہوئیں۔ تو اس کے مقاصد صرف یزید تک نہیں بلکہ امام حسن و حسین اور اہل بیت تک پہنچیں گے۔ جن کے تصور سے دل کانپ جاتا ہے۔ گزشتہ اوراق میں بحوالہ رجال کشی ص ۱۰۲ ہم نقل کر چکے ہیں۔ کہ حسنین نے اپنی رضا مندی سے امیر معاویہ کی بیعت کی۔ اور منتخب ابی مخنف ص ۸ میں مذکور ہے۔ کہ امیر معاویہ کی طرف سے امام حسن کو سالانہ دو لاکھ دینار وظیفہ ملا کرتا تھا۔ اور آپ نے پڑھا کہ یزید اور امام حسن اکٹھے کھجوریں کھا رہے تھے۔

یہ دونوں باتیں اور یہ دونوں الزام اگر درست ہوں۔ اس کے ہاتھ پر بیعت کرنا، اس سے دو لاکھ دینار وظیفہ قبول کرنا، اور پھر حرامی کے بیٹے حرامی کے ساتھ بیٹھ کر کھجوریں کھانا کہاں کی عبادت۔ اور کہاں کا تقویٰ ہے؟ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ ان کی کثرت روایات سے شیعہ لوگوں نے امام حسن رضی اللہ عنہ کے اخلاق فاضلہ عالیہ پر شدید حملہ کیا۔ اور انہیں نہایت

گھٹیا بازاری اور غلاظت کرنے کی ناپاک جسارت کی۔ اس لیے ثابت ہوا کہ شیعہ کتب کے مطابق شیعوں نے امام حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ سخت خیانت کی۔ جلاء العیون کی عبارت ملاحظہ ہو۔

جلاء العیون:-

بدرستیکہ خدا خیانت کنندگان را دوست نمیدارد و باز خیانت کردند آں شیعان بے حقیقت نسبت بآں حضرت عرض کردند۔

جلاء العیون اردو ترجمہ جلد اول ص ۲۱۲۔

ترجمہ:-
بتحقیق خدا خیانت کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ اور معلوم ہے کہ آپ سے خیانت کی۔ پس سب شیعوں نے بھی امام حسن سے اسی طرح خیانت کی۔

(جلاء العیون اردو ترجمہ جلد اول ص ۲۱۲ شیعہ جنرل بک ایجنسی لاہور)

قتلِ حسین رضی اللہ عنہ کے اصل ذمہ دار کون لوگ ہیں؟

ہم اصل مضمون کو ذکر کرنے سے پہلے کچھ کوفہ و اہلِ کوفہ کے بارے میں شیعہ کتب سے حوالہ جات پیش کر رہے ہیں تاکہ جب ان کے متعلق صحیح تصور ذہن میں آ جائے گا۔ تو پھر ہم اس حوالے سے یہ بات کر سکیں گے کہ امام حسین کو کن لوگوں نے اور کس طرح سے بلایا تھا؟ تاکہ شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کا پس منظر معلوم ہو جائے۔ اور پھر اس پس منظر میں آپ کی شہادت بیان ہو۔ لہٰذا کوفہ اور اہلِ کوفہ کی شان ملاحظہ ہو۔

فرمانِ علیؓ: اہلِ کوفہ سب شیعہ تھے۔

نہج البلاغہ۔

مقدمہ عنایہ والسلام علی المیثم صفحہ ۱ سطر ۸ قلمی

أَصْحَابِهِ عَنِ الْجِهَادِ وَمُخَالَفَتِهِمْ لَهُ فِي الرَّأْيِ
فَقَالَ مَا هِيَ إِلَّا الْكُوفَةُ أَقْبِضُهَا وَأَبْسُطُهَا۔

(نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۲۵ ص ۶۰ مطبوعہ
بیروت)

ترجمہ:۔
آپ منبر پر تشریف لے گئے۔ اور فرمایا سوائے کوفہ کے اور کوئی میری
مملکت نہیں ہے۔ چاہے میں اسے بند کروں چاہے کشادہ کروں (جس طرح
چاہوں تصرف کروں)

مجالس المؤمنین:۔

در باب تشیع اہل کوفہ حاجت باقامت دلیل ندارد و سنی بودن کوفی الاصل خلاف
اصل محتاج بدلیل است اگرچہ ابو حنیفہ کوفی باشد۔

(مجالس المؤمنین جلد اول ص ۵۶ مطبوعہ تہران
سن طباعت ۱۲۹۹ھ تذکرہ کوفہ)

ترجمہ:۔
کوفہ والوں کا شیعہ ہونا دلیل کا محتاج نہیں۔ اور کوفی الاصل کا سنی ہونا خلاف
اصل ہے۔ لہذا اس کے لیے دلیل کی ضرورت ہے۔ اگرچہ وہ سنی امام اعظم
ابو حنیفہ ہی کیوں نہ ہو۔

قرات کوفی:۔

قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا عَنْ

عَبْدِ بْنِ الْوَلِيْدِ قَالَ دَخَلْنَا عَلٰى اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ (۴)
فَقَالَ لَنَا مِمَّنْ اَنْتُمْ فَقُلْنَا لَهٗ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ فَقَالَ
لَنَا اِنَّهٗ لَيْسَ بَلَدٌ مِنَ الْبُلْدَانِ وَ لَا مِصْرٌ مِنَ الْاَمْصَارِ
اَكْثَرَ مُحِبًّا لَنَا مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ اِنَّ اللّٰهَ هَدَاكُمْ
لِاَمْرٍ جَهِلَهُ النَّاسُ فَاَحْبَبْتُمُوْنَا وَ اَبْغَضَنَا النَّاسُ
وَصَدَّقْتُمُوْنَا وَكَذَّبَنَا النَّاسُ۔

(۱۔ تفسیر فرات کوفی ص ۲۰ مطبوعہ طبع
جدید نجف اشرف۔)
(۲۔ الروضۃ من الکافی۔
جلد ۸ ص ۱۸۷ احیاء امر ہم
و انتظار فرجہم مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ:۔

(بحذف اسناد) عبداللہ بن ولید سے روایت ہے کہ ہم امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ نے پوچھا۔ تم کن لوگوں میں سے ہو؟ ہم نے عرض کی۔ کوفی ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کوئی ملک اور کوئی شہر ایسا نہیں۔ جس کے باشندے کوفیوں سے بڑھ کر ہمارے محب (شیعہ) ہوں۔ اللہ نے تمہیں ایک ایسا مذہب (شیعہ ہونا) عطا کیا ہے۔ جس سے لوگ جاہل ہیں۔ تم نے ہم سے محبت کی۔ لوگوں نے ہم سے بغض و عناد کیا۔ تم نے تصدیق کی۔ لوگوں نے تکذیب سے کام لیا۔

ترجمہ معقول:۔

جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے۔ کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خدائے تعالیٰ نے شہروں میں سے چار کو پسند فرمایا پس ارشاد فرمایا۔

"والتین والزیتون و طور سینین وھذا البلد الامین"

پس والتین سے مراد ہے مدینہ اور الزیتون سے مراد ہے بیت المقدس اور طور سینین سے مراد ہے کوفہ اور ھذا البلد الامین سے مراد مکہ معظمہ۔

(ترجمہ معقول ص ۱۵۱/۱)

مذکورہ عبارتوں سے درج ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کوفہ کو اپنی پوری مملکت میں سے قابل اعتماد شہر فرمایا گویا مملکت میں یہی ہے۔ چاہے اُسے پیشوں یا گھوڑوں۔

۲۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کوفیوں سے بڑھ کر ہمارا کسی شہر میں کوئی محب نہیں۔

۳۔ کوفہ اصل شیعوں کا۔ اگر کوئی کوفی اپنے آپ کو سنی کہلاتا ہے۔ تو خلافت اصل ہونے کی وجہ سے اس کے لیے دلیل چاہیے۔ چاہے وہ ابو حنیفہ ہی کیوں نہ ہو۔

حاصل کلام:۔

کوفہ اصل کے اعتبار سے شیعوں کا شہر ہے۔ جس میں کسی کا سنی ہونا محتاج دلیل

درد و یاری اور دفع شر اعادی اور جان افشانیاں بظہور رسانیم پس عریضہ بایں مضمون بخدمت آنحضرت نقل نمودند

(جلاء العیون جلد دوم ص ۵۱۵ - ۵۱۶ مطبوعہ تہران زندگانی سید الشہداء - طبع جدید سنہ ۱۳۷۳ھ)

ترجمہ:-

جب یہ خبریں اہل کوفہ تک پہنچیں۔ کوفہ کے شیعہ سلیمان بن صرد خزاعی کے گھر جمع ہوئے۔ اللہ کی حمد و ثناء کے بعد معاویہ کی موت اور بیعت یزید کے بارے میں گفتگو چل نکلی۔ سلیمان کہنے لگا جب معاویہ واصل الی النار ہو کر جہنم پہنچ گیا ہے۔ اور امام حسین نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا ہے۔ اور مکہ روانہ ہو گئے ہیں۔ تم لوگ جو ان کے اور ان کے والد گرامی کے شیعہ ہو خوب جانتے ہو۔ اگر ان کی امداد کرو گے۔ اور ان کے دشمنوں کے خلاف جہاد کرو گے۔ جان و مال سے ان کی مدد کی کوشش کرو گے۔ ان کو رقعہ لکھنا چاہیئے۔ اور انہیں بلانا چاہیئے۔ اگر تم نے ان کی مدد میں سستی دکھلائی۔ اور ان کی حمایت کو عمل میں نہ لائے تو ان کو فریب دو گے۔ اور ان کو ہلاکت میں ڈالو گے۔ ان سب نے کہا۔ کہ جب امام ہمارے اس شہر کو اپنے آنے سے منور کریں گے۔ ہم سب مخلصانہ طور پر ان کی طرف بھاگیں گے۔ اور ان کی بیعت کر لیں گے۔ ان کی مدد میں ان کے دشمنوں کو اپنی جانیں قربان کر کے دفع کریں گے۔ پھر اسی مضمون کا رقعہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تحریر کیا۔

ارشاد شیخ مفید:

وَبَلَغَ أَهْلَ الْكُوفَةِ هَلَاكُ مُعَاوِيَةَ فَأَرْجَفُوا بِيَزِيدَ وَعَرَفُوا خَبَرَ الْحُسَيْنِ (ع) وَامْتِنَاعَهُ مِنْ بَيْعَتِهِ وَمَا كَانَ مِنْ أَمْرِ ابْنِ الزُّبَيْرِ فِي ذٰلِكَ وَخُرُوجَهُمَا إِلَى مَكَّةَ فَاجْتَمَعَتِ الشِّيعَةُ بِالْكُوفَةِ فِي مَنْزِلِ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ الْخُزَاعِيِّ فَذَكَرُوا هَلَاكَ مُعَاوِيَةَ فَحَمِدُوا اللّٰهَ وَأَثْنَوْا عَلَيْهِ فَقَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ صُرَدٍ إِنَّ مُعَاوِيَةَ قَدْ هَلَكَ وَإِنَّ حُسَيْنًا قَدْ تَقَبَّضَ عَلَى الْقَوْمِ بِبَيْعَتِهِ وَقَدْ خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ وَأَنْتُمْ شِيعَتُهُ وَشِيعَةُ أَبِيهِ فَإِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ أَنَّكُمْ نَاصِرُوهُ وَمُجَاهِدُو عَدُوِّهِ وَنَقْتُلُ أَنْفُسَنَا دُونَهُ فَاكْتُبُوا إِلَيْهِ وَأَعْلِمُوهُ وَإِنْ خِفْتُمُ الْفَشَلَ وَالْوَهْنَ فَلَا تَغُرُّوا الرَّجُلَ فِي نَفْسِهِ قَالُوا لَا بَلْ نُقَاتِلُ عَدُوَّهُ وَنَقْتُلُ أَنْفُسَنَا دُونَهُ قَالَ فَاكْتُبُوا إِلَيْهِ فَكَتَبُوا إِلَيْهِ۔

(ارشاد شیخ مفید ص ۲۰۲ مطبوعہ قم ایران باب فی خروج الحسین علیہ السلام من المدینہ)

ترجمہ:

کوفیوں کو امیر معاویہ کے فوت ہونے کی اطلاع ملی تو وہ یزید کے بارے میں پریشان ہوئے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کے حالات سے آگاہ ہوئے اور پتہ چلا۔ تو کوفی شیعہ سلیمان بن صرد خزاعی کے گھر جمع ہوئے۔ معاویہ کے فوت ہونے کی بات ہوئی۔ اللہ کی حمد و ثنا کی۔

پھر سلیمان بن صرد نے کہا معاویہ فوت ہو گئے۔ اور حسینؑ نے قوم
کی بیعت لینے سے پہلو تہی کی ہے۔ اور مکہ چلے آئے۔ تم لوگ ان
کے اور ان کے والد کے شیعہ ہو۔ اگر تم جانتے ہو کہ تم ان کے مددگار
ہو۔ اور ان کے دشمن کے خلاف جہاد کرنے والے ہو۔ اور ان کی خاطر اپنی
جانیں قربان کرنے والے ہو تو انہیں اس بارے میں لکھو۔ اور انہیں مطلع کرو
اور اگر تم بزدلی اور کمزوری سے خوفزدہ ہو تو انہیں یہاں بلا کر دھوکہ نہ دینا۔
سب نے کہا۔ نہیں نہیں ہم ان کے دشمن سے لڑیں گے۔ اپنے آپ
کو قربان کریں گے۔ تو اس نے کہا اچھا پھر اب انہیں اس مضمون کا
خط لکھو۔ تب خط لکھا گیا اور امام کو بھیجا گیا!

مقتل ابی مخنف :-

فَلَمَّا بَلَغَ اَهْلَ الْكُوْفَةِ وَفَاةُ مُعَاوِيَةَ اِمْتَنَعُوْا مِنَ الْبَيْعَةِ لِيَزِيْدَ وَ
قَالُوْا لَقَدْ اِمْتَنَعَ الْحُسَيْنُ مِنَ الْبَيْعَةِ لِيَزِيْدَ لَعَنَهُ
اللّٰهُ وَقَدْ لَحِقَ بِمَكَّةَ وَ لَسْنَا نُبَايِعُ يَزِيْدَ قَالَ اَبُوْ
مِخْنَفٍ وَكَانَ عَامِلُ الْكُوْفَةِ يَوْمَئِذٍ النُّعْمَانُ بْنُ
الْبَشِيْرِ الْاَنْصَارِيُّ فَاجْتَمَعَ مِنَ الشِّيْعَةِ جَمَاعَةٌ
اِلٰى مَنْزِلِ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ الْخُزَاعِيِّ قَالُوْا نَكْتُبُ
اِلَى الْحُسَيْنِ فَقَالَ لَهُمْ يَا مَعْشَرَ النَّاسِ اِنَّ مُعَاوِيَةَ قَدْ هَلَكَ
وَقَدْ اِمْتَنَعَ الْحُسَيْنُ مِنَ الْبَيْعَةِ وَ نَحْنُ شِيْعَتُهُ وَ
اَنْصَارُهُ فَاِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّكُمْ نَاصِرُوْنَهُ وَ
مُجَاهِدُوْنَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَافْعَلُوْا وَاِنْ خِفْتُمْ

اَلتَّوَهُّنَ وَالضَّعْفَ ذُلًّا فَلَا تَخْشَوُا الرَّجُلَ فَقَالُوْا
بَلْ نُقَاتِلُ عَدُوَّهُ فَقَالَ اكْتُبُوْا حَتّٰى إِسْمِ اللّٰهِ
تَعَالٰى فَكَتَبُوْا كِتَابًا۔

(مقتل ابی مخنف ص ۸ مطبوعہ مطبع حیدریہ
نجف اشرف)

ترجمہ:۔

کوفیوں کو جب امیر معاویہ کے انتقال کی خبر پہنچی۔ تو انہوں نے یزید کی
بیعت سے انکار کر دیا۔ اور کہا یزید کی بیعت سے تو امام حسین نے
انکار کر دیا ہے۔ اور مکہ آ گئے ہیں۔ ہم یزید کی بیعت کس طرح کر سکتے ہیں
ابو مخنف کہتا ہے۔ کہ ان دنوں کوفہ کے گورنر نعمان بن بشیر انصاری تھے۔
شیعوں کی ایک جماعت سلیمان بن صرد خزاعی کے گھر جمع ہوئی۔ اور کہا۔
ہم امام حسین کو رقعہ لکھتے ہیں سلیمان نے کہا۔ لوگو! معاویہ کا انتقال ہو چکا ہے
اور امام حسین نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا ہے۔ تم حسین کے شیعہ اور
مددگار ہو۔ اگر تم سمجھتے ہو۔ کہ ان کی مدد کرو گے۔ اور ان کے ساتھ جہاد
کرو گے۔ تو کرو۔ اور اگر تم کو اپنی کمزوری اور ذلت کا خوف ہو تو اس مرد کو
کو دغا کر کے دھوکہ نہ دینا۔ سب نے کہا۔ ہم ان کے دشمن کے خلاف ضرور
لڑیں گے۔ تو سلیمان نے کہا۔ اچھا۔ اللہ کا نام لے کر انہیں لکھو۔ تو حضرت
امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف رقعہ لکھا گیا۔ اور بھیج دیا گیا۔

لمحہ فکریہ:۔

شیعہ لوگ ہمیشہ سے یہی رٹ لگاتے چلے آ رہے ہیں۔ اور عموماً کہا جاتا ہے

سنیوں کو گمراہ کرنے کے لیے یہی حربہ استعمال کرتے چلے آ رہے ہیں۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے سنی ہی ہیں۔ سنیوں نے آپ کو کوفہ بلایا۔ اور ان کی بیعت کی۔ بعد میں غداری کر کے یزید کے ساتھی اور ہمنوا بن گئے۔ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ لہٰذا قرابت رسول کا خون ان سنیوں کے سر ہے۔ یہی قاتلان حسین ہیں۔ اور قاتلان حسین کس منہ سے کہہ سکتے ہیں کہ ہم "محبان اہل بیت" ہیں؟ "محبان اہل بیت" تو ہم ہیں۔ کیونکہ ہم شیعوں نے نہ تو امام کو کوفہ بلوایا۔ نہ ان کی بیعت کر کے غداری کی۔ اور نہ ہی یزید کا ساتھ دے کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو کربلا میں ہم نے شہید کیا۔

ہم نے اسی پروپیگنڈا کو واضح کرنے اور حقیقت حال کی وضاحت کرنے کے لیے انہی شیعوں کی کتب سے تین حوالہ جات ذکر کیے ہیں۔ تاکہ "گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے" کے مطابق خود انہیں بھی اپنے گھر کی خبر ہو جائے۔ اور کہتے پھریں۔ ؎

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

مذکورہ بالا حوالہ جات میں بالکل صاف صاف اقرار ہے۔ کہ امام کو خط لکھنے والے جنہوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا یہ "شیعان علی اور شیعان حسین" تھے۔ اس صاف گوئی پر قربان۔ پھر بھی اگر کوئی کہے کہ کوفہ میں بلانے والے سنی تھے۔ تو شاباش تمہاری دیانت داری اور تعصب پسندی پر۔ پھر یہی اپنے قاعدہ کے مطابق یہ ثابت کرتا پھرے گا۔

کوئی سنی کیونکر تھے؟ کیونکہ جب تمہارے نزدیک امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ جنہیں دنیا سنی کہتی ہے۔ وہ بھی کوفی ہونے کی وجہ سے اپنا سنی ہونا دلیل سے ثابت کر لیں گے۔

تب ان کا سنی ہونا مانا جائے گا۔ تو جن لوگوں کو تمہاری کتب "شیعان علی"

کیسے۔ اور جن کے بارے میں صرف کوفی ہونا ہی شیعہ ہونے کے لیے کافی تھا۔ انہیں سنی کہہ دینا تو آسان ہے۔ لیکن ثابت کرنا شاید تمہارے بس سے باہر ہو۔

ان عبارات میں واضح طور پر موجود ہے۔ کہ سلیمان بن صرد خزاعی نے کہا ہم اہل بیت اور ان کے والد کے شیعہ ہیں۔ اس لیے اگر تم اے اہل کوفہ! ان کی مدد کر سکو اور ان کے مخالفین کے سامنے جم جاؤ۔ اور اپنی جانوں تک نثار کرنے کا عزم صمیم رکھتے ہو۔ تو پھر امام حسین کو یہاں آنے کی دعوت دینا اور ان سے بیعت کرنا اور ان کے حق میں یزید لعین سے لڑنا مفید ہے۔ اور اس کے لیے امام موصوف کو دعوت بھیجنا ضروری ہے۔ لیکن اگر تم نے بزدلی دکھانا ہے۔ اور بیعت کر کے مکر جانا ہے۔ اور لڑائی کے وقت انہیں اکیلا چھوڑ دینا ہے۔ تو بعد کی ذلت اور رسوائی سے بہتر ہے۔ کہ ابھی چپ سادھ لو۔ اور انہیں یہاں آنے کی زحمت نہ دو۔

تاریخ اس بات کی شاہد ہے۔ اور خود کتب شیعہ اس کی تائید میں۔ کہ ان کوفیوں نے "سلیمان بن صرد" کی تجویز پر صاد کیا۔ پھر خط لکھا۔ اور یوں "بسم اللہ" ہوئی اس پروگرام کی جس کی حد "والناس" "میدان کربلا کی شہادت" امام عالی مقام کی صورت میں سامنے آگئی۔ امام عالی مقام کو کوفہ بلانے کے لیے "سلیمان بن صرد" کی تقریر کے بعد پہلا خط لکھا گیا۔ اور پھر لگاتار تحریرات کی بارش ہوگئی۔ حتی کہ ان کے تواتر سے اٹھارہ ہزار خطوط لکھے گئے ________ جن میں سے ہر ایک خط کے اندر نصرت و وعدہ اور حمایت کی پابندی کا عزم تھا۔ جس کی بنیاد "سلیمان بن صرد" کے گھر رکھی گئی۔ ہم آئندہ اوراق میں ان خطوط کے بارے میں تفصیل سے گفتگو کر رہے ہیں۔ تاکہ واقعہ کربلا اور اس میں ملوث لوگوں کے پہچاننے میں آسانی ہو۔ اور واضح ہو جائے۔ کہ خون حسین کس کے سر ہے۔

امام عالی مقام کی طرف شیعوں کے خطوط دعوت کوفہ اور صریح اقرار کہ ہم شیعان حسین آپ کو کوفہ بلا رہے ہیں

جلاء العیون:-

بسم اللہ الرحمن الرحیم- این نامہ ایست بسوی حسین بن علی علیہ السلام از جانب سلیمان بن صرد خزاعی و مسیب بن نجبہ و رفاعہ بن شداد بجلی و حبیب بن مظاہر و سایر شیعیان او از مومنان و مسلمانان اہل کوفہ- سلام خدا بر تو باد حمد میکنیم خدا را بر نعمتہائی کہ او را است و شکر میکنیم او را بر آنکہ ہلاک کرد دشمن جبار عنید ترا کہ بے رضائی امت بر ایشان والی شدہ بود و اکثر صدقات ایشان را بناحق تصرف نمودہ و نیکان ایشان را بقتل رسانیدہ بود و بدان ایشان را بر نیکان مسلط گردانیدہ بود اموال خدا را بر مالداران و جباران قسمت نمودہ پس خدا او را لعنت کند- چنانچہ ثمود را لعنت کردہ بدانکہ ما را در این وقت امامی و پیشوائی نداریم بسوی ما توجہ نما و بشتاب اقدم بر ما توجہ فرما- کہ ما ہمگی مطیع توایم- شاید کہ حق تعالی حق را ببرکت تو بر ما ظاہر گرداند و نعمان بن بشیر حاکم کوفہ در قصر الامارت نشستہ است و در نہایت ذلت و بیکسی است و ما در جمعہ و عید با او بیرون نمیرویم و چون خبر برسد کہ شما متوجہ این صوب گردیدہ اید او را از کوفہ بیرون می کنیم تا باہل شام ملحق گردد والسلام

پس این نامه را با عبدالله بن مسمع همدانی و عبدالله بن والی بخدمت آن بزرگوار بیت
عصمت و جلالت فرستادند و مبالغه کردند که ایشان آن نامه را با نهایت سرعت
بخدمت آنحضرت برسانند پس ایشان در دهم ماه رمضان داخل مکه شدند
و نامهٔ اهل کوفه را با آنحضرت رسانیدند باز اهل کوفه بعد از دو روز از فرستادن آن
نامه‌ها قیس بن مسهر و عبدالله بن شداد و عماره بن عبدالله را فرستادند با صد و پنجاه
نامه که اهالی کوفه نوشته بودند یک کس و دو کس و چهار کس و زیاده یک
نامه نوشته بودند باز بعد از دو روز هانی بن هانی سبیعی و سعید بن عبدالله حنفی
را بخدمت آن حضرت روان کردند و نوشتند۔

بسم الله الرحمن الرحیم این عریضه ایست بخدمت حسین
بن علی از شیعیان و فدویان و مخلصان آنحضرت اما بعد پس زودی خود را
بدوستان و هواخواهان خود برسان که همه مردم این ولایت منتظر قدوم
حضرت تو اند و بسوی غیر تو رغبت نمی نمایند البته تعجیل تمام خود را باین
مشتاقان مستهام برسان والسلام خیر ختام۔

پس شبث بن ربعی و حجار بن ابجر و یزید بن حارث و عروه بن قیس و عمرو بن
حجاج و محمد بن عمیر بعد دیگر نوشتند باین مضمون اما بعد صحرا سبز شده
و میوه‌ها رسیده اگر باین صوب تشریف آوری لشکر برای تو مهیا و
حاضر است شب و روز انتظار مقدم شریف تو می برند و چندان این نامه‌ها
با آنحضرت رسید حضرت تامل فرموده جواب ایشان را نمی نوشت تا آنکه
در یک روز ششصد نامه از آن غداران با آنحضرت رسید چون
مبالغه ایشان از حد درگذشت و رسولان بسیار نزد آنحضرت
جمع شدند و دوازده هزار نامه از آن ناصبیه بآن

جناب رسید:-

(۱)- جلاء العیون جلد دوم ص ۴۱۵ مطبوعہ تہران
طبع جدید۔ در خواست کردن اہل کوفہ برائے
ورود آنحضرت را)

(۲)- چہاردہ معصوم جلد اول ص ۴۱۹)

ترجمہ:-

بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ خط حسین بن علی علیہ السلام کی طرف
من جانب سلیمان بن صرد خزاعی، مسیب بن نجیہ، رفاعہ بن شداد و حبیب
بن مظاہر اور کوفہ کے تمام شیعان حسین مسلمانوں اور مومنین کی طرف سے
ہے۔ تم پر اللہ کی سلامتی ہو۔ اللہ کی ہم پر کامل نعمتوں کے بدلہ اس کی ہم حمد کرتے
ہیں۔ اور اس کا شکر ہے کہ اس نے آپ کے ایک ظالم اور جابر دشمن کو
ہلاک کیا۔ جو امت کی مرضی کے بغیر ان کا والی بنا رہا۔ اور ظلم و زیادتی سے ان
کا حاکم رہا۔ ان کے اموال میں ناحق تصرف کیا۔ نیکوں کو قتل کیا۔ اور بدوں
کو نیکوں پر مسلط کر دیا۔ اللہ کا مال مالداروں اور سرکشوں پر خرچ کیا۔ لہٰذا
اللہ اس پر لعنت کرے۔ جس طرح اس نے قوم ثمود پر لعنت کی۔ آپ کو
معلوم ہونا چاہیئے کہ اس وقت ہمارا کوئی امام و پیشوا نہیں۔ ہمارا خیال
ہے۔ اور ہمارے جناب کا قدم رنجہ فرمائیں تو ہم سب آپ کے مطیع
ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی برکت سے حق پر ہمیں جمع فرما دے۔
نعمان بن بشیر گورنر کوفہ دار الامارت میں بیٹھا ہوا ہے۔ اس کی گورنری نہایت
ذلت سے گزر رہی ہے۔ ہم جمعہ پڑھنے اس کے ہاں نہیں جاتے۔
اور نہ ہی عید کے لیے اس کے ساتھ باہر نکلتے ہیں۔ جب ہمیں آپ کے

یہاں آنے کی اطلاع ملے گی ہم آپ کے گورنر کو نکال دیں گے۔ اور وہ شام چلا جائے گا۔ والسلام۔

اس خط کو عبداللہ بن سبع ہمدانی اور عبداللہ بن وال کے ذریعہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ اور تاکید کی۔ کہ وہ اس خط کو بہت جلد امام حسین تک پہنچائیں دس رمضان المبارک کو یہ مکہ میں داخل ہوئے۔ اور کوفیوں کا خط امام کو دے دیا۔ اس کے دو دن بعد قیس بن مسہر عبداللہ بن شداد اور عمارہ بن عبداللہ کو ڈیڑھ سو رقعہ جات دے کر امام کے پاس کوفیوں نے بھیجا۔ یہ رقعہ جات کوفیوں کے بڑے لوگوں کی طرف سے تھے۔ ایک ایک رقعہ دو دو، تین تین، چار چار یا زیادہ آدمیوں کی طرف سے مشترکہ تھا۔ اس کے دو دن بعد پھر ہانی بن ہانی سبیعی اور سعید بن عبداللہ حنفی کو امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں روانہ کیا۔ اور لکھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ خط امام حسین بن علی کی طرف ان کے نام لیواؤں اور غلاموں کی طرف سے لکھا گیا ہے۔ اما بعد۔ بہت جلد آپ پہنچئے اپنے خواہاں دوستوں کے پاس تشریف لے آئیں۔ اس علاقہ کے تمام لوگ آپ کی مبارک تشریف آوری کے منتظر ہیں۔ آپ کے سوا کوئی دوسرا ان میں نہیں بیان بہت تاکید ہے۔ کہ آپ یہاں جلد تشریف لائیں اور دیدار سے ہمیں خوش کریں۔ والسلام خیر ختام۔

اس کے بعد شبث بن ربعی، حجار بن ابجر، یزید بن حارث، عروہ بن قیس، عمرو بن حجاج اور محمد بن عمیر نے ایک اور خط لکھا۔ جس کا مضمون یہ تھا۔ اما بعد۔ صحرا سبز ہو گئے۔ میوہ جات پک گئے۔ اگر آپ ادھر قدم رنجہ فرمائیں۔ تو آپ کے لئے فوج بالکل تیار ملے گی۔ اور آپ کی تشریف آوری

کا ہم بات وان انتظار کر رہے ہیں۔

یہ خط جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو ملے۔ آپ نے ان کے جواب میں
جلدی نہ کی۔ حتیٰ کہ ایک دن میں چھ سو تک ان مکاروں اور غداروں کے آپ کو پہنچے
اور ان کا اصرار حد سے بڑھ گیا اور بجرت سے ایلچی آپ کے پاس جمع ہو گئے
بارہ ہزار خطوط تک ان کی طرف سے وصول ہو چکے تھے۔ انتہیٰ۔

نوٹ:۔

مذکورہ روایت میں سعید بن عبداللہ "حنفی" کا لفظ آیا ہے اس سے مراد امام ابو حنیفہ
رحمۃ اللہ کا مقلد ہرگز نہیں ہے بلکہ مراد بنو حنیفہ قوم کا فرد ہے کیونکہ امام ابو حنیفہ امام حسین کی شہادت
کے وقت پیدا ہی نہ ہوئے تھے۔ شہادت حسین ۶۱ھ میں اور ولادت امام ابو حنیفہ ۸۰ھ
میں ہے۔

مقتل ابی مخنف:۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. اِلَى الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ
طَالِبٍ مِنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ الْخُزَاعِيِّ وَالْمُسَيَّبِ بْنِ
نَجَبَةَ وَرِفَاعَةَ بْنِ شَدَّادٍ الْبَجَلِيِّ وَحَبِيْبِ بْنِ
مُظَاهِرٍ الْاَسَدِيِّ وَمَنْ مَعَهُمْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ سَلَامٌ
عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ. اَمَّا بَعْدُ فَنَحْمَدُ
اللّٰهَ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَنُصَلِّيْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَاٰلِ
مُحَمَّدٍ وَاعْلَمْ يَا ابْنَ مُحَمَّدٍ الْمُصْطَفٰى وَابْنَ عَلِيِّ
الْمُرْتَضٰى اَنْ لَيْسَ لَنَا اِمَامٌ غَيْرُكَ فَاَقْدِمْ اِلَيْنَا

لَنَا مَا لَكَ وَعَلَيْنَا مَا عَلَيْكَ فَلَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يَجْمَعَنَا
بِكَ عَلَى الْحَقِّ وَالْهُدٰى وَاعْلَمْ أَنَّكَ تَقْدِمُ عَلٰى جُنُودٍ
مُجَنَّدَةٍ وَالْأَنْهَارِ مُتَدَفِّقَةٍ وَالْعُيُونِ جَارِيَةٍ فَإِنْ لَمْ
تَقْدِمْ عَلٰى ذٰلِكَ فَابْعَثْ إِلَيْنَا أَحَدًا مِنْ أَهْلِ بَيْتِكَ
يَحْكُمُ بَيْنَنَا بِحُكْمِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَسُنَّةِ جَدِّكَ رَسُولِ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاعْلَمْ أَنَّ النُّعْمَانَ بْنَ
بَشِيرٍ فِي قَصْرِ الْإِمَارَةِ لَسْنَا نَشْهَدُ مَعَهُ جُمُعَةً
وَلَا جَمَاعَةً وَلَوْ أَنَّكَ أَقْبَلْتَ إِلَيْنَا لَكُنَّا أَخْرَجْنَاهُ
إِلَى الشَّامِ وَالسَّلَامُ۔

وَبَعَثُوا الْكِتَابَ مَعَ عُمَرَ بْنِ نَافِذٍ التَّيْمِيِّ وَعَبْدِ اللّٰهِ
بْنِ السَّبِيعِ الْهَمْدَانِيِّ فَخَرَجَا مُسْرِعَيْنِ حَتّٰى قَدِمَا
عَلَى الْحُسَيْنِ وَمَعَهُمَا خَمْسُونَ صَحِيفَةً وَلَبِثُوا
يَوْمَيْنِ آخَرَيْنِ وَبَعَثُوا إِلَيْهِ مُسْهِرَ الْأَنْصَارِيَّ وَ
مَعَهُ كِتَابٌ فِيهِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ إِلَى
الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّهُ لَا إِمَامَ
غَيْرُكَ لَنَا يَا ابْنَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
الْعَجَلَ الْعَجَلَ ثُمَّ لَبِثُوا يَوْمَيْنِ آخَرَيْنِ وَكَتَبُوا
كِتَابًا يَقُولُونَ فِيهِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ
قَدْ أَيْنَعَتِ الثِّمَارُ فَاقْدِمْ إِلَيْنَا يَا ابْنَ بِنْتِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْرِعًا قَالَ أَبُو مِخْنَفٍ وَتَوَاتَرَتِ
الْكُتُبُ إِلَيْهِ فَسَأَلَ الرُّسُلَ عَنْ أَمْرِ النَّاسِ فَقَالُوا إِنَّهُمْ

كُلُّهُمْ فَقُتِلَتْ ثُمَّ كَتَبُوا مَعَ هَانِيْ بْنِ هَانِيْ وَسَعِيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْحَنَفِيِّ وَكَانَ اٰخِرَ الرُّسُلِ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ فَقَرَأَ الْكِتَابَ جَمِيْعًا كَتَبَ فِيْ كِتَابٍ۔

(۱- مقتل ابی مخنف طبع الحیدریہ نجف اشرف
ص ۲۲ فی خبر ورود الحسین علیہ السلام)
(۲- مناقب ابن شہر آشوب جلد چہارم
ص ۹۰ (فی مقتلہ علیہ السلام)
طبع قم ایران
(۳- اخبار الطوال ص ۲۲۹ / ذکر
الحسین مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:-

امام حسین رضی اللہ عنہ بن علی بن ابی طالب کو سلیمان بن صرد خزاعی، مسیب بن نجبہ، رفاعہ بن شداد البجلی، حبیب بن مظاہر اسدی اور ان کے تمام ساتھیوں نے کوفہ سے یہ خط لکھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اما بعد۔ ہم اللہ وحدہ لاشریک کی حمد کرتے ہیں۔ اور محمد وآل محمد پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے۔ کہ آپ کے بغیر ہمارا کوئی امام نہیں ہے۔ آئیے ہمارے ہاں تشریف لائیے۔ ہم نفع و نقصان کی مشترکہ کریں گے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ آپ کی برکت و سبب سے ہمیں ہدایت و حق پر جمع کر دے۔ اور آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ آپ جب آئیں گے۔ تو ایک مضبوط لشکر آپ کی خاطر تیار ہو گا مالک

بوقت نہریں جاری ہیں۔ چشمے پھوٹ رہے ہیں۔ اگر آپ خود تشریف نہ
لا سکیں تو اہل بیت میں سے کسی کو بھی دیجئے تاکہ وہ ہمارے درمیان اللہ
اور اس کے رسول کے احکامات کے مطابق فیصلہ کرے۔

آپ کو علم ہوگا کہ کوفہ کا گورنر نعمان بن بشیر انصاری قصر دارالامارہ میں
ہے اور ہم نہ جمعہ پڑھنے اس کے ہاں جاتے ہیں۔ اور نہ ہم نماز باجماعت
میں اس کے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔ اگر آپ تشریف لائیں تو ہم اسے
فوراً نکال کر شام پہنچا دیں گے۔ والسلام

عبداللہ السبیعی اور عبداللہ بن مسمع ہمدانی کو دے کر روانہ کیا۔ یہ
دونوں بسرعت تمام امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے۔ ان کے پاس
پچاس کے قریب رقعہ جات تھے۔ ان کے دو دن بعد مسہر الانصاری
کو دے کر بھیجا جس میں تحریر تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اما بعد۔ جلدی تشریف لائیے
آپ کے بغیر اے ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا کوئی امام نہیں جلدی
فرمائیے جلدی تشریف لائیے۔ پھر دو دن بعد لوگوں نے اور خط
بھیجا جس میں تحریر تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ پھل پک چکے ہیں اے
جمعیت رسول کے نزدیک بہت جلد ہمارے ہاں تشریف لائیے۔

ابو مخنف کہتا ہے کہ پے در پے رقعہ جات پہنچنے لگے۔ امام حسین
رضی اللہ عنہ ایلچیوں سے کوفہ کے حالات دریافت فرماتے تھے ایلچیوں
نے کہا۔ حضرت! وہ سب آپ کے ساتھ ہیں۔ پھر اس کے بعد ہانی
بن ہانی اور سعید بن عبداللہ الحنفی کے ہاتھ خط بھیجا۔ کوفیوں کی طرف سے

یہ آخری کڑی تھا جب امام وقت نے تمام تحریرات پڑھے۔ تو یہ جواب تحریر فرمایا۔

ذبح عظیم ۲:۔

امیر معاویہ نے جب اپنا پیمانۂ عمر لبریز کر کے ساغرِ حکومت یزید کے حوالے کر دیا اور مملکت میں ایک تغیر حادث ہوا تو پیروان علی علیہ السلام نے اس وقت فرصت سمجھ کر گھر میں سلیمان بن صرد صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان پر ایک بہت بڑا جلسہ کیا۔ جس میں باہم گفتگو عہد کیا گیا کہ نصرت اہل بیت اطہار میں اپنی جان و مال سے دریغ نہ کریں گے۔ چنانچہ باتفاق آراء انہوں نے سلیمان ابن صرد اور مسیب بن نجبہ اور رفاعہ ابن شداد اور حبیب ابن مظاہر نے ایک عرضی جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں لکھی۔ جس کا خلاصہ مضمون یہ تھا۔

الحمد للہ کہ آپ کا دشمن جبار عنید ہلاک ہوا۔ فبعدت کما بعدت ثمود اب آپ ہماری پیشوائی اور رہنمائی کے لیے تشریف لائیں۔ جس وقت آپ ادھر کا قصد فرمائیں گے۔ ہم حاکم کوفہ کو بلا صدور سوال سے نکال دیں گے۔ ہم اس سے بالکل بیزار ہو گئے ہیں۔ اور جمعہ اور جماعات میں اس کے ساتھ شریک نہیں ہوتے۔ عبداللہ بن سبع اور عبداللہ بن وال سفیر بنا کر بھیجے۔ جنہوں نے دسویں رمضان المبارک کو مکہ معظمہ میں عرضی جناب امام حسین علیہ السلام کے حضور میں پیش کی۔ اس کے بعد مسلسل عرضیاں پہنچنے لگیں۔ اندازاً پانچ سو تک عرضیاں جن میں سے کوئی ایک شخص کی طرف سے تھی کوئی دو اور کوئی چار کی طرف سے تھیں

بھی مسیب بن عبدالرحمن بن عبداللہ اور سعید بن ابی عبیدہ کی معرفت وصول ہو چکی ہیں۔ اس سلسلہ میں شبث ابن ربعی، حجار بن ابجر، یزید بن حارث، یزید بن رویم، عروہ بن قیس، عمرو بن حجاج اور محمد بن عمیر کی عرضیاں بھی پہنچیں۔ جن میں کمال وضاحت سے مقصد ظاہر کیا گیا تھا کہ سب سامان منتظم ہو چکا ہے۔ اور لشکر آراستہ آپ کی نصرت کے لیے تیار ہے۔ جلد تشریف لائیے۔ سب سے آخر ہانی بن ہانی اور سعید بن عبداللہ آپ کے سفیر پہنچے۔ اور اس مضمون کی عرضی لائے کہ اب آنے میں تاخیر نہ کیجئے۔ جلد آئیے۔ تمام لوگ چشم براہ ہیں۔ اور آپ کے سوا کسی کی امامت اور خلافت سے رضامند نہیں ہیں۔ سبط ابن جوزی نے تذکرہ میں لکھا ہے۔ کہ بعض عرضیوں پر یہ جملہ بھی درج تھا۔

وان لم تقبل الینا فانت آثم۔ یعنی اس حالت میں کہ ہم طالب ہدایت ہیں۔ اور آمادہ نصرت ہیں۔ اگر پھر بھی آپ تشریف نہ لائے تو اس کا بوجھ گناہ آپ پر ہو گا۔

(ذبح عظیم ص ۱۶۳ طبع جدید مصنفہ جناب
بہادر مولوی سید اولاد حیدر)

لمحہ فکریہ:

شیعہ حضرات کی معتبر کتب کے حوالہ جات ملاحظہ کرنے کے بعد ہر شخص پر یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے۔ کہ امام عالی مقام کو خطوط لکھنے والے کوفی اور کٹر شیعہ تھے۔ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے شیدائی اور جاں نثار ہونے کے مدعی تھے۔ ان کی وفاداری اور خلوص سے امامت کا یہ تقاضا تھا۔ کہ امام عالی مقام کے سوا کسی کو امام ماننے کے لیے تیار ہی نہ تھے۔ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی آمد کا اس قدر انتظار تھا۔ کہ سب کو قدر

چشم براہ تھا۔ اور یہ خطوط بھی انہی الفاظ میں تحریر کر کے اپنی اپنی ذاتی شناخت بھی کرا چکے کہ وہ یہ عرائض آپ کے اور آپ کے والد کے شیعوں، مخلصوں اور مددگاروں کی طرف سے ہے۔ آپ کی امام بنانے کا اتنا عزم تھا۔ کہ وقت کے گورنر نعمان بن بشیر کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دیں۔ اور انہیں حدود عراق سے نکالنے کی ٹھان لی ہوئی تھی۔ ان تصریحات کے بعد بھی کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ کوفہ بلانے والے سنی تھے۔ اور انہوں نے پے در پے بارہا تعویذات لکھے؟

ان شیعوں نے امام موصوف کو ہر طرح سے یقین دہانی کرائی۔ کہ آپ کی خاطر لشکر جرار تیار کھڑا ہے۔ ہمارے سپاہی صرف آپ کے اشارے کے منتظر ہیں اور ہمارے چشموں کا پانی آپ کی خاطر جوش میں ہے۔ لہٰذا آپ جلد تشریف لایئے۔ جلد تشریف لایئے۔ اگر اب بھی آپ تشریف فرما نہ ہوئے۔ تو کل قیامت کو جواب دہی کے لیے تیار رہیئے۔

ان حوالہ جات سے دو باتیں بالکل عیاں اور ظاہر و باہر ہو گئیں۔

۱۔ امیر معاویہ کے انتقال کے بعد سلیمان بن صرد خزاعی کے مکان پر جمع ہو کر مجلس مشاورت قائم کرنے والے اتفاق رائے سے امام حسین کو کوفہ بلانے والے سب کے سب شیعہ تھے۔

۲۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کو بارہ ہزار خطوط و عرائض لکھنے والے اور آپ کو بلانے والے بھی تمام کے تمام شیعان علی اور محبان حسین تھے۔

کوفی شیعوں کے بارہ ہزار خطوط کا جواب امام حسین رضؓ کی طرف سے

جلاء العیون:۔

حضرت در جواب نامہائے ایشاں نوشت۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ایں نامہ ایست از حسین بن علی بسوئے گروہ مومناں و مسلماناں و شیعیاں۔ اما بعد۔ ہانی و سعید با نامہائے شما آوردند و ایشاں آخر رسولاں بودند بسیار مکاتیب شما از شما بمن رسیدہ بود بر مضامین ہمہ اطلاع بہم رسانیدم و مقصد تمامی شما دانستم نوشتہ بودید کہ ما امامی نداریم۔ بزودی بیا تا شاید خدا ما را ببرکت تو بر حق و ہدایت مجتمع گرداند۔ اینک می فرستم بسوئے شما برادر و پسر عم و محل اعتماد خود مسلم بن عقیل را پس اگر او بنویسد بسوئے من کہ مجتمع شدہ است رای عقلاء و دانایاں و اشراف و بزرگان شما بر آنچہ رسلا شما در آں گروہ بودند بزودی انشاء اللہ تعالیٰ بسوئے شما می آیم۔ بجان خود سوگند یاد می کنم کہ امام نیست مگر کسی کہ حکم کند در میان مردم بکتاب خدا و قیام نماید در میان مردم بعدالت و قدم از جادۂ شریعت مقدسہ بیروں نگذارد و خود را بر دین حق مستقیم بدارد۔ والسلام۔

(جلاء العیون ص ۴۲۲ جلد دوم مطبوعہ تہران طبع جدید۔ درخواست کردن اہل کوفہ بجانب حضرت را)

ترجمہ از مترجم جلاء العیون۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ خط حسین ابن علی کا شیعوں،

مومنوں مسلمانوں اہل کوفہ کی طرف ہے۔

اما بعد۔ بہت سے قاصدوں اور خطوط آنے کے بعد جو تم نے ہانی اور سعید کے ہاتھ بھیجے مجھے پہنچ گئے۔ سب تمہارے خطوط مجھے پہنچے۔ اور سب کے مضامین سے مطلع ہوا کہ تم نے سب خطوط میں میرے پاس لکھا ہے۔ کہ ہمارا کوئی امام نہیں۔ بہت جلد آپ ہمارے پاس تشریف لائیے خدا آپ کی برکت سے ہم کو حق کی ہدایت کرے۔ واضح ہو کہ میں بالفعل تمہارے پاس اپنے برادر پسر عم و محل اعتماد مسلم بن عقیل کو بھیجتا ہوں۔ اگر مسلم مجھے لکھے جو کچھ خطوط میں تم نے مجھے لکھا ہے بمشورہ عقلمندوں و دانایوں و اشراف و بزرگان قوم لکھا ہے۔ اس وقت میں انشاء اللہ بہت جلد تمہارے پاس چلا آؤں گا میں اپنی جان کی قسم کھاتا ہوں۔ کہ امام وہی ہے۔ جو درمیان مردم بکتاب خدا حکم اور عدالت قیام کرے۔ اور قوم جانے شریعت مقدسہ سے باہر نہ رکھے۔ اور لوگوں کو دین حق پر مستقیم رکھے۔ والسلام۔ حسین بن علی ابن ابی طالب علیہ السلام۔

(ترجمہ جلاء العیون جلد دوم ص ۴۰۱ مطبوعہ
شیعہ جنرل بک ایجنسی انصاف پریس
لاہور طبع جدید)

ذبح عظیم:-

ورا المتصرالیہ کے متواتر خطوط اور کثرت اشتیاق اور اظہار عقیدت کو ملاحظہ فرما کر جیسا کہ ہمارے معزز معصوم نے لکھا ہے۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے جو تحریر نصیب رقم فرمائی۔ جس کو ہم بحسبہ ناسخ التواریخ کی عبارت سے ذیل میں لکھتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مِنَ الْحُسَیْنِ بْنِ عَلِیٍّ اِلَی الْمَلَاءِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ اَمَّا بَعْدُ. فَاِنَّ ھَانِیًا وَّسَعِیْدًا قَدِمَا عَلَیَّ بِکُتُبِکُمْ وَکَانَا اٰخِرَ مَنْ قَدِمَ عَلَیَّ مِنْ رُّسُلِکُمْ وَقَدْ فَھِمْتُ کُلَّ الَّذِیْ اقْتَصَصْتُمْ وَذَکَرْتُمْ وَمَقَالَۃُ جُلِّکُمْ اَنَّہٗ لَیْسَ عَلَیْنَا اِمَامٌ فَاَقْبِلْ لَعَلَّ اللّٰہَ اَنْ یَّجْمَعَنَا بِکَ عَلَی الْحَقِّ وَالْھُدٰی وَاَنَا بَاعِثٌ اِلَیْکُمْ اَخِیْ وَابْنَ عَمِّیْ وَثِقَتِیْ مِنْ اَھْلِ بَیْتِیْ مُسْلِمَ بْنَ عَقِیْلٍ فَاِنْ کَتَبَ اِلَیَّ اَنَّہٗ قَدِ اجْتَمَعَ رَاْیُ مَلَائِکُمْ وَذَوِی الْحِجٰی وَالْفَضْلِ مِنْکُمْ عَلٰی مِثْلِ مَا قَدِمَتْ بِہٖ رُسُلُکُمْ وَقَرَأْتُ فِیْ کُتُبِکُمْ فَاِنِّیْ اَقْدَمُ اِلَیْکُمْ وَشِیْکًا اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی فَلَعَمْرِیْ مَا الْاِمَامُ اِلَّا الْحَاکِمُ بِالْکِتَابِ الْقَائِمُ بِالْقِسْطِ الدَّائِنُ بِدِیْنِ الْحَقِّ الْحَابِسُ نَفْسَہٗ عَلٰی ذٰلِکَ لِلّٰہِ وَالسَّلَامُ.

(ارشاد شیخ مفید ص ۲۰۴ مطبوعہ کتب خانہ اثنا عشریہ لاہور طبع جدید)

ترجمہ:۔

یہ خط ہے حسین ابن علی کی طرف سے جمیع مومنین و مسلمین کے نام واضح ہو کہ سب سے آخر میں ہانی اور سعید تم لوگوں کے خطوط لے کر آئے ہیں اور جو

سابق ولاحق خطوط میں جو مقاصد مرقوم تھے۔ میں نے ان کو سمجھا۔ تم نے باتفاق
اپنے نامہ و پیام میں یہ ظاہر کیا ہے کہ ہم لوگوں کی ہدایت کے لیے کوئی امام
نہیں۔ تم آؤ۔ تو امید ہے کہ خدا ہم سب کو تمہاری رہنمائی سے راہ راست
اور مسلک حق پر فائز فرمائے۔ لہٰذا میں اپنے برادر عم زاد اور اہل خاندان سے
معتمد مسلم بن عقیل کو بھیجتا ہوں۔ اور ان کو میں نے حکم دیا ہے۔ کہ وہ تمہارے
حالات اور صداقت سے آگاہی حاصل کر کے حقیقت امر سے مجھے مطلع
کریں۔ پس اگر انہوں نے لکھا۔ کہ تم سب خاص و عام باتفاق طالب حق ہو
اور آخرت حق پر آمادہ ہو۔ تم میں جو ارباب عقل و فضل ہیں۔ وہ سب تم سے
متفق الرائے ہیں۔ جیسا کہ تم اپنے خطوط میں ظاہر کر چکے ہو۔ تو انشاء اللہ تعالیٰ
میں بہت جلد تمہارے پاس پہنچتا ہوں۔ اور نیز واضح رہے۔ کہ امام یہی
دین کا امام ہے۔ جو مطابق کتاب خدا عمل کرے۔ اور طریق عدل و حق پر
قائم ہو۔ اور اپنے نفس کو ہمیشہ احکام خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پابند و مقید
پابند رکھے۔ والسلام۔

مقتل ابی مخنف :-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ من الحسین بن علی الی الملاء
من المؤمنین اما بعد۔ فان ھانیا و سعیدا
قدما الی بکتبکم وکان اخر من قدم الی
من رسلکم وقد فھمت ما ذکرتموہ انہ
لیس لکم امام غیری وتسئلونی القدوم
الیکم ھذا اخی وابن عمی المفضل عندی من

أَهْلِ بَيْتِي مُسْلِمَ بْنَ عَقِيلٍ فَإِنْ كَتَبَ إِلَيَّ أَنَّهُ قَدِ اجْتَمَعَ رَأْيُ مَلَئِكُمْ وَذَوِي الْحِجَى وَالْفَضْلِ مِنْكُمْ عَلَى مِثْلِ مَا قَدِمَتْ بِهِ عَلَيَّ رُسُلُكُمْ وَقَرَأْتُ فِي كُتُبِكُمْ أَقْدَمُ إِلَيْكُمْ وَشِيكًا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى

(۱- مقتل ابی مخنف ص ۱۹ قبل خروج الحسین، مطبوعہ حیدریہ نجف طبع قدیم)

(۲- ارشاد شیخ مفید ص ۲۰۴ مطبوعہ قم ذکر دخول مسلم بن عقیل علی الکوفہ)

(۳- الاخبار الطوال ص ۲۳۰ / ذکر کوفہ والحسین مطبوعہ بیروت طبع جدید۔)

ترجمہ:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حسین بن علی کی طرف سے مومنین کوفہ کے سرداروں کی طرف۔ اما بعد۔ ہانی اور سعید تمہارے خطوط لے کر میرے پاس پہنچے یہ تمہارے ایلچیوں میں سے آخری ایلچی ہیں۔ جو کچھ تم نے لکھا میں نے سمجھ لیا ہے کہ تمہارا میرے بغیر کوئی امام نہیں۔ اور تم مجھے اپنے ہاں آنے کو کہتے ہو میرا بھائی اور چچا زاد اور میرے اہل بیت میں سے میرا قابل اعتماد مسلم بن عقیل تمہارے پاس آرہا ہے میں نے اسے کہا ہے کہ وہاں جا کر تمہارے متعلق اپنی رائے اور تمہارے حالات مجھے لکھے۔ میں ان شاء اللہ تمہارے پاس آؤں گا۔

نوٹ:۔

تقریباً ایک ہی مضمون کی عبارات ہم نے مختلف کتب سے مکمل طور پر لی ہیں

تحریر کی ہیں جو کہ ثابت ہو جائے کہ تمام شیعہ مؤرخین و محققین کا اس پر اجماع اور اتفاق ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو دعوت کوفہ دینے والے کوفی شیعہ ہی تھے۔

خلاصہ کلام:-

امام حسین رضی اللہ عنہ نے کوفیوں کے بارہ ہزار خطوط کے جواب میں جو دو سطر کا جواب تحریر فرمایا۔ اس میں کوفیوں کی اس بات کو دہرایا گیا ہے۔ کہ آپ نے کہا ہے۔ کہ ہمارا آپ کے بغیر کوئی امام نہیں۔ آپ نے بھیجے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل، اور کچھ اور ہدایات بھی دیں۔ اور مسلم بن عقیل کے تسلی بخش جواب کے بعد خود بھی کوفہ آنے کا وعدہ فرمایا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے خط میں جو یہ الفاظ تحریر فرمائے۔

الی الملاء من المؤمنین۔ یعنی یہ خط میں کوفہ کے ان معززین کو لکھ رہا ہوں جن کے خطوط میرے پاس آئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ خط لکھنے والے، خط لانے والے اور خط کا جواب وصول کرنے والے سب کے سب کوفی شیعہ تھے۔

جب امام مسلم رضی اللہ عنہ کی اٹھارہ ہزار کوفیوں شیعوں نے بیعت کی۔ تو انہوں نے امام حسین کو خط لکھا کہ آپ جلدی کوفہ آجائیں

جلاء العیون:-

چوں داخل شہر کوفہ شد در خانہ مختار بن ابی عبید ثقفی نزول اجلال فرمود معصوم

گروہا شیعیان قدوم مسلم را غنیمت شمردہ فوج فوج بخدمت او می آمدند و نامۂ حضرت امام حسین را برایشان می خواندند شیعیان آن نامہ گریان گردیدہ بیعت میکردند تا آنکہ بدست مسلم ہیجدہ ہزار نفر از اہل کوفہ بشرف بیعت آن حضرت سرفراز گردیدند مسلم نامۂ عریضہ بخدمت آن حضرت نوشت کہ تا حال ہیجدہ ہزار نفر از اہل کوفہ ——— در بیعت شما در آمدہ اند۔ اگر توجہ باین طرف گردد مناسب است۔ چون کار شیعیان بخدمت مسلم بسیار شد نعمان بن بشیر کہ از جانب معاویہ و یزید والی بود حقیقت حال مطلع شد و بمسجد درآمد و بر منبر بالا رفت بعد از حمد و ثنای الٰہی و درود بر حضرت رسالت پناہی گفت اما بعد ای بندگان خدا از حق تعالیٰ بترسید و بسوی فتنہ و افتراق مشتابید معصیت منمائید کہ موجب کشتن مردان و ریختن خون مسلمانان و غارت اموال ایشان می گردد .... عبداللہ بن مسلم حضرمی بیزید نامہ نوشت کہ مسلم بن عقیل بکوفہ آمدہ و شیعیان برای حسین بن علی با او بیعت مینمایند اگر کوفہ را میخواہی کسی را بحکومت کوفہ بفرست کہ او امر و دشمنان ترا اہتمام نماید۔ زیرا کہ نعمان بن بشیر یا ناتوان است یا خود را ضعیف می نماید۔ (جلاء العیون جلد ۲ ص ۲۱۵ فارسی مجلسی)

ترجمہ:-

لوگ فوج در فوج خدمت حضرت مسلم میں آتے تھے۔ اور مسلم نامۂ امام حسین پڑھتے تھے۔ اور وہ لوگ نامہ کو پڑھ کر روتے تھے۔ اور بیعت کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اٹھارہ ہزار کوفی حضرت بیعت امام حسین سے مشرف ہوئے اس وقت ایک عریضہ امام مسلم نے خدمت امام حسین میں لکھا کہ اس وقت اٹھارہ ہزار آدمی آپ کی بیعت ——— سے مشرف ہو چکے ہیں اگر آپ

یہاں تشریف لائیں تو مناسب ہے۔ جب بہت شیعہ حضرت امام مسلم کے پاس جمع ہو گئے۔ اور نعمان بن بشیر جو کہ معاویہ اور یزید کی طرف سے حاکم کوفہ تھا۔ حقیقت حال سے مطلع ہوا۔ مسجد میں آکر منبر پر گیا۔ اور بعد حمد و ثنائے الٰہی و درود حضرت رسالت پناہی نعمان نے کہا۔ اما بعد اے بندگان خدا۔ لازم ہے کہ حق تعالیٰ سے ڈرو اور امت میں فتنہ برپا نہ کرو کہ موجب قتل و خون ریزی مسلمانان و غارت اموال بزرگان نہ ہو .... خطبہ کے بعد بنوامیہ کے ایک حلیف عبداللہ بن مسلم ربیعہ نے یزید کو نامہ لکھا۔ اور اس خط میں درج کیا۔ کہ مسلم بن عقیل کوفہ میں آئے اور شیعان کوفہ مسلم بن عقیل سے امام حسین کی بیعت کرتے ہیں۔ اگر کوفہ کی ریاست منظور ہے۔ کسی کو حاکم کوفہ بنا کر بھیج دو۔ کہ دشمنوں کے حق میں حکم تمہارے اہتمام کرے۔ اس لیے کہ نعمان بن بشیر کو تاب مقابلہ نہیں۔ یا دانستہ تساہل کرتا ہے۔

(جلاء العیون مترجم اردو۔ جلد دوم ص ۱۹۲
مطبوعہ شیعہ جنرل بک ایجنسی انصاف
پریس لاہور۔ طبع جدید۔)

ذبحِ عظیم

حضرت مسلم کے تمام حالات صاحب صلوٰۃ الفتح میں لکھتے ہیں۔ جب حضرت مسلم داخل کوفہ ہوئے۔ تو اہل کوفہ نے ان کی بہت تعظیم و تکریم کی۔ اور ان کو مطمئن کر دیا کہ ہم نصرت و اطاعت کو حاضر ہیں۔ اٹھارہ ہزار اہل کوفہ سے بیعت لینے کے بعد حضرت مسلم نے تقریباً گیارہ ذیقعدہ کو عابس بن شبیب کے ہاتھ جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں یہ خط روانہ کیا۔ ہم سب موافقت ہیں۔ کہ پیش رو قافلہ اپنے اہل

سے جھوٹ نہیں بولتا ہے۔ یہاں کی کیفیت یہ ہے کہ اس وقت تک اٹھارہ ہزار میرے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں۔ اب مناسب ہے کہ آپ بہت جلد تشریف لائیے کیونکہ سب آپ کے مطیع ہیں۔ اور سب نے آل معاویہ سے قطع تعلق کر لیا ہے۔

(ذبح عظیم ص ۱۰۴ مطبوعہ تہران طبع جدید
ضمیمہ کتاب خانہ اثنا عشریہ ترجمہ مولوی
اولاد حسین)

اسی ہزار شیعوں نے امام مسلم کی بیعت کی اس پر ایک یزیدی نے یزید کو کیا خط لکھا

مقتل ابی مخنف:

حَتّٰی وَصَلَ الْكُوْفَةَ فَنَزَلَ لَيْلًا فِيْ دَارِ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ وَقِيْلَ فِيْ دَارِ الْمُخْتَارِ بْنِ اَبِيْ عُبَيْدَةَ الثَّقَفِيِّ فَجَعَلَ النَّاسُ يَخْتَلِفُوْنَ اِلَيْهِ فَاَقْرَاَهُمْ كِتَابَ الْحُسَيْنِ فَجَعَلُوْا يَبْكُوْنَ وَيَنْتَحِبُوْنَ فَقَامَ عَابِسُ الْبَكْرِيُّ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَذَكَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى عَلَيْهِ وَاَقْبَلَ عَلٰى مُسْلِمٍ وَقَالَ اِنِّيْ لَسْتُ اَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِ النَّاسِ وَلٰكِنْ اُخْبِرُكَ بِمَا فِيْ نَفْسِيْ اِذَا دَعَوْتُمُوْنِيْ اَجَبْتُكُمْ وَاَضْرِبُ بِسَيْفِيْ عَدُوَّكُمْ حَتّٰى اَلْقَى اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ جَلَسَ وَ

فَقَامَ حَبِيْبُ بْنُ مَظَاهِرٍ وَقَالَ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ قَدْ قَضَيْتَ مَا عَلَيْكَ وَاَنَا وَاللّٰهِ عَلٰى مِثْلِ ذٰلِكَ قَالَ اَبُوْمِخْنَفٍ وَجَعَلَ اَهْلُ الْكُوْفَةِ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِ عَشَرَةً بَعْدَ عَشَرَةٍ وَعِشْرِيْنَ بَعْدَ عِشْرِيْنَ وَاَقَلَّ وَاَكْثَرَ حَتّٰى بَايَعَهُ فِيْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ ثَمَانُوْنَ اَلْفَ رَجُلٍ۔

اس کے بعد عبداللہ بن مسلم یزیدی نے یزید کو یہ خط لکھا۔

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ مُسْلِمَ بْنَ عَقِيْلٍ وَرَدَ الْكُوْفَةَ وَقَدْ بَايَعَتْهُ شِيْعَةُ الْحُسَيْنِ فَاِنْ كَانَ لَكَ فِي الْكُوْفَةِ حَاجَةٌ فَابْعَثْ اِلَيْهَا رَجُلًا قَوِيًّا فَاِنَّ النُّعْمَانَ ضَعِيْفٌ اَوْ يَتَضَاعَفُ .

(مقتل ابی مخنف فی مقتول مسلم بن
عقیل الکوفۃ ص ۲۰۔۲۱ طبع قدیم)

ترجمہ:

یہاں تک کہ مسلم بن عقیل کوفہ پہنچے۔ رات کے وقت سلیمان بن صرد یا مختار بن ابی عبیدہ ثقفی کے گھر آئے۔ لوگ ان کے پاس آنا شروع ہو گئے انہیں امام حسین کا رقعہ پڑھ کر سنایا۔ تو رونا شروع ہو گئے۔ عابس بکری کھڑا ہوا۔ اللہ کی حمد و ثنا اور حضور کی ذات پر صلوٰۃ و سلام پڑھا۔ اور امام مسلم کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ لوگوں کے دلوں کی بات کو میں جانتا نہیں ہوں لیکن اپنا جو ہے تم جب بھی مجھے پکارو گے۔ حاضر ہو جاؤں گا۔ میں تمہارے دشمنوں سے اس وقت تک تلوار چلاؤں گا کہ اللہ سے جا ملوں۔ اس کے بعد حبیب بن مظاہر اٹھا اور اس نے کہا۔ اللہ تم پر رحم کرے۔ آپ نے اپنے ذمہ حق کا حق ادا کر دیا ہے۔ اور خدا کی قسم میں بھی تمہاری طرح عہد کرتا ہوں۔ ابو مخنف

نے کہا۔ کوئی ان کے پاس دس دس بیس بیس کیا کم و بیش آگئے ہیں۔ اور اس
وقت اسی ہزار مردوں نے بیعت کی اور عبداللہ بن نجبہ نے جب امام کے بعد مسلم بن عقیل کو
آچکا ہے۔ اور امام حسین کے شیعوں نے اس کی بیعت کر لی ہے۔ مگر حسین کو تو
کی ضرورت ہے۔ تو یہاں کسی مضبوط آدمی کو بھیجو۔ کیونکہ نعمان کمزور ہے۔ اور
بہت ہی کمزوری کا ظاہر کرتا ہے۔

خلاصہ گفتگو:۔

کوفہ میں پہنچنے پر تقریباً اٹھارہ ہزار کوفیوں نے مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر امام حسین کے لیے
بیعت کی۔ یہ لوگ امام حسین رضی اللہ عنہ کے شیعہ تھے کیونکہ انہیں کے
خطوط کے جواب میں امام حسین نے مسلم بن عقیل کو بھیجا۔ اور جب مسلم بن عقیل
انہیں امام موصوف کا خط پڑھ کر سناتے تھے۔ تو یہ زار و قطار روتے تھے۔ اور پھر
امام مسلم کے سامنے ان کے سرکردہ آدمیوں نے بڑے جاندار الفاظ اور
خطبات کہے۔ ان کی اتنی بڑی تعداد اور ان کے دلفریب خطبات نے مسلم
بن عقیل کو یہ باور کرا دیا۔ کہ کوفی شیعانِ حسین کے واقعی فدائی اور شیدائی ہیں۔ لہٰذا
پہلے امام مسلم نے امام حسین کو خط لکھ دیا کہ حالات سازگار ہیں۔ لہٰذا آپ کوفہ
تشریف لے آئیے۔ چنانچہ اس خط کے ملنے کے بعد امام حسین رضی اللہ عنہ
مکہ سے کوفہ روانہ ہوئے۔ ادھر یزید کے جاسوسوں کی اطلاع پر یزید نے گورنر بصرہ
عبیداللہ بن زیاد کو بصرہ سے تبدیل کر کے کوفہ پر مقرر کر دیا۔

گورنر کوفہ ابن زیاد کی دھمکیوں سے شیعوں نے امام حسین کی بیعت توڑ دی

مقتل ابی مخنف:۔

ثُمَّ نَزَلَ عَنِ الْمِنْبَرِ وَ اَمَرَ مُنَادِیَهٗ یُنَادِیْ فِیْ قَبَائِلِ
الْعَرَبِ اَنِ ابْقَوْا عَلٰی بَیْعَةِ یَزِیْدَ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَبْعَثَ
اِلَیْكُمْ مِّنَ الشَّامِ رِجَالًا یَقْتُلُوْنَ رِجَالَكُمْ وَ یَسْبُوْنَ
حَرِیْمَكُمْ قَالَ اَبُوْ مِخْنَفٍ فَلَمَّا سَمِعَ اَهْلُ الْكُوْفَةِ جَعَلَ
یَنْظُرُ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ وَ یَقُوْلُوْنَ مَا لَنَا وَ الدُّخُوْلِ
بَیْنَ السَّلَاطِیْنِ وَ نَقَضُوْا بَیْعَةَ الْحُسَیْنِ وَ بَایَعُوْا یَزِیْدَ
قَالَ اَبُوْ مِخْنَفٍ وَ كَانَ مُسْلِمٌ قَدْ اَصْبَحَ فِیْ ذٰلِكَ الْیَوْمِ
مَوْعُوْكًا فَلَمْ یَخْرُجْ لِلصَّلٰوةِ فَلَمَّا كَانَ وَقْتُ الظُّهْرِ
خَرَجَ اِلَی الْمَسْجِدِ فَاَذَّنَ وَ اَقَامَ وَ صَلّٰی وَحْدَهٗ
وَ لَمْ یُصَلِّ مَعَهٗ اَحَدٌ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ صَلٰوتِهٖ اِذْ
هُوَ بِغُلَامٍ فَقَالَ لَهٗ یَا غُلَامُ مَا فَعَلَ اَهْلُ الْمِصْرِ
فَقَالَ یَا سَیِّدِیْ اِنَّهُمْ نَقَضُوْا بَیْعَةَ الْحُسَیْنِ
وَ بَایَعُوْا یَزِیْدَ۔

(مقتل ابی مخنف ص ۵۵-۵۶ طبع کمپنی مطلب
ابن زیاد مع البیعة للحکومة۔

ترجمہ:-

ابن زیاد خطیب ہے کہ جب منبر سے اترا اور منادی کرنے والے کو قبائل عرب میں منادی کرنے کو کہا۔ کہ وہ یزید کی بیعت پر پختہ رہیں ایسا نہ ہو کہ فوج شام سے تمہاری خاطر کوچ کر بیٹھے۔ پھر وہ تمہارے مردوں کو قتل کر دیں اور تمہارے آزاد عورتوں کو قیدی بنا لیں۔ ابو مخنف کہتا ہے۔ جب کوفیوں نے یہ سنا تو ایک دوسرے کو دیکھنے لگے اور کہنے لگے ہمیں جھگڑوں کے درمیان مداخلت نہیں کرنی چاہیے۔ انہوں نے امام حسینؓ کی بیعت توڑ دی اور یزید کی بیعت کر لی۔ ابو مخنف کہتا ہے اس دن امام مسلم نے پریشانی میں شام کی نماز مسجد پڑھنے کے لیے مسجد کی طرف گئے۔ ہر ایک وقت مسجد میں جا کر اذان اور اقامت کہی۔ اور تنہا نماز پڑھی۔ کوئی بھی نماز میں نہ تھا۔ نماز سے فارغ ہوتے ہی ایک غلام سے ملاقات ہوئی۔ پوچھا اے غلام! شہر والوں نے کیا کیا؟ غلام نے کہا میرے مولا ان کوفیوں نے امام حسینؓ کی بیعت توڑ کر یزید کی بیعت کر لی ہے۔

حاصل کلام:-

ابن زیاد کی دھمکی ایسی کارگر ہوئی کہ وہ کوفی سب جو ایک وقت امام حسینؓ کے لیے مرنے مارنے پر بیعت کر رہے تھے۔ اور جو ان کو پیغام پہنچ کر رو رہے تھے کہ جب یہ لکھتے تھے کہ ہمیں کسی کی فکر نہیں کہ امام حسینؓ یہیں پہنچ گئے۔ صرف ایک تنکے دل کی بات یہاں تک پہنچ گئی کہ مسلم بن عقیل خود ہی اذان و اقامت کہہ کر اکیلے ہی نماز پڑھ رہے ہیں۔ انہوں نے مارے ڈر کے ایسا ارتقیہ کیا کہ بے شمار وعدے کرنے کے باوجود امام حسینؓ کی بیعت توڑ دی اور یزید کی بیعت کر لی ہے۔ اور حالات نے یوں پلٹا

کہا گیا۔ اُدھر امام حسین رضی اللہ عنہ مسلم بن عقیل کا پیغام سن کر روانہ ہونے کی تیاری میں مصروف ہیں۔ اپنے بیگانے آ جا رہے ہیں۔ اور ہر قسم کی گفتگو ہو رہی ہے۔ آئیے کچھ اس کی جھلک بھی دیکھیں۔

صحابہ کرام نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفیوں کی سابقہ غداریاں یاد دلائیں اور بہت روکا مگر آپ نے شیعوں کے خطوط پر اعتماد کیا اور روانہ ہوئے۔

مقتل ابی مخنف:۔

فَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَنَفِيَّةِ نَاشَدْتُكَ اللهَ يَا أَخِي أَنْ لَا تَسِيرَ إِلَى قَوْمٍ قَتَلُوا أَبَاكَ وَغَدَرُوا بِأَخِيكَ فَأَخْرَجْتَ حَرَمَ جَدِّكَ وَإِلَّا فَارْجِعْ إِلَى حَرَمِ اللهِ فَإِنَّ لَكَ فِيهِ أَعْوَانًا كَثِيرَةً فَقَالَ لَهُ لَا بُدَّ مِنَ الْمَسِيرِ إِلَى الْعِرَاقِ .... فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ يَا ابْنَ الْعَمِّ قَدْ بَلَغَنِي أَنَّكَ تُرِيدُ الْعِرَاقَ فَقَالَ لَهُ الْحُسَيْنُ قَدْ أَجْمَعَ رَأْيِي عَلَى الْمَسِيرِ فَقَالَ يَا ابْنَ الْعَمِّ تَسِيرُ إِلَى قَوْمٍ قَتَلُوا أَبَاكَ وَغَدَرُوا بِأَخِيكَ فَكُنْتُ آمَنُ عَلَيْكَ أَنْ يَغْدِرُوكَ نَاشَدْتُكَ اللهَ أَنْ لَا تَخْرُجَ عَنْ بَلَدِ

الْحُسَيْنَ وَدَخَلَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ فَحَدَّثَهُ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ لَسْتُ أَدْرِي لِأَيِّ شَيْءٍ تَرَكْنَا هٰذَا الْأَمْرَ يَتَوَلَّاهُ غَيْرُنَا فَقَالَ الْحُسَيْنُ قَدْ كَتَبَ إِلَيَّ شِيعَتِي وَأَشْرَافُ أَهْلِ الْكُوفَةِ بِالْقُدُومِ۔

(مقتل ابی مخنف ص ۴۳ / مسیر الحسین
الی العراق طبع قدیم نجف اشرف)

ترجمہ:-

امام حسین سے محمد بن حنفیہ نے کہا۔ آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں۔ آپ ایسی قوم کے پاس نہ جائیے جس نے آپ کے والد کو قتل کیا۔ اور آپ کے بھائی سے غداری کی۔ آپ اپنے نانا جان کے حرم مدینہ منورہ میں ٹھہر جائیں۔ ورنہ مکہ شریف سے چلے جائیں۔ کیونکہ وہاں آپ کے بہت معاون ہیں۔ یہ سن کر امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ مجھے اعراق جانا ہی ہے ...... پھر امام حسین کو ابن عباس نے کہا۔ اے میرے چچا کے بیٹے۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ عراق جانے کی تیاری کر رہے ہیں۔ امام حسین نے کہا۔ میری رائے اسی پر پکی ہے۔ کہ میں وہاں جاؤں۔ تو ابن عباس نے عرض کی۔ ایسی قوم کے پاس جانا چاہتے ہو۔ جنہوں نے تمہارے والد گرامی کو شہید کیا۔ اور تمہارے بھائی سے دھوکہ کیا۔ مجھے آپ کے بارے میں خطرہ ہے۔ کہ وہ آپ کو بھی دھوکہ دیں گے۔ تو تمہیں اللہ کی قسم دلاتا ہوں۔ وہاں نہ جائیے۔ امام حسین نے ماننے سے انکار کر دیا۔ عبداللہ بن زبیر آئے۔ کچھ باتیں کیں۔ پھر کہا۔ مجھے معلوم نہیں۔ کہ ہم نے کس حال

میں اس معاملہ کو چھوڑ دا۔ اور اختیار اس پر قبضہ کر بیٹھے۔ امام حسین نے کہا مجھے
میرے شیعوں اور کوفہ کے رہنے والے لوگوں نے وہاں آنے کو کہا ہے
لہٰذا میں جاؤں گا۔

ذبح عظیم :-

عبداللہ بن عمر مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ میں تجدید حج کو آئے ہوئے تھے۔ سب سے پہلے
عبداللہ بن عمر اور امام حسین علیہ السلام کے درمیان جو گفتگو واقع ہوئی۔ ہم وہ بیان کرتے ہیں۔
عبداللہ بن عمر جناب امام حسین علیہ السلام کا قصد سفر دیکھ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے
اور کہنے لگے کہ آپ کو معلوم ہے۔ کہ کوفہ والے آپ کے خاندان کے کیسے دشمن ہیں۔ آپ
کو ان کی طرف سے پوری احتیاط کرنی چاہیئے۔ اور اپنے آپ کو ان سے بچانا لازم ہے کہ آپ
ان کے قول و قرار پر اعتماد نہ کریں۔

دوسری بات یہ ہے کہ لوگوں نے عام طور پر یزید سے بیعت کر لی ہے۔ اور
کوفہ والے بھی دولت و زر کے لالچ سے اس کی طرف جھکے ہوئے ہیں۔ آپ کا ساتھ
چھوڑ دیں گے یا آپ کو شہید کر دیں گے۔ اس لیے آپ امن و امان سے خدا کے گھر میں
بیٹھے رہیں۔

(ذبح عظیم مصنفہ مولانا حیدر سیالکوٹی ص ۱۲۲-۱۲۳
کتب خانہ اثنا عشری لاہور)

جلاء العیون :-

پس ابن عمر نے کہا۔ یا حضرت آپ موضع جسد اطہر جہاں چومتے رسول خدا
چومتے تھے۔ مجھے دکھا دیجئے۔ پس حضرت نے موضع ناف مبارک

سفر کربلا میں عبداللہ بن یقطیر اور مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر سن کر امام حسین کا ارشاد کہ ہمیں ہمارے شیعوں نے رسوا کر دیا۔

مقتل ابی مخنف:۔

حتی انتهى الى زبالة فنزل بها ثم قام خطيبا فحمد الله واثنى عليه وذكر النبي فصلى عليه ثم نادى باعلى صوته ايها الناس انما جمعتكم على ان العراق في قبضتي وقد جاءني خبر صحيح ان مسلم بن عقيل وهانئ بن عروة قتلا وقد خذلتنا شيعتنا فمن كان منكم يصبر على ضرب السيوف وطعن الرماح والا فلينصرف من موضعه هذا ليس عليه من ذمامي شيء فسكتوا جميعا وجعلوا يتفرقون يمينا وشمالا حتى لم يبق عنده الا اهل بيته ومواليه وقالوا والله ما نرجع حتى نأخذ بثارنا او نذوق الموت غصة بعد غصة وهم يبكون ويسعون نحوك

وَهُمُ الَّذِينَ خَرَجُوا مَعَهُ مِنْ مَكَّةَ ۔

(مقتل ابی مخنف ص ۲۳ مسیر الحسین
الی العراق مطبوعہ حیدریہ نجف اشرف
طبع ۱۳۶۹ھ)

ترجمہ:

امام حسین رضی اللہ عنہ زبالہ کے مقام پر پہنچے، سواری سے اترے۔ اور خطبہ دیا۔ اللہ کی حمد و ثنا کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا۔ پھر بلند آواز سے کہا لوگو! میں نے تمہیں اس لیے جمع کیا ہے کہ عراق میری مٹھی میں ہے۔ اور ابھی ابھی ایک صحیح خبر آئی ہے کہ مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ شہید کر دیے گئے ہیں۔ ہمارے شیعوں نے ہمیں رسوا کر دیا ہے۔ تم میں سے جو تلواروں اور نیزوں کے زخم برداشت کر سکتا ہے کرے تو بہتر۔ ورنہ اسی مقام سے واپس ہو جائے۔ واپس جانے والے پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ سب خاموش ہو گئے۔ اور دائیں بائیں کھسکنے لگے۔ یہاں تک کہ آپ کے ساتھ اہل بیت اور غلاموں کے علاوہ کوئی شیعہ نہ رہا۔ ان لوگوں نے کہا۔ خدا کی قسم! ہم امام مسلم کا بدلہ لیے بغیر نہیں جائیں گے۔ یا مر جائیں گے۔ یہ لوگ ستر سے کچھ اوپر (بہتر) تھے۔ اور یہی تھے جو امام حسین کے ساتھ مکہ سے آئے تھے۔

ارشاد شیخ مفید:

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّهُ قَدْ أَتَانَا خَبَرٌ فَظِيعٌ قَتْلُ مُسْلِمِ بْنِ عَقِيلٍ وَهَانِئِ بْنِ عُرْوَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَقْطُرَ وَقَدْ خَذَلَتْنَا شِيعَتُنَا فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمُ

الانصراف فلینصرف في غیر حرج لیس علیه ذمام
فتفرق الناس عنه واخذوا یمیناً وشمالاً حتی
بقي في اصحابه الذين جاؤوا معه من المدینة
ونفر یسیر ممن انضموا الیه۔

(ارشاد شیخ مفید ص ۲۲۳ فی توجیه
الحسین علیه السلام الی الکوفة
مطبوعہ کتب بصیرتی قم ایران)

ترجمہ:

اما بعد! ہمیں ایک افسوسناک خبر موصول ہوئی ہے کہ مسلم بن عقیل، ہانی بن عروہ اور عبداللہ بن یقطر کو شہید کر دیا گیا ہے۔ تحقیق ہمارے شیعوں نے ہمیں ذلیل و خوار کیا ہے پس تم میں سے جو واپس جانا چاہے تو اپنی خوشی سے چلا جائے۔ اس پر کوئی روک ٹوک نہیں ہوگی۔ یہ سن کر لوگ (شیعہ) منتشر ہو گئے اور دائیں بائیں سے چلتے بنے یہاں تک کہ آپ کے پاس صرف آپ کے وہی جاں نثار رہ گئے جو مدینہ شریف سے آپ کو ساتھ ہو لیے تھے اور چند لوگ جو راستے کے کچھ پڑاؤ پر مل گئے تھے۔

مذکورہ عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ

حاصل کلام:-

امام حسین رضی اللہ عنہ نے سفر کر کے منزل زبالہ پر جب یہ خبر سنی کہ امام مسلم بن عقیل، عبداللہ بن یقطر اور ہانی بن عروہ شہید ہو چکے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ہمارے شیعوں نے ہمیں قتل کروا دیا ہے کیونکہ آپ کو خط لکھنے والے اور بلانے والے شیعہ ہی تھے اس لیے آپ نے فرمایا ہمارے

شیعوں نے کیں رسوا کیا ہے تو اس سے صاف واضح ہوا کہ امام حسین اور آپ کے اہل بیت
کو ذلیل کرنے والے شیعہ ہی تو تھے۔ اور دوسری بات یہی ثابت ہوئی کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے
جب اپنے ساتھ چلنے والوں کو یہ بات سنائی اور فرمایا کہ تمہیں اجازت ہے جس کی مرضی میرے
ساتھ رہے اور جس کا دل چاہے چلا جائے کیونکہ اب وہ بات ختم ہو گئی کہ ہم اپنے شیعوں کے
پاس جا رہے ہیں تو سب لوگ آپ کو چھوڑ کر چلے گئے سوائے ان لوگوں کے جو مکہ معظمہ
اور مدینہ منورہ سے آپ کے ساتھ روانہ ہوئے تھے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ اہل مکہ و مدینہ اہل بیت
اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے حقیقی محب تھے اور اہل کوفہ محض محبت کے دعویدار تھے حقیقتاً
غدار اور اصل قاتلان اہل بیت تھے۔

جنگ سے پہلے میدان کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے شیعوں کو وفاداری و جاں نثاری کے دعوے یاد دلائے مگر وہ ہر چیز سے مکر گئے۔

مقتل ابی مخنف:

ثُمَّ قَامَ الْحُسَيْنُ فِي إِزَارٍ وَقَمِيصٍ فَحَمِدَ اللهَ
وَأَثْنَى عَلَيْهِ وَذَكَرَ جَدَّهُ فَصَلَّى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ
أَيُّهَا النَّاسُ مَعْذِرَةً إِلَى اللهِ وَالْمُؤْمِنِينَ إِنِّي
كَتَبْتُمْ أَنْ أَقْدِمَ عَجِبْتُ لَكُمْ مَا لَكُمْ وَعَجِبْتُ مَا
عَجِبْتُ لَكُمْ إِذْ كَتَبْتُمْ لَنَا

كَارِهِينَ رَجَعْتُ عَنْكُمْ إِلَى حَيْثُ جِئْتُ مِنَ الْأَرْضِ
فَقَالَ الْحُرُّ أَنَا وَاللّٰهِ لَسْتُ مِمَّنْ كَتَبَ إِلَيْكَ
فَقَالَ الْحُسَيْنُ لِعُقْبَةَ بْنِ سَمْعَانَ أَخْرِجِ
الْخُرْجَيْنِ الْمَمْلُوئَيْنِ كُتُبًا فَأَخْرَجَهَا
وَقَرَأَهَا عَلَيْهِمْ۔

(مقتل ابی مخنف ص۳۸ ملاقات الحر مع
الحسین۔ مطبوعہ حیدرآباد نجف
اشرف)

ترجمہ:

پھر امام حسین چادر اور نعلین پہنے کھڑے ہوئے۔ اللہ کی حمد و ثنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم
پر درود و سلام پڑھا۔ پھر کہا۔ لوگو! میں اللہ اور تم سے معذرت خواہ ہوں۔ حتیٰ کہ
میرے پاس تمہارے رقعہ جات آئے۔ جن میں مجھے یہاں آنے کو کہا گیا تھا۔
اور تمہارا وعدہ تھا۔ ہم خوشی خوشی سب کے سب تمہارے ساتھ ہوں گے۔ اور آپ
کے بغیر ہمارا کوئی امام نہیں۔ اگر تم میرے یہاں آنے سے بیزار ہو تو میں واپس
چلا جاتا ہوں۔ جہاں سے میری مرضی ہو۔ حر نے کہا۔ خدا کی قسم! میں رقعہ لکھنے
والوں میں سے نہیں ہوں۔ پھر امام حسین نے عقبہ بن سمعان کو فرمایا۔ خطوں
سے بھرے ہوئے دو تھیلے لاؤ۔ اور ان میں سے رقعہ جات نکالو۔ اس
نے رقعہ جات نکالے۔ اور ان (حسین) کو پڑھ کر سنائے۔

جلاء العیون:-

ایما آنکہ حق تعالیٰ نیامدم بسوی شما اگر ابا دارید از آمدن من برگردم بجای خود،

و یکبارگی شما پیاپی بمن رسید و نوشته بودید که البته بیا بسوی ما که ما را امام و پیشوائی
نداریم شاید که خدا ما را بسبب تو بر حق و هدایت مجتمع گرداند اگر بر سر عهد و گفتار خود هستید
پیمان خود را تازه کنید و خاطر مرا مطمئن گردانید و اگر از گفته خود برگشته اید و پیمان
را شکسته اید و آمدن مرا کاره اید بجای خود برمیگردم .... حضرت عقبه بن
سمعان را فرمود که خورجینی را که نامه های ایشان در آنجاست حاضر ساز چون خورجین را آورد نامه ها
را بیرون ریخت نزد ایشان پس حر گفت که ما از نویسندگان این نامه ها نیستیم و از
جانب ابن زیاد مامور شده ام که چون ترا ملاقات نمایم از تو جدا نشوم تا ترا بنزد
ابن زیاد ببرم حضرت فرمود که مردن از این مذلت آسانتر است تو را ام شد

(جلاء العیون جلد دوم ص ۴۴۳ – ۴۴۵
آنحضرت بعراق و آمدن حر مقابل
آنسرور مطبوعه تهران طبع جدید مطبوعه
تهران سنه ۱۲۷۰ھ)

ترجمہ:-

ایسا اتفاق کبھی تمہاری طرف نہیں آیا۔ کہ جب کہ متواتر تم ہی سے خطوط اور
تمہارے قاصد پے در پے میرے پاس پہنچے۔ تم نے کہا کہ آپ ہمارے پاس
تشریف لے آئیے کہ ہمارا امام و پیشوا کوئی نہیں ہے۔ شاید خدا ہم کو آپ کی
حق و ہدایت پر جمع کر دے۔ اگر تم اپنے عہد و گفتار پر برقرار ہو۔ مجھ سے
عہد و پیمان تازہ کر کے دل میرا مطمئن کرو۔ اور اگر اپنی گفتار سے پھر گئے
ہو۔ اور عہد و پیمان کو شکستہ کر دیا ہے۔ اور میرے آنے سے بیزار ہو۔
میں اپنے وطن واپس جاتا ہوں .... حضرت نے عقبہ بن سمعان
سے فرمایا۔ کہ وہ خورجین جن میں خطوط ہیں لے کر آؤ۔ جب خورجین لائے تو

خطوط کو نیاں بے وفا سے بھری ہوئی تھیں لیکن حُر نے کہا مجھے ان خطوط کی اطلاع نہیں ہے۔ مجھے ابن زیاد نے مقرر کیا ہے۔ کہ جب آپ سے ملاقات کروں۔ جدا نہ ہوں۔ تا وقتیکہ آپ کو ابن زیاد کے پاس نہ لے جاؤں حضرت نے فرمایا جب تک زندہ موجود ہوں۔ یہ ذلت مجھ سے گوارا نہ ہوگی۔

(جلاء العیون اردو ص ۲۱۴-۲۱۵ جلد دوم مطبوعہ شیعہ جنرل بک ایجنسی لاہور)

مقتل ابی مخنف :-

ثُمَّ نَادَى الْحُسَيْنُ وَيْلَكَ يَا شَبَثَ بْنَ رِبْعِيٍّ وَيَا كَثِيرَ بْنَ شِهَابٍ وَيَا فُلَانُ وَيَا فُلَانُ أَلَمْ تَكْتُبُوا إِلَيَّ أَنْ أَقْدِمْ عَلَيْنَا لَكَ مَا لَنَا وَعَلَيْكَ مَا عَلَيْنَا فَقَالُوا لَمْ نَفْعَلْ شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ فَقَالَ الْحُسَيْنُ إِذَا كَرِهْتُمُونِي دَعُونِي أَنْصَرِفُ إِلَى مَا شِئْتُ مِنَ الْأَرْضِ فَقَالَ قَيْسُ بْنُ الْأَشْعَثِ إِنْزِلْ عَلَى حُكْمِ الْأَمِيرِ ابْنِ زِيَادٍ فَمَا تَرَى إِلَّا مَا تُحِبُّ فَقَالَ الْحُسَيْنُ وَاللّٰهِ لَا أُعْطِي بِيَدِي إِعْطَاءَ الذَّلِيلِ وَلَا أَفِرُّ فِرَارَ الْعَبِيدِ ثُمَّ تَلَا إِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ مِنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ۔

(مقتل ابی مخنف ص ۵۵ مطبوعہ المطبعۃ الحیدریہ نجف اشرف)

ترجمہ:-

میدان کربلا میں امام حسین نے شبث بن ربعی، کثیر بن شہاب اور دوسرے لوگوں کو کہا تم برباد ہو جاؤ۔ کیا تم نے مجھے یہاں آنے کو خط لکھا تھا۔ اور نفع و نقصان میں ساتھ دینے کا وعدہ نہیں کیا تھا۔ کہنے لگے ہم نے ایسی کوئی بات نہ لکھی اور نہ کہی۔ امام حسین نے فرمایا اگر تم مجھے ناپسند کرتے ہو۔ تو میرا پیچھا چھوڑ دو کہ جہاں مرضی ہو چلا جاؤں۔ قیس بن اشعث نے کہا۔ امیر ابن زیاد کے حکم سے گھوڑے سے نیچے اتر آئیں۔ تمہارے ساتھ اب بہتر سلوک ہوگا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم میں اپنے ہاتھ بیعت کے لیے ذلیل آدمی کی طرح نہیں دے سکتا اور نہ غلاموں کی طرح بھاگوں گا۔ پھر یہ آیت پڑھی۔ انی عذت بربی (الخ)

جلاء العیون:- امام حسین کو بلانے والے ہی آپ کے قاتل ہیں:-

چوں روز دیگر شد عمر بن سعد با چہار ہزار منافق عنید بکربلا رسید و در برابر لشکر امام سید فرود آمد۔ پس عمر عروہ بن قیس احمسی را طلبید و خواست کہ برسالت بخدمت حضرت بفرستد چوں آں ملعون از آنہا بود کہ نامہ بآں حضرت نوشتہ بود قبول رسالت نکرد۔ و ہر یک از ارباب لشکر کہ میگفت ابا می نمودند زیرا کہ اکثر از آنہا بودند کہ نامہ بحضرت نوشتہ بودند۔

جلاء العیون جلد دوم ص ۴۳۵ مطبوعہ

تہران طبع جدید۔ زندگانی سید الشہداء۔

ترجمہ: جب دوسرا دن ہوا عمر بن سعد لعین مع چہار ہزار منافقین داخل کربلا

ہو وا۔ اور مقابل لشکر امام حسین رضی اللہ عنہ اترا۔ اور عمرو بن سعد نے عزرہ بن قیس احمسی کو چاہا کہ بطور قاصدی امام حسین کے پاس بھیجے۔ مگر چونکہ وہ نامہ داران میں سے تھا جنہوں نے خطوط امام حسین رضی اللہ عنہ کو لکھے تھے۔ اس نے قاصدی قبول نہ کی۔ اور جس امیر لشکر سے کہتا تھا کوئی قبول نہ کرتا تھا۔ اس لیے ان میں اکثر وہی لوگ تھے جنہوں نے خطوط لکھے۔ اور عراق میں بلایا تھا۔

(جلاء العیون اردو ص ۴۴۰ جلد دوم مطبوعہ لاہور)

جلاء العیون :-

وای بر شما کہ جمع شدہ اید برائے امرے کہ خدا برآں خشم آوردہ اید بر ما غضب الہا ستم جو خود گردانیدہ اید واز رحمت او خود را محروم ساختہ اید پس نیکو پروردگار ہست پروردگار ما و بد بندگانید شما برائے کشتن ذریت و عترت او شیطان بفرمان برداری و از ایمان آوردہ بعد ظاہر پیغمبر او روا گردانیدہ جمعیت کردہ اید برائے کشتن ذریت و عترت او شیطان بر شما غالب گردیدہ است و یاد خدا را از خاطر شما محو کردہ است پس لعنت بر شما باد و بر ارادت شما و اے بر شما ای جفا کاران غدار کہ در ہنگام اضطرار بعہد و یاری خود طلبیدن ما را بجہت شما کردیم و بر ہدایت و نصرت شما آمدیم شمشیر کین بر روے ما کشیدہ اید و دشمنان خود را یاری کردید واز دوستان خدا دست برداشتید۔

(جلاء العیون جلد دوم ص ۵۵ مطبوعہ تہران)

(خطبہ آں سرور در برابر سپاہ کوفہ)

ترجمہ۔ کیا تم کو دیکھیں تباہی ہو کہ تم اس کام کے لیے جمع ہوئے ہو کہ خدا کو تم نے اپنے

اور پراگندگی کیا ہے۔ اور اس کے غضب کو اپنی جانب متوجہ کیا ہے اور اس کی
رحمت سے محروم ہو گئے ہو۔ واضح ہو کہ تمہارا یہ عہد گناہ عظیم کا ہے۔ اور تم
اس کے خراب اور بدکار بندے ہو۔ تم نے اس کی فرمانبرداری کا اقرار کیا۔ اور
بظاہر اس کے پیغمبر پر ایمان لائے۔ اور اب پھر اس پیغمبر کی ذریت و عترت کو
قتل کرنے پر جمع ہو گئے ہو۔ شیطان تم پر غالب ہوا ہے اور اس نے یاد خدا
تمہارے دلوں سے محو کر دی ہے۔ تم پر اور تمہارے ارادے پر لعنت
ہو۔ اے بے وفایان جفا کار! تم پر ہلاکت ہو۔ تم نے ہنگام اضطراب و اضطرار
اپنی مدد کو مجھے بلایا۔ اور جب میں نے تمہارا کہنا قبول کیا۔ اور تمہاری نصرت و
ہدایت کرنے کو آیا۔ اس وقت تم نے شمشیر کینہ مجھ پر کھینچی۔ اور مدد دشمنوں کی
تم نے یاری و مددگاری کی۔ اور اپنے دوستوں سے دستبرداری کر کے دشمنوں
سے مل گئے۔

(جلاء العیون اردو جلد دوم ص ۲۲۲-۲۲۳
مطبوعہ لاہور)

مقتل ابی مخنف:

فَلَمَّا سَمِعُوا كَلَامَ زُهَيْرٍ قَالُوا لَنْ نَبْرَحَ حَتَّى نَقْتُلَ
صَاحِبَكُمْ وَمَنْ مَعَهُ أَوْ يُبَايِعَ لِيَزِيدَ۔

(مقتل ابی مخنف ص ۵۵ مطبعۃ
الحیدریۃ مطبوعہ مطبع حیدریہ
نجف اشرف)

ترجمہ: جب کوفی شیعوں نے میدان کربلا میں امام حسین کے ایک ساتھی زہیر سے

گفتگو سنی۔ (جس میں انہوں نے ان شیعوں کو خطوط لکھنے اور ان میں وعدے کیے جانے کا ذکر کیا تھا) تو انہوں نے جواب دیا۔ ہم امام حسین اور ان کے ساتھیوں کو قتل کیے بغیر نہیں جائیں گے۔ یا یزید کی بیعت پر آمادہ ہو جاؤ۔

ان خطبات حسین رضی اللہ عنہ سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ میدان کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے مخالفین وہ لوگ تھے۔ جنہوں نے پے در پے خطوط لکھے تھے۔ اور یہ لکھا تھا کہ ہماری موت و حیات۔ اور نفع نقصان سب کچھ آپ کی خاطر ہے۔

۲۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے اتمام حجت کے لیے انہیں وہ بوریاں کھول کر ان کے جب خطوط دکھائے۔ تو سب نے انکار کر دیا۔ اور کہا ہم نے کوئی خط نہیں لکھا۔

۳۔ میدان کربلا میں امام کے ساتھیوں میں سے زہیر بن قین نے شیعوں کو ان کے وعدے اور قسمیں یاد دلائیں۔ تو انہوں نے کہا۔ ہم تم سب کو قتل کر دیں گے بصورت دیگر یزید کی بیعت کرو۔

۴۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کے لیے جب کسی کو کمانڈر بنایا جاتا تو وہ اپنے خطوط یاد کر کے ندامت محسوس کرتا۔

۵۔ خود امام حسین رضی اللہ عنہ نے میدان کربلا میں خط بھیجنے والوں کو فرمایا کہ تم نے بیعت و عہد کیے۔ اور مجھے یہاں آنے کی ترغیب دی۔ ہم تمہارے وعدوں پر یقین کر کے آ گئے۔ اب تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت اور عترت

کے قتل کے درپے ہو۔ تم پر اللہ کی لعنت۔ تم غدار و بے وفا نکلے۔ بلکہ تمہاری اُمت سے بیوفائی بالکل واضح ہو گئی۔

حاصل کلام:۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ بلانے والے، بارہ ہزار خطوط اور بیعت سے قاصدین بھیجنے والے، مسلم بن عقیل کی اشارہ پر بیعت کرنے والے اور نعمان بن بشیر گورنر کوفہ کو شام کی طرف دھکیلنے کا وعدہ کرنے والے سب کے سب شیعان علی، شیعان حسین کہلاتے تھے۔ پھر امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں میدان کربلا میں آنے والے بھی یہی تھے۔ اسی وجہ سے آپ نے انہیں خطوط دکھلائے۔ اور ان کی قسمیں اور وعدے یاد دلائے۔ کیونکہ یہ سب لوگ کوفی الاصل تھے۔ ان میں کوئی حجازی یا شامی نہ تھا۔ مقتل ابی مخنف نے کہا۔

مقتل ابی مخنف:۔ امام حسین کے مقابلہ میں کوئی شامی نہ آیا سب کوفی تھے:۔

فَتَكَمَّلُوْا ثَمَانُوْنَ اَلْفَ فَارِسٍ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ
لَيْسَ فِيْهِمْ شَامِيٌّ وَلَا حِجَازِيٌّ۔

(مقتل ابی مخنف ص ۵۲)

ترجمہ:۔

یعنی امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں جو اسی ہزار کا لشکر آیا وہ سب کے سب کوفی تھے۔ ان میں کوئی بھی حجازی یا شام کا رہنے والا نہ تھا۔

مقتل ابی مخنف کی اس عبارت سے تصدیق ہو گئی۔ کہ اسی ہزار کا لشکر جو میدان کربلا میں امام کے مقابل تھا۔ وہ سب کوفیوں کا تھا جیسے عراق میں آپ نے کوفی لوگوں کے بارے میں پوچھا کہ یہ سب شیعان علی ہی تھے۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ امام عالی مقام کو

بلانے والے بھی شیعہ تھے مسلم بن عقیل کے ہاتھ امام کے لیے بیعت کرنے والے اٹھارہ ہزار بھی شیعہ تھے۔ اور میدان کربلا میں امام اور اہل بیت کے قتل کیا اور وہ بھی کوفی اسی ہزار شیعہ تھے۔

میدان کربلا میں شہادت حسین کے بعد اہل بیت

کو لوٹنے اور رونے والے شیعہ تھے۔

ذبح عظیم و نور العین ۱۔

ملا ابو اسحاق اسفرائنی حضرت زینب علیہا السلام کی زبانی لکھتے ہیں۔ کہ ہم ایک خیمہ کے اندر بیٹھے تھے۔ کہ ہاں کا اور بہت سے مردہ خیموں کے اندر چلے گئے۔ از انجملہ ایک شخص ازرق چشم تھا اس نے خیمہ کا کل اسباب لے لیا۔ اور پھر اس نے جناب امام زین العابدین علیہ السلام کو دیکھا۔ کہ وہ ایک چمڑے پر پڑے ہیں۔ وہ چمڑا اس نے ان کے نیچے سے نکال لیا۔ ان کو زمین پر ڈال دیا بعد ان کے میرے سر سے اس نے مقنع لے لیا۔ اور پھر اس نے میرے گوشواروں کی طرف دیکھا وہ بھی اتار لیے کہ میرا کان بھی کسی قدر پھٹ گیا۔ پھر ملعون نے ان کو کھینچ لیا تھا اور خون میرے کانوں سے بہنے لگا تھا۔ وہ باوجود اس ظلم کے روتا بھی جاتا تھا پھر اس نے ان خلخالوں کی طرف نظر کی۔ جو فاطمہ صغریٰ کے دونوں پیروں میں تھیں۔ ان کو اتارنے لگا۔ جب نہ اتریں۔ تو آگے اس نے ان دونوں خلخالوں کو تلوار سے کاٹ ڈالا۔ اور توڑ کر پیروں سے اتار لیا۔ پس میں نے اس سے پوچھا۔ کہ تو ہم کو لوٹ رہا ہے اور روتا کیوں ہے۔ تو اس نے جواب دیا۔ کہ میں اہل بیت کی مصیبت پر روتا ہوں ۔

جو غم اہلبیت پر نازل ہوئی ہے۔ جناب زینب سلام اللہ علیہا کربلا میں ایک بچی کے کانوں کے درد سے اور حضرت فاطمہ صغریٰ سلام اللہ علیہا کے رونے سے اور زیادہ رونے لگیں۔ اور یہ سمجھ کر کہ کفار تیر سے ہاتھوں کو قطع کر دیتے۔ بعض کتابوں میں اتنا اضافہ اور ہے۔ کہ حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے اس کا جواب دیا کہ اس سے کہا۔ کہ جب تجھ کو ہماری ان مصیبتوں پر اتنا رحم آتا ہے۔ تو ہمارے زیور کیوں لیے لیتا ہے؟ اس نے کہا۔ کہ اس وجہ سے یہ زیور لیے لیتا ہوں۔ کہ اگر میں اس کو چھوڑ دوں گا۔ تو کوئی دوسرا شخص ضرور لے لے گا۔ اس لیے اس سے بہتر یہی ہے۔ کہ میں ہی لے لوں۔ بہرحال ہمارے معتبر مورخین بیان کرتے ہیں کہ شخص جس کا ذکر اوپر ہوا ہے۔ وہ ابحر ابن کعب ملعون تھا۔

(۱) نور العین ص ۱۳۸

(۲) مقتل ابی مخنف صفحہ [illegible] ہجوم القوم علیٰ خیام الحسین، طبع کتبخانہ حیدریہ نجف اشرف (عراق)

(۳) ریاض القدس ص ۲۰۲-۲۰۳ غارت خیام اہلبیت علیہم السلام مطبوعہ لاہور۔

(۴) انوار نعمانیہ جلد سوم صفحہ ۲۵۲ تذکرہ نور فی بعض احوال الطفوف

شہادت حسین کے بعد بازار کوفہ میں اہل بیت نے ماتم کرنے والے شیعوں کو مکار و غدار کہا اور اپنا قاتل ٹھہرایا

خطبہ زین العابدین

اے ماتم کرنے والو ہمارا قاتل تمہارے سوا کون ہے

جلاء العیون :-

چوں (اہل بیت رسالت) را داخل کوفہ حضرت زین العابدین علیہ السلام را دیدند بیمار و رنجور و ضعیف است و دست مبارکش را در گردن غل کردہ اند و مخدرات استار عصمت را بر پشت شتران برہنہ سوار کردہ اند و چوں مردم شیعیان و گریہ شروع کردند حضرت با آواز ضعیف گفت کہ شما بر ما نوحہ و گریہ می کنید پس کہ ما را کشتہ است ۔

(۱) جلاء العیون جلد دوم ص ۵۹۵ خطبہ حضرت زینب خاتون در کوفہ مطبوعہ تہران طبع جدید

(۲) احتجاج طبرسی جلد ۲ ص ۳۱ خطبہ زینب بنت علی مطبوعہ نجف طبع جدید تحت ص ۱۲۹

ما را ببرکت پیغمبر خود بسیاری از مخلوقات فضیلت بسیار داد شما ما را تکذیب
کردید و ما را کافر شمردید و قتال ما را حلال دانستید و اموال ما را غارت کردید و ما را اسیر
کردید مانند اولاد ترک و کابل چنانچه دیروز جد ما را کشتید و هنوز خون ما اهل بیت از دم
شمشیرهای شما میچکد برای کینه دیرینه که در سینه های شما بود۔

(۱) جلاء العیون جلد دوم ص ۵۹۴ تا ۵۹۵
خطبہ حضرت ام کلثوم در کوفہ مطبوعہ تہران جدید
(۲) احتجاج طبرسی جلد دوم ص ۳۰ طبع جدید
طبع قدیم ص ۱۶۵

ترجمہ:-

اس کے بعد سیدہ فاطمہ دختر سید الشہداء نے خطبہ پڑھا......... اما بعد اے
اہل کوفہ اہل غدر و مکر و حیلہ حق تعالیٰ نے ہم اہل بیت کو تمہارے ہاتھ مبتلا
کیا ہے اور تم کو ہم سے امتحان کیا ہے اور بلاؤں کو ہم پر نصیحت بنایا ہے
اور اپنا علم ہم کو دیا ہے اور فہم و ادراک ہم کو عطا کی ہے۔ اور ہم زمین خدا پر
خزانہ علم خدا و معدن حکمت خدا پیغمبر خدا ہیں اور ہم کو اپنی کرامت سے
بزرگ کیا ہے۔ اور ہم کو اپنے پیغمبر کی برکت سے تمام مخلوقات پر فضیلت
دی ہے۔ تم نے ہماری تکذیب کی اور کافر سمجھا۔ اور ہم پر قتال کرنا حلال
سمجھے۔ اور ہمارے مال کو غارت کیا اور ہم کو مانند اولاد ترک و دیلم اسیر کیا
کل کے روز تم نے ہمارے جد بزرگوار کو قتل کیا اور سبب کینہ سابقہ دیرینہ
ہر وقت ہم اہل بیت کا خون تمہاری تلواروں سے ٹپکتا رہا اور ہمارے قتل
کرنے سے تمہارے دل شاد ہو گئے ہیں۔

(ترجمہ جلاء العیون ص ۲۰۳ تا ۲۰۴ جلد دوم)

کیا ہے۔ اور کن گناہوں کا اتنی شدت پر ارتکاب کیا ہے۔ اور کیسے خونِ بہا کے محترم کو بہایا
دختران محترم کو نالاں کیا۔ اور کن جگر گوشوں کے مال کو تم نے لوٹا۔

(۱)۔ جلاء العیون مترجم جلد دوم ص ۲۰۴ مطبوعہ
مطبوعہ لاہور)

(۲)۔ مقتل ابی مخنف ص ۱۰۱ مطبوعہ حیدریہ
نجف اشرف طبع قدیم)

حاصل کلام:۔

میدان کربلا میں امام عالی مقام کی شہادت اور آپ کے رفقاء کی قربانی کے بعد اہل بیت
کے خیمے سے ساز و سامان لوٹنے والا اور امام زین العابدین کے نیچے سے چمڑے کا بچھونا اڑانے
والا، سیدہ زینب کے سر اقدس سے چادر اتارنے والا، فاطمہ بنت علی کے پاؤں سے خلخال اتار کر لے جانے
والا اور سیدہ زینب کے کانوں کے گوشوارے کھینچ کر اتارنے والا جس کو امام مظلوم کا حقیقی
پیروکار اکثر کوئی شیعہ تھا۔ سیدہ زینب نے پوچھا تم رو رہے ہو اور ہمیں لوٹ بھی رہے ہو اور تم
یہ کیا کر رہے ہو؟ کہنے لگا۔ یہ دونوں باتیں محبت کی نشانیاں ہیں۔ لوٹتا اس لئے ہوں کہ اگر میں
نے نہ لوٹا تو کوئی دوسرا لوٹ کر لے جائے گا۔ تو کیا اچھا ہوگا کہ میرے آقاؤں اہل بیت
کی نشانیاں میرے پاس آ جائیں اور میں انہیں دیکھ دیکھ کر جذبات محبت و عقیدت کا اظہار
کرتا رہوں۔ اور روتا اس لئے ہوں کہ آخر آپ اہل بیت کا پیارا خاندان اور محبوب ہو۔
آپ کے دکھ اور یہ ظلم نہیں دیکھے جاتے۔ دل خون کے آنسو رو رہا ہے۔ اس لئے آنکھیں
آپ کو پریشان دیکھ کر جذبات محبت میں بہتی جا رہی ہیں۔ اور آنسوؤں کی جھڑی بہہ رہی ہے۔
لہذا سیدہ! میرا لوٹنا بھی محبت اہل بیت کا مظہر اور میرا رونا بھی غم اہل بیت کا اظہار
ہے۔ شیعان علی کو یہ کیسے ہوں۔ انہوں نے ہی آپ کو یہاں بلایا۔ پھر کیسے لاتعلق رہ

سکتا ہوں۔

ادھر جب مخدرات اہل بیت اسیرانہ کوفہ پہنچیں۔ تو وہاں بھی چاروں طرف سے شیعان علی اور محبان اہل بیت رو رہے تھے اور گریہ و فغاں کی آوازیں آرہی تھیں۔ ان کو بھی ان ستم زدہ خواتین نے مخاطب ہو کر کہا۔ تم نے ہمیں خطوط لکھ کر یہاں بلوایا۔ ہمارے آجانے کے بعد تم غدار نکلے۔ اور بنے ہو شیعہ ہونے کے دعویدار! ہمیں کافر کہا۔ پھر ہمیں قتل کیا۔ آج تماشا دیکھنے کے بعد اب رو رہے ہو۔ اور ہمارا ماتم کرتے ہو۔ اللہ کی تم پر لعنت ہو۔ اللہ تمہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رکھے۔ اور اے غدارو! تمہیں اور تمہاری نسلوں کو قیامت تک پیٹنا نصیب ہو۔ اور جنت کم نصیب ہو۔ اور تمہارے منہ کالے رہیں۔ اہل بیت کی بددعا قبول ہو گئی۔ اور آج تک شیعوں نے اپنے منہ کالے کرنے کے علاوہ کپڑے بھی کالے کر لیے۔

خلاصۂ واقعہ کربلا

قارئین حضرات! آپ کتب شیعہ کے حوالہ جات سے یہ معلوم کر چکے۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد کوفہ میں شیعوں کی مجلس مشاورت کا انعقاد ہوا۔ جس میں یہ طے پایا۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ بلایا جائے۔ اس کی خاطر قرار دادیں تحریر ہوئے۔ قاصد بھیجے گئے۔ ان تحریرات میں حلفیہ لکھا گیا۔ کہ ہم ہر طرح آپ کا ساتھ دیں گے۔ یہ اجتماع کرنے والے، امام مظلوم کو کوفہ بلانے والے۔ خطوط لکھنے والے۔ خطوط پہنچانے والے اور ان خطوں میں قسمیں بیان کرنے والے، اپنی موت و حیات کو امام موصوف کی موت و حیات سے وابستہ کرنے والے۔ وہ امام مسلم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر امام حسین رضی اللہ عنہ کے حق میں اٹھارہ ہزار بیعت کرنے والے سب کوفی اور شیعہ تھے۔ بلکہ انہیں "شیعان علی" کہلانے پر فخر تھا۔

اس کے بعد کوفی امام مسلم کے ساتھ بیعت توڑ کر یزید کی بیعت میں داخل ہوتے

والے۔ امام مسلم کو شہید کرنے والے۔ میدان کربلا میں امام حسین کے مقابلہ میں لڑنے والے۔ آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو شہید کرنے والے۔ مستورات کے خیموں کی لوٹ مار کرنے والے۔ سیدہ زینب اور فاطمہ کے زیورات اتارنے والے۔ میدان کربلا میں لوٹ کرتے ہوئے رونے والے۔ کانوں سے بندے چھیننے پر مستورات اہل بیت کو زخمی کر کے محبت جتانے والے یہ سب کے سب وہی اشخاص تھے۔ جن کو آج کل شیعہ کہا جاتا ہے۔

لہٰذا خود ان کی کتب کے حوالہ جات سے یہ تحقیق کر لینا درست ہے کہ امام عالی مقام اور آپ کے رفقاء کو شہید انہی کوفیوں (شیعوں) نے کیا۔ جنہوں نے آپ کو کوفہ آنے کو لکھا۔ اور اہل بیت کی مستورات کی بے حرمتی اور ان کے ساتھ ظالمانہ سلوک بھی انہی لوگوں کا تھا۔ اس لیے وہ تو مر گئے۔ لیکن اب ان کے گروہ شیعہ لوگوں کو اپنے عقائد سے توبہ کر کے مسلک حقہ اہل سنت و جماعت پر ثابت قدم ہو جانا چاہیے۔

انعام:-

فقیر نے کتب شیعہ سے جتنے حوالہ جات پیش کیے ہیں۔ ان میں سے اگر ایک حوالہ بھی مذکورہ کتاب میں نہ ملے۔ تو اس کی نشاندہی کرنے والے کو فی حوالہ مبلغ پانچ سو روپیہ ادا کروں گا۔ اور اس کے علاوہ جو سزا تجویز کی جائے گی بھگتوں گا۔

﴿هاتوا برهانكم ان كنتم صادقين﴾

ایک دھوکہ

قاتلانِ امام حسین "اہل سنت تھے"

☆

ایک نئے شیعہ مجتہد کا نرالا اجتہاد۔

ہماری نظر سے ایک رسالہ گزرا۔ مصنف کا نام "سید العلماء آیۃ اللہ مولانا سید علی نقوی النقوی" اور رسالہ کا نام "قاتلانِ حسین کا مذہب" ہے۔ اس رسالہ میں مصنف نے بڑی ڈھٹائی اور تعصب و بے حیائی سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کرنے والے سنی تھے۔ حیرت اس بات پر بھی ہوئی کہ فریقین کی کتب میں مذکور ہے کہ امام حسین کو بلوانے والے "شیعیانِ علی" تھے۔ خط لکھ کر اپنے ہاں آنے کی دعوت دینے والے میدانِ کربلا میں آپ کے مقابلہ پر اترے تھے۔ ان حقائق کو چھپانے کی کوشش کی گئی۔ اور دو دھوکے پیش کر کے ثابت کرنا چاہا کہ قاتلانِ حسین "اہل سنت" تھے۔

پہلا دھوکہ:

واقعہ کربلا کے وقت کوفہ سے شیعہ ختم ہو چکے تھے

قاتلانِ حسین کا مذہب، از [illegible]

زمانے کی منظر کشی کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"فكان أشد الناس بلاء حينئذ أهل الكوفة لكثرة من بها من شيعة علي فاستعمل عليهم زياد بن سمية وضم إليه البصرة فكان يتتبع الشيعة وهو بهم عارف لأنه كان منهم أيام علي فقتلهم تحت كل حجر ومدر وأخافهم وقطع الأيدي والأرجل وسمل العيون وصلبهم على جذوع النخل وطردهم وشردهم عن العراق فلم يبق بها معروف منهم"

ترجمہ:

معاویہ کے دور حکومت میں تمام لوگوں میں سب سے زیادہ مصیبت میں اہل کوفہ تھے۔ اس لیے کہ وہاں شیعیان علی کثیر تعداد میں موجود تھے۔ وہاں کا حاکم بھی زیاد بن سمیہ مقرر کیا گیا۔ اس نے شیعوں کو پوری جستجو کے ساتھ گرفتار کیا وہ ان کو پہچانتا بھی خوب تھا۔ کیونکہ علی کے زمانہ میں وہ ان ہی لوگوں کے ساتھ تھا۔ اس نے ان کو جہاں پایا قتل کیا۔ اور ہاتھ پاؤں قطع کئے۔ آنکھوں میں سلائیاں پھروائیں۔ درختوں پر سولیاں دلوائیں۔ اور عراق

سے جلا وطن کیا۔ یہاں تک کہ کوئی مشہور و معروف شخص ان میں سے باقی نہیں رہا۔ اس صورت حال کے پیش نظر یہ ممکن تھا کہ کوفہ کے اندر شیعہ جماعت کے لیے کوئی نمایاں حیثیت باقی رہتی۔ بلکہ مارے جاتے اصول پاتے اور جلا وطن ہونے کے بعد جو بچے کھچے اشخاص موجود بھی تھے۔ وہ گوشوں کے اندر اور پردوں کے پیچھے زندگی بسر کرنے پر مجبور تھے۔ اور شیعیت کا نام بھی زبان پر لانا اپنے استحقاق قتل کی دستاویز خیال کرتے تھے۔ ... یہ صورت حال دو ایک ماہ، دو ایک سال نہیں بلکہ بیس سال تک قائم رہی۔ جس میں بچے جوان اور جوان بوڑھے اور بوڑھے فنا ہو گئے۔ شیعیت ایک مخصوص با معرفت اور صاحب ایمان جماعت میں مخفی حیثیت سے پرورش پا رہی تھی۔ اور جماعت کوفہ کے اتنے بڑے شہر میں گمنامی کی زندگی بسر کر رہی تھی۔

(شہادت حسین کا مذہب ص ۹۶ تا ۱۰۲

مطبوعہ لاہور)

جواب اوّل

حوالہ میں ذکر کی گئی کتاب کا مصنف شیعہ مذہب کا ہے

علی نقی نے کتاب الاحداث کی جو عبارت نقل کی، وہ ابوالحسن مدائنی شیعہ المذہب کی تحریر ہے۔ یہی وہ شخص ہے کہ جس نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خطبات اور کتاب فاطمیات وغیرہ تحریر کیں۔ ان کتابوں میں زیادہ مواد شیعیت کا ہے اور مسلک شیعہ کے بڑے بڑے مجتہدین نے اس کی عبارات پر اعتماد کر کے اس کی روایات کو نقل بھی کیا ہے۔ جس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ ابوالحسن مدائنی ہم اہل سنت کو نہیں بلکہ اہل تشیع

کا قابل اعتبار راوی ہے۔ اس امر کا ثبوت شیعہ کتاب سے ملاحظہ ہو۔

الکنی والالقاب:

ابوالحسن علی بن محمد بن عبداللہ بصری مدائنی شیخ متقدم و خبیر ماہر صاحب تصنیفات فراوان کہ از آنست کتاب خطبہ ہائے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ و کتاب خطبہ ہائے امیر المؤمنین علیہ السلام و کتاب کسانیکہ از طالبین کشتہ شدند و کتاب فاطمیات و غیر اینہا و ابن ابی الحدید مدائنی در شرح نہج از او نقل نمودہ و ہم شیخ مفید در ارشاد و غیر آں نیز از او روایت کردہ اند۔

(کتاب الکنی والالقاب تصنیف شیخ عباس قمی جلد ۲ ص ۲۰۲ تذکرہ مدائنی مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

ابوالحسن مدائنی پرانے بزرگوں میں سے بہت بڑا عالم اور استاد تھا بہت سی تصنیفات کا مالک تھا جن میں خطبہ ہائے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم، خطبہ ہائے امیر المؤمنین علیہ السلام اور آل بیت کے ان مقتولوں کے بارے میں جو قتل کر دیئے گئے قابل ذکر ہیں کتاب فاطمیات بھی اسی کی تصنیف ہے۔ ابن ابی الحدید مدائنی نے نہج البلاغۃ کی شرح میں اس کی بہت سی عبارات نقل کیں۔ اسی طرح شیخ مفید نے ارشاد شیخ مفید میں اور بہت سے دوسرے لوگوں نے اس سے روایت کی ہے۔

یہ جو کچھ تحریر ہوا، شیعہ کتاب سے تھا۔ اہل سنت کی اسماء رجال کے موضوع

پر لکھی گئی کتابوں میں ابو الحسن مدائنی کو صاحب اخبار کے الفاظ سے روشناس کرایا گیا اور مسند والی روایات بہت کم ذکر کرنے والا بتایا گیا۔

میزان الاعتدال:-

عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ اَبُو الْحَسَنِ الْمَدَائِنِيُّ الْاَخْبَارِيُّ صَاحِبُ التَّصَانِيْفِ ذَكَرَهُ ابْنُ عَدِيٍّ فِي الْكَامِلِ فَقَالَ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ سَيْفٍ الْمَدَائِنِيُّ مَوْلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ فِي الْحَدِيْثِ وَ هُوَ صَاحِبُ الْاَخْبَارِ قَلَّ مَالَهُ مِنَ الرِّوَايَاتِ الْمُسْنَدَةِ۔

(میزان الاعتدال للذہبی جلد ۳ ص ۱۵۳ حرف العین۔ مطبوعہ مصر طبع قدیم)

ترجمہ:

ابو الحسن علی بن محمد مدائنی اخباری بہت سی تصانیف کا مالک ہے۔ ابن عدی نے الکامل میں اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ابو الحسن مدائنی مذکور عبد الرحمٰن بن سمرہ کا آزاد کردہ غلام تھا۔ حدیث میں قوی نہیں تھا اور صاحب الاخبار تھا۔ روایات مسندہ کی اس نے بہت تھوڑی تعداد میں روایت کی ہے۔

لہٰذا ایسے اخباری اور غیر تحقیقی آدمی کی عبارت سے غیر مستند تحقیق کو رد کرنا کم علمی اور جہالت کی دلیل ہے۔

جواب دوم

یہ کہنا غلط ہے کہ واقعہ کربلا کے وقت کوفہ میں شیعہ معدوم ہو گئے تھے

علی نقی نقوی کے دعویٰ میں دوسرا پہلو یہ تھا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں شیعیت نزع کے عالم میں اور مرگ پر تھی۔ اور اس کے چاہنے والے ایک ایک کر کے ختم کئے جا رہے تھے۔ یہ پہلو ایک ایسی دیدہ دلیری ہے۔ جو حقائق کو ہرگز چھپا نہیں سکتی۔ کتب شیعہ بھی اس کی تردید کرتی ہیں۔ اور خود اس شخص کے بیانات سے بھی اس کی تردید ہوتی ہے۔ جو واقعہ کربلا کا پہلا راوی ہے۔ مقتل ابی مخنف میں ابو مخنف لوط بن یحییٰ لکھتا ہے۔ کہ جب شیعوں نے امام حسین کو خط لکھے۔ تو انہوں نے یہ بھی لکھا تھا کہ ہم آپ پر جان قربان کر دیں گے۔ ہمارے لشکر آپ کے لشکر ہوں گے۔ امام مسلم جب نمائندہ کی حیثیت سے تشریف فرما ہوئے۔ تو اسی ہزار شیعہ آپ کی بیعت میں داخل ہو گئے تھے۔ اس کے یہ حوالہ پیش خدمت ہے۔

مقتل ابی مخنف۔

إِنَّهُ لَيْسَ لَنَا إِمَامٌ غَيْرُكَ فَأَقْدِمْ إِلَيْنَا لَكَ مَا لَنَا وَ عَلَيْكَ مَا عَلَيْنَا فَلَعَلَّ اللهَ أَنْ يَجْمَعَنَا بِكَ عَلَى الْحَقِّ وَ الْهُدَى

وَاعْلَمْ اَنَّكَ تَقْدِمُ عَلٰى جُنُوْدٍ مُجَنَّدَةٍ۔

(مقتل ابی مخنف صفحہ ۱۸ فی نزول الحسین

مطبوعہ نجف اشرف طبع قدیم)

ترجمہ:

بات یہ ہے کہ آپ کے سوا ہمارا کوئی امام نہیں ہے۔ لہٰذا آپ ہمارے پاس ضرور تشریف لے آئیں۔ آپ کا آنا ہمارا فائدہ اور آپ کا نقصان ہمارا نقصان ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی برکت سے ہمیں حق و ہدایت پر جمع کر دے۔ اور آپ کو جاننا چاہیئے کہ جب آپ تشریف لائیں گے۔ تو تیار لشکروں کی طرف تشریف لائیں گے۔

مقتل ابی مخنف:

مَا حَقَّ وَصَلَ الْكُوْفَةَ نَزَلَ لَيْلًا فِيْ دَارِ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ وَقِيْلَ فِيْ دَارِ الْمُخْتَارِ بْنِ اَبِيْ عُبَيْدَةَ الثَّقَفِيِّ فَجَعَلَ النَّاسُ يَخْتَلِفُوْنَ اِلَيْهِ فَاَقْرَأَهُمْ كِتَابَ الْحُسَيْنِ فَجَعَلُوْا يَبْكُوْنَ وَيَنْتَحِبُوْنَ فَقَامَ عَابِسُ الْبَكْرِيُّ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَذَكَرَ النَّبِيَّ فَصَلّٰى عَلَيْهِ وَاَقْبَلَ عَلٰى مُسْلِمٍ وَقَالَ اِنِّيْ لَسْتُ اَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِ النَّاسِ وَلٰكِنْ اُخْبِرُكَ بِمَا فِيْ نَفْسِيْ

إِذَا دَعَوْتُمُوْنِيْ أَجَبْتُكُمْ وَاضْرِبُ بِسَيْفِيْ
عَدُوَّكُمْ حَتّٰى أَلْقَى اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ
جَلَسَ وَقَامَ حَبِيْبُ بْنُ مُظَاهِرٍ وَقَالَ لَهُ
يَرْحَمُكَ اللّٰهُ قَدْ قَضَيْتَ مَا عَلَيْكَ وَأَنَا
وَاللّٰهِ عَلٰى مِثْلِ ذٰلِكَ قَالَ أَبُوْ مِخْنَفٍ وَ
جَعَلَ أَهْلُ الْكُوْفَةِ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِ
عَشَرَةً بَعْدَ عَشَرَةٍ وَعِشْرِيْنَ وَأَقَلَّ
وَأَكْثَرَ حَتّٰى بَايَعَهُ فِيْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ ثَمَانُوْنَ
أَلْفَ رَجُلٍ ۔

ترجمہ

کوفیوں کے مسلسل خطوط آنے پر امام حسین نے مسلم بن عقیل کو حالات کا جائزہ
لینے کے لیے کوفہ بھیجا۔ آپ چلتے چلتے کوفہ پہنچ گئے رات کے وقت
سلیمان بن صرد یا مختار بن ابی عبیدہ ثقفی کے گھر تشریف فرما ہوئے لوگ
آپ کی آمد سن کر زیارت کے لیے آنا جانا شروع ہو گئے۔ آپ نے
انہیں امام حسین رضی اللہ عنہ کا پیغام پڑھ کر سنایا جسے سن کر وہ رو دیئے
اور آہ وزاری کرنے لگے۔ عابس بکری کھڑا ہوا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء
کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے بعد کہنے لگا۔ اے مسلم!
مجھے اور لوگوں کے دلوں کا تو پتہ نہیں میں اپنے دل کی بات کرتا ہوں
آپ جب بھی مجھے بلائیں گے۔ میں حاضر ہو جاؤں گا۔ اور اپنی تلوار کے
ساتھ آپ کے دشمنوں کو مار بھگاؤں گا یہاں تک کہ میں اللہ تعالیٰ سے
ملاقات کر جاؤں (مر جاؤں) پھر وہ بیٹھ گیا اور حبیب بن مظاہر نے

کھڑے ہو کر کہا۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ آپ نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے
اور خدا کی قسم! میرے جذبات بھی وہی ہیں۔ جو عابس بکری کے ہیں۔ ابو مخنف
کہتا ہے۔ کہ کوئی دس دس کی بیس بیس کی ٹولیوں میں یا کم زیادہ تعداد میں آتے
رہے۔ یہاں تک کہ ایک دن میں ہی امام مسلم کی اسی ہزار لوگوں نے
بیعت کر لی۔

نیرنگ فصاحت:۔

(حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ سوائے کوفہ کے اور کوئی میری مملکت
نہیں ہے چاہے میں اسے لپیٹوں چاہے کشادہ کروں جس طرح چاہوں
تصرف کروں)

(نیرنگ فصاحت ترجمہ نہج البلاغہ
ص۳۹ مطبوعہ مطبع یوسفی دہلی قدیم

مجالس المومنین۔

تشیع اہل کوفہ حاجت باقامۂ دلیل ندارد و سنی بودن کوفی الاصل خلاف
اصل محتاج بدلیل است۔ اگرچہ ابو حنیفہ کوفی باشد۔

(مجالس المومنین تصنیف نور اللہ
شوستری۔ جلد اول ص۵۶
مطبوعہ تہران)

ترجمہ:۔
کوفیوں کے شیعہ ہونے کے لیے دلیل کے پیش کرنے کی ضرورت

نہیں ہے اور اصل کوفہ کے رہنے والے کا اپنے آپ کو سنی کہنا چونکہ خلاف اصل ہے۔ لہٰذا اُسے اس کی دلیل دینا پڑے گی۔ اگرچہ امام ابو حنیفہ کوفی ہی کیوں نہ ہو۔

لمحہ فکریہ:

آپ حضرات نے ملاحظہ کیا۔ کہ علی نقی نے کس طرح دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ اپنے گھر کی بات کو اپنی دلیل بنا کر اہل سنت کا رد کرنا کیسی بے تکی بات ہے۔ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کا کوفہ تشریف لانے کے وقت یہ کہنا کہ شیعہ چن چن کر ختم کر دیئے گئے۔ اگر یہی حقیقت تھی۔ تو خطوط بھیجنے والے اور امام مسلم کی ایک ہی دن میں اسی ہزار بیعت کرنے والے کون تھے؟ کوفیوں کا امام حسین کو اپنا امام تسلیم کرنا اور اپنے لشکر کو ان کی کمان میں دینے کا اظہار کرنا اور کوفہ کے گورنر کی کمزوری کا فائدہ اٹھا کر اس کو شکست دینا ان تمام باتوں کے لیے تیار کھڑے ہونا کس طرف اشارہ کر رہا ہے۔ کیا ایسے ارادے والے چند آدمی ہوتے ہیں۔ جو اپنے آپ کو شیعہ کہنا اپنے قتل کے مترادف سمجھتے ہوں۔ امام مسلم بن عقیل کے سامنے حلف وفاداری اٹھایا جا رہا ہے۔ اور جگہ کی تنگی کی وجہ سے دس دس بیس بیس کر کے آنے والے اسی ہزار تک پہنچ گئے۔ لیکن تمام حالات و واقعات سے یہی سمجھا جا سکتا ہے کہ شیعیت پہ عالم مرگ طاری تھی۔

مقام حیرت ہے کہ علی نقی کو یا تو معلوم کم ہے۔ یا جھوٹ بول کر زندیقی کو چھپانے کی پرانی عادت ہے۔ پھر اس کے باوجود وہ سید العلماء کہلاتا ہے۔ کیا اسے یہ علم نہ تھا کہ امام مسلم کی بیعت کرنے والے اپنی کتب میں ان کی تعداد کتنی تھی؟ اگر معلوم تھا تو پھر یہ کہنا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے کوفہ تشریف لانے کے وقت چند شیعہ باقی تھے وہ بھی چھپ چھپا کر وقت گزار رہے تھے۔ کتنا بڑا فریب ہے۔ ابو مخنف کے

دونوں بیٹے، بھتیجے اور ان کی سات آدمی تھے اور ان کے ساتھیوں نے امام کو شہید کیا۔ باقی اجتماعی خطوط لکھنے والے تو سیدھے کربلا میں اپنی جانثاری کا مظاہرہ کرنے والے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قاتلانِ حسین اجتماعی خطوط والے نہ تھے بلکہ آخری خط لکھنے والے سات اور ان کے ساتھی تھے۔ جو اپنے آپ کو شیعہ کہلانا پسند نہ کرتے تھے۔ اور یزید بن معاویہ اور اس کی آل کو صاحبِ امامت کہنے پر تیار تھے۔ اور یزید ہی انہوں نے امام حسین کو امامت کا حق دار کہا۔ دیکھئے اس کی کلام اس کے اپنے الفاظ میں۔

قاتلانِ حسین کا مذہب

اب تک جو کاروائیاں ہو رہی ہیں۔ وہ اجتماعی کہی جا سکتی ہیں۔ اس لیے کہ ان میں جماعت شیعہ اور ان کے ذمہ دار نمائندے پیش پیش نظر آ رہے ہیں۔ اور وہ کاروائیاں اس خط پر ختم ہو گئیں جو اپنے مضمون کے اعتبار سے بھی بالکل آخری کہا جا سکتا ہے لیکن اس کے بعد ایک خط کوفے سے جاتا ہوا نظر آتا ہے امام حسین علیہ السلام کے نام جس کے الفاظ یہ ہیں۔

"أَمَّا بَعْدُ فَقَدْ أَخْضَرَّ الْجِنَانُ وَ أَيْنَعَتِ الثِّمَارُ وَطَمَّتِ الْأَجْمَامُ فَإِذَا شِئْتَ فَأَقْبِلْ عَلَىٰ جُنْدٍ لَكَ مُجَنَّدَةٍ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ"

دیکھئے باغ ہرے بھرے ہو گئے ہیں اور پھل پک چکے ہیں اور تالاب لبالب ہو گئے ہیں جب آپ چاہیں تشریف لائیں ایک آمادہ لشکر کی جانب جو آپ کے لیے آراستہ موجود ہے۔ والسلام

ان سات آدمیوں کے دستخط ہیں شیث بن ربعی حجار بن ابجر یزید بن حارث یزید بن رویم عروہ بن قیس عمرو بن حجاج زبیدی محمد بن عمیر تمیمی۔ [illegible]

خطوط اور اس خط میں عنوان کی حیثیت سے ملاحظہ کیجئے۔ ان خطوط میں سے ہر خط میں برابر
اپنے تشیع و ایمان کا اظہار ہے۔ معاویہ اور آل معاویہ کے غصب خلافت کا تذکرہ ہے۔
حسین بن علی کے استحقاق امامت کا اعتراف ہے۔ لیکن اس خط میں یہ کچھ بھی نہیں۔

اس کے علاوہ یہ سات آدمی اگر اس جمعیت کے رکن تھے۔ جو امام حسین کو دعوت
دینے کی بانی تھی۔ تو ان اجتماعی خطوط میں ان کا کہیں نام کیوں نظر نہیں آتا۔ باوجودیکہ یہ لوگ
کوئی گمنام اشخاص نہیں۔ بلکہ وہ سلسلے عشائر اور شیوخ قبائل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ناممکن
تھا۔ کہ سلیمان بن صرد اور مسیب بن نجبہ اور رفاعہ بن شداد اور حبیب بن مظاہر ایسے گراں
جماعت میں زندگی گزارنے والے اہم و محترم اشخاص کا تو اس میں نام ہو اور یہ لوگ نظر انداز
کر دیئے جائیں۔ پھر جب کہ وہ کمیٹی ایک آخری کاروائی کر چکی تھی۔ جس میں پر زور الفاظ میں
تعجیل کی درخواست تھی۔

اور پھر میری قوت شامہ کو تو اس خط کے طرز تحریر اور اس کے الفاظ سے بھی کوئی
خلوص و محبت کی بو محسوس نہیں ہوتی۔ بلکہ برعکس اس کے مجھ کو اس کے اندر استہزاء اور
تمسخر کا جوہر کارفرما نظر آرہا ہے۔

آخر حسین کو بہار کی کھیتیوں سے کیا کام اور رسیدہ میووں سے کیا غرض؟ اور
لبریز تالابوں سے کیا مطلب؟ وہ لوگ اگر امام حسین کی تشریف آوری کی خواہش
کا بھی پتہ نہیں ہے۔ بلکہ آنے کو آپ کی مشیت پر محمول کر کے ایک خبر رسانی کی
سی صورت ہے۔ یہاں پر تیار لشکر ملے گا۔ جب آپ کا دل چاہے تشریف لایئے۔
ان وجوہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان اشخاص کو اس جماعت سے کہ جو شیعہ کہی جا سکتی
تھی کوئی تعلق نہ تھا۔ بلکہ وہ تو جب دیکھا کہ خطوط اس قدر جا چکے ہیں۔ کہ امام حسین ضرور ہی
ان کے مطالبہ کو پورا کر کے تشریف آوری عراق کا ارادہ کر لیں گے۔ اور موجودہ صورت
حال کی بنا پر ان کو کامیابی حاصل ہو گی۔ تو ہم بھی پانچوں سواروں میں نہ کی مثل کے مطابق

یہ چاہا کہ ہم بھی خطوط لکھنے والوں میں شمار کر لیے جائیں۔ اس طرح حضرت کی شکست ہونے پر جس سے توقعات قائم ہو چکے ہیں۔ ہم سے بدظنی پیدا نہ ہوگی۔ اور یا اس کے اندر کوئی سازش مضمر تھی جس کی بنا پر مختصر طور سے یہ خط لکھا گیا تھا۔

یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ ان خطوط لکھنے والوں میں سے جو جماعت شیعہ کے نام سے گئے ہیں۔ ایک شخص کی بھی زندگی واقعہ کربلا میں امام حسین علیہ السلام کے مقابلہ میں پائی نہیں جاتی۔

رفقائے امام حسین کا مذہب۔ تصنیف
علی نقی نقوی۔ ص ۱۱ مطبوعہ انار کلی لاہور

شیعہ مجتہد نے جن سات افراد کو قتل حسین کا ذمہ دار قرار دیا۔ شیعہ کتب میں وہ شیعہ ثابت ہوئے

جواب اول۔

ناظرین! آپ نے غور فرمایا ہوگا کہ اس دھوکہ نے پہلے دھوکہ کی خود ہی تردید کر دی ہے۔ دھوکہ دیا تھا کہ امام حسین کی روانگی کے وقت کوفہ میں کوئی بھی عام شیعہ نہ تھا۔ اور اب کہہ رہا ہے کہ سات آدمیوں کے سوا اٹھارہ ہزار خطوط لکھنے والے کٹر شیعہ تھے اور ان سات آدمیوں نے خون لگا کر شہید بننے کی کوشش کی۔ یا کسی سازش کے تحت ایسا کیا۔ بہر حال بقول علی نقی بھی چند آدمی مشکوک تھے۔

اس کا نہ دھوکہ میں علی نقی نے اس آخری خط لکھنے کی جو وجہ تحریر کی وہ یہ ہے کہ

چونکہ اب امام حسین رضی اللہ عنہ کی تشریف آوری یقینی ہو گئی تھی۔ اور حالات کے سازگار ہونے کی وجہ سے ان کی حکومت وخلافت کے بن جانے کی قوی امید بھی تھی۔ لہٰذا ان سات آدمیوں نے مخالفت ترک کرنے کا ایک ذریعہ تلاش کیا۔ تو اس سے بھی صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اس وقت شیعوں کی اتنی بڑی کثرت تھی۔ کہ وہ حکومت بنانے کے لیے بالکل پر تول چکے تھے۔ اور موجودہ حکومت کا تختہ الٹنے کی اپنے میں ہمت پاتے تھے۔

تیسری بات یہ کہ ان سات آدمیوں کے علاوہ تمام خطوط لکھنے والوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ سے میدان کربلا میں مقابلہ نہیں کیا بلکہ ان کی حمایت میں جانیں قربان کیں۔ اور مقابلہ میں مرنے والے وہی سات آدمی اور ان کے ہم پیالہ و ہم نوالہ تھے۔ یہ وہی لوگ تھے جنہوں نے اپنے خط میں اپنے آپ کو شیعہ نہ لکھا تھا۔ جیسا کہ ایک عربی عبارت بھی علی نقی نے نقل کی ہے۔ ہم کہتے ہیں۔ کہ یہ بھی علی نقی کا ایک فریب اور دھوکہ دینا ہے کاش اس فریبی کو اپنی کتب کا ہی مطالعہ نصیب ہوتا۔ تو ذرا ناسخ التواریخ میں جھانک کر دیکھیں۔ کیا علی نقی کا کہنا درست ہے؟

ناسخ التواریخ:

شبث بن ربعی و حجار بن ابجر و یزید بن حارث و ابن رویم و عروۃ بن قیس و عمرو بن حجاج زبیدی و محمد بن عمرو التمیمی بدینگونہ مکتوب کردند۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اِلَى الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ مِنْ شِيْعَتِهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ اَخْضَرَّتِ الْجِنَانُ وَاَيْنَعَتِ الثِّمَارُ وَاَعْشَبَتِ الْاَرْضُ وَاَوْرَقَتِ الْاَشْجَارُ فَاِذَا شِئْتَ

فَاَقْبِلْ عَلٰى جُنْدٍ لَكَ مُجَنَّدَةٍ وَ السَّلَامُ۔

(ناسخ التواریخ حالات سید الشہداء
علیہ السلام جلد ۲ صفحہ [illegible] تا [illegible]
مرزا محمد تقی مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

شبث بن ربعی، حجار بن ابجر، یزید بن حارث، یزید بن رویم، عروہ بن قیس، عمرو بن حجاج زبیدی اور محمد بن عمرو التیمی نے اس قسم کا خط امام حسین رضی اللہ عنہ کو لکھا۔

"اللہ کے نام سے شروع جو رحمٰن و رحیم ہے۔ یہ خط حسین بن علی کی طرف ان کے شیعہ اور مومنین و مسلمین کا ہے۔ اما بعد! باغات سرسبز و شاداب ہیں۔ پھل پک کر تیار ہو چکے ہیں۔ زمین لہلہا رہی ہے۔ درخت پھلوں سے لدے پڑے ہیں۔ سو جب آپ چاہیں تشریف لے آئیں۔ آپ کے لیے بطور تعاون ایک لشکر بالکل مسلح اور تیار کھڑا ہے۔"

لمحہ فکریہ:

یہ تھا اس خط کا مضمون جو ان سات آدمیوں نے تحریر کیا تھا کہ جن کے بارے میں ملا تقی کی بھونڈی منطق یہ تھی کہ یہ لوگ سنی تھے۔ کیونکہ انہوں نے اپنے نامہ میں لفظ شیعہ اور مومن نہیں لکھا۔ صاحب ناسخ التواریخ نے تو ملا تقی کو یار ان مخالفوں کے سامنے چت کر دیا۔ اب ان نادانوں کا علاج کون کرے؟ کیونکہ اس میں صاف لفظ شیعہ آگیا ہے لہٰذا ملا تقی ایسے ہو گئے تو آلِ یٰسین میں ہیں۔ تو خوب واضح ہو گیا کہ قاتلانِ حسین شیعہ ہی تھے۔

جواب دوم

میدان کربلا امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقابل تمام شیعہ تھے

جیسا کہ ہم گذشتہ سطور میں تحریر کر چکے ہیں۔ کہ میدان کربلا میں امام عالی مقام کے مقابلہ میں وہی لوگ تھے جنہوں نے بارہ یا اٹھارہ ہزار کی تعداد میں خطوط لکھے جنہوں نے امام مسلم کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ جنہوں نے اپنی جان نثاری کی قسمیں اٹھائیں ابن زیاد کی زر، دینوں اور خوف کے سامنے یہی "محبان حسین" بعد میں "قاتلان حسین" بنے۔ اگرچہ یہ لوگ دلی طور پر اس مقابلہ کے لیے تیار نہ تھے۔ لیکن ڈنڈا پیر سب کام کروا دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں سے جب کسی کو کسی جتھے کا سردار و سالار بنا کر امام کے ساتھ لڑائی کے لیے بھیجا جاتا۔ تو مارے شرم کے بچتا ہے کی گردن شرم سے جھکی تھی۔

سلیمان بن صرد خزاعی کے مکان پر وفات امیر معاویہ کے بعد ہونے والی شیعوں کی میٹنگ سے لے کر بازار کوفہ میں قافلہ اہل بیت کے گرد اہل کوفہ کے ماتم تک سارے واقعات آپ نے بڑی تفصیل سے ملاحظہ فرمائے اور یہ تمام واقعات ہم نے شیعہ کتب کے معتبر حوالہ جات سے پیش کیے ہیں ان تمام واقعات کا اعادہ تو اس وقت مناسب نہیں تاہم ان کا خلاصہ ہم اختصار کے ساتھ پیش کیے دیتے ہیں تاکہ مذکورہ تاریخی کارنامے آپ کے ذہن میں دوبارہ تازہ ہو جائیں اور شیعہ مجتہد علی نقی نقوی کے دوسرے دھوکہ کی قلعی بھی کھل جائے۔

پہلے مرحلے پر سلیمان بن صرد نے اپنے گھر میں ہونے والے اجتماع سے کہا معاویہ جہنم واصل ہو گیا ہے (معاذ اللہ) وہ تمام شیعان اور یزید ہرگز ہرگز ادو یہ بھی تم

حسین اور ان کے والد علی کے شیعہ ہو۔ اگر مدد کر سکتے ہو تو امام حسین کو دعوت دو سب
نے کہا ہم ان کی بھرپور مدد کریں گے۔ جلاء العیون جلد دوم ص۱۸۹ طبع جدید ارشاد و شیخ
مفید میں یہ الفاظ ہیں کہ سلیمان نے کہا انتم شیعتہ و شیعۃ ابیہ تم
اس کے اور اس کے باپ کے شیعہ ہو۔ ارشاد شیخ مفید ص۲۰۲ مطبوعہ قم۔ مقتل ابی مخنف
ص۱۲ طبع نجف میں ہے ونحن شیعتہ۔ ہم حسین کے شیعہ ہیں۔

دوسرے مرحلے جب کوفیوں نے امام حسین کو دعوت دی اور خطوط لکھے تو ان
کے بعض چیدہ چیدہ الفاظ یہ تھے از جانب سائر شیعیان و مومنان و مسلمانان اہل کوفہ
جلاء العیون جلد دوم ص۱۸۹ طبع تہران جدید یعنی یہ خط کوفہ کے تمام شیعوں کی طرف سے
ہے۔ لیس لنا امام غیرک مقتل ابی مخنف ص۱۵ یعنی اے امام
حسین ہم آپ کے سوا کسی کو امام نہیں مانتے۔ وان لم تقبل الینا فانت
آثم ذبح عظیم ص۱۷۸ اگر آپ کوفہ نہ آئے تو آپ روز قیامت اس
کے ذمہ دار ہوں گے۔

تیسرے مرحلے پر امام حسین رضی اللہ عنہ نے کوفیوں کے بارہ ہزار خطوط کا جواب
بقول شیعہ کتب ان الفاظ میں لکھا۔ بسوئے گروہ مومنان و مسلمانان و شیعیان جلاء العیون
جلد دوم ص۱۹۰ یعنی یہ خط حسین بن علی کا شیعوں مومنوں مسلمانوں کی طرف ہے۔
جلاء العیون اردو جلد دوم ص۱۲۰

چوتھے مرحلہ پر جب امام مسلم کوفہ میں آ گئے تو شیعہ کتب کے مطابق آپ کی
بیعت کرنے والے شیعہ ہی تھے۔ دیکھیے۔ پس گروہ شیعیان بخدمت مسلم بیا رشد
جلاء العیون ص۱۹۲۔ تو ایسے میں ایک یزیدی انسان نے امام مسلم کی کوفہ میں سرگرمیوں کی
مخبری یزید کو ان الفاظ میں کی۔ شیعیان برائے حسین بن علی بیعت می نمایند۔
جلاء العیون جلد دوم ص۱۹۲ یعنی شیعیان کوفہ امام مسلم بن عقیل سے امام حسین کی بیعت

کرتے ہیں۔

(جلاء العیون اردو جلد دوم ص 193)

وَقَدْ بَايَعَهُ شِيعَةُ الْحُسَيْنِ (مقتل ابی مخنف ص 50 طبع قدیم)
یعنی حسین کے شیعوں نے مسلم کی بیعت کر لی ہے۔

پانچویں مرحلہ پر امام مسلم کا خط پا کر امام حسین رضی اللہ عنہ نے کوفہ جانے کی تیاری کر لی صحابہ کرام نے آ کر کوفہ جانے سے منع کیا تو امام حسین رضی اللہ عنہ نے یہ جواب دیا۔ قَدْ كَتَبَ اِلَيَّ شِيعَتِيْ (مقتل ابی مخنف ص 24) یعنی مجھے میرے شیعوں نے خطوط لکھے ہیں وہاں پر میں ضرور جاؤں گا۔ اس کا جواب امام حسین کے سگے بھائی محمد بن حنفیہ نے آپ کو یہ دیا کہ ان شیعوں کے دھوکہ میں نہ آئیں فَهُمْ قَوْمٌ قَتَلُوا اَبَاكَ وَخَذَلُوا اَخَاكَ۔ اس قوم نے آپ کے والد کو قتل کیا اور آپ کے بھائی (امام حسن ؓ) سے دھوکہ کیا۔

چھٹے مرحلہ پر امام حسین رضی اللہ عنہ کوفہ کو چل پڑے راستہ میں امام مسلم کی شہادت کی اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا قَدْ خَذَلَتْنَا شِيعَتُنَا۔ (مقتل ابی مخنف ص 46 و ارشاد شیخ مفید ص 223) یعنی ہمیں ہمارے شیعوں نے رسوا کر دیا۔ دھوکہ سے بلایا بے وطن کیا سفر میں لٹوایا اور میرے بھیجنے سے پہلے میرے بھائی کو مروا ڈالا۔

ساتویں مرحلہ پر امام حسین رضی اللہ عنہ نے میدان کربلا میں کوفی فوج کے سامنے وہ خطوط ڈال دیئے جو انہوں نے آپ کو لکھے تھے مگر کوفی صاف منکر ہو گئے کہ ہمیں ان خطوط کا کوئی علم نہیں دیکھئے مقتل ابی مخنف ص 66 اور جلاء العیون ص 80 بعد ازاں گورنر کوفہ عمر بن سعد جس شیعی کوفی سردار کو امام حسین کے پاس گفتگو کرنے کے لیے بھیجنا چاہتا وہ مارے شرم کے جانے سے انکار کر دیتا ہے کیونکہ تمام نے خطوط لکھے ہوئے تھے۔ دیکھئے و بہر کیف از روضہ ... گفتگو با اہل بیت ابا کرد و نہ

زیرا نکہ اکثر از آنجا بود کہ نامہ بحضرت نوشتہ بودند جلاء العیون جلد دوم ص۲۹۶ ـ

آٹھویں مرحلہ پر میدان کربلا کا خونی طوفان گزر جانے کے بعد اسیران اہل بیت پا بجولاں زن و مرد اونٹوں کی ننگی پشتوں پر باندھ کر بازار کوفہ سے گزارے گئے تو اہل کوفہ یہ دیکھ کر نوحہ کرنے لگے۔ اور نوحہ ماتم کی ایک نوع ہے اسی لیے شیعہ علماء کتب اہل سنت سے ماتم ثابت کرنے کے لیے نوحہ کا لفظ پیش کرتے ہیں دیکھیے مولوی اسماعیل گوجروی شیعہ کی کتاب براہین ماتم وغیرہ۔ چنانچہ جلاء العیون جلد دوم ص۴۰۸ پر ہے چوں داخل کوفہ حضرت زین العابدین علیہ السلام دیدند ۔ ۔ ۔ صدائے نوحہ و شیون را گریہ بلند کردند حضرت با آواز ضعیف گفت کہ شما برما نوحہ و گریہ مے کنید پس کہ ما را کشتہ است۔ یعنی جب کوفیوں نے امام زین العابدین کو بازار میں دیکھا تو نوحہ اور آہ و بکا کی آوازیں بلند کرنا شروع کر دیں امام نے یہ دیکھ کر فرمایا۔ تم ہم پر نوحہ و ماتم کرتے ہو بتلاؤ ہمیں تمہارے سوا کس نے مارا ہے۔ [illegible] نے فرمایا تو ما را کشتہ اید و بر ما میگرید واللہ باید کہ بسیار بگرید یعنی تم نے ہمیں قتل کیا اور خود ہی نوحہ کرتے ہو اسی طرح ہمیشہ نوحہ ہی کرتے رہو گے جلاء العیون جلد دوم ص۴۹۲ احتجاج طبرسی جلد دوم ص۲۹ اور مناقب ابن شہر آشوب ص۱۱۵ جلد چہارم۔

ان تمام مراحل اجمالی تذکرہ سے درج ذیل امور ثابت ہوئے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کو شیعوں نے بلایا خطوط لکھے اور ان میں اپنا تعلق شیعہ کے لفظ سے کرایا۔

(۲) امام حسین رضی اللہ عنہ نے بلانے والوں کو جوابی خط لکھتے ہوئے انہیں شیعہ کہہ کر پکارا اور فرمایا کہ مجھے شیعوں نے خط لکھے ہیں۔

(۳) امام مسلم کے کوفہ وارد ہونے پر شیعوں نے آپ کی بیعت کی کیونکہ یہ

خبر ہی شیعوں کا تھا۔

(۴) حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو شہادت مسلم کی خبر پہنچی تو آپ نے اس شہادت کا ذمہ دار شیعوں کو قرار دیا۔ اور فرمایا کہ ہمیں ہمارے شیعوں نے رسوا کیا ہے۔

(۵) امام حسین کا کوفی فوج کے سامنے خطوط دکھلانا اور عمر بن سعد کے پوچھنے کے باوجود کوفی سرداروں کا مارے شرم کے امام حسین کے سامنے نہ ہونا اس کی کھلی تصدیق کر دیتا ہے۔ اس بات کی کہ جنہوں نے آپ کو دعوت دی انہوں نے آپ کو شہید کیا اور یہ پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ بلانے والے پکے شیعہ تھے۔ اب نتیجہ آپ لوگوں کے سامنے ہے۔

(۶) کوفی شیعوں نے قتل حسین جیسا جرم چھپانے کے لیے بازار کوفہ میں قاتلان اہل بیت نے گریہ ماتم شروع کر دیا جو اہل بیت رسول کو سخت ناگوار گزرا۔ اور انہوں نے شیعوں کی سازش کو ناکام بناتے ہوئے فرما دیا کہ ماتم مت کرو تم ہی ہمارے قاتل ہو اور ہماری بد دعا ہے کہ تا روز قیامت یوں ہی ماتم کرتے رہو گے۔ خدا تمہارے چہرے سیاہ کرے۔ اللہ نے مظلوموں کی آہ سن لی اور آج تک قاتلان حسین اپنے جرم کی دنیوی سزا حاصل کرتے ہوئے ماتم کر کر کے اپنا حال تباہ کر رہے ہیں۔

قتل حسین جیسے جرم کی سزا تو ہے
تا حشر قاتلوں میں یہ ماتم بپا تو ہے

فصل نہم

شیعوں کی امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخیاں

گستاخی نمبر ۱:

بقول شیعہ امام زین العابدین نے اپنے آپ کو یزید کا غلام ہونا مان لیا تھا

روضہ کافی:-

اِبْنُ مَحْبُوبٍ عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ عَنْ بُرَیْدِ بْنِ مُعَاوِیَۃَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَقُوْلُ اِنَّ یَزِیْدَ بْنَ مُعَاوِیَۃَ دَخَلَ الْمَدِیْنَۃَ وَ ھُوَ یُرِیْدُ الْحَجَّ فَبَعَثَ اِلٰی رَجُلٍ مِّنْ قُرَیْشٍ فَاَتَاہُ

فَقَالَ لَهُ يَزِيدُ أَتُقِرُّ لِي أَنَّكَ عَبْدٌ لِي إِنْ شِئْتُ بِعْتُكَ وَإِنْ شِئْتُ اسْتَرَقَقْتُكَ

فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ وَاللّٰهِ يَا يَزِيدُ مَا أَنْتَ بِأَكْرَمَ مِنِّي فِي قُرَيْشٍ حَسَبًا وَلَا كَانَ أَبُوكَ أَفْضَلَ مِنْ أَبِي فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَالْإِسْلَامِ وَمَا أَنْتَ بِأَفْضَلَ مِنِّي فِي الدِّينِ وَلَا بِخَيْرٍ مِنِّي فَكَيْفَ أُقِرُّ لَكَ بِمَا سَأَلْتَ • فَقَالَ لَهُ يَزِيدُ إِنْ لَمْ تُقِرَّ لِي وَاللّٰهِ قَتَلْتُكَ فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ لَيْسَ قَتْلُكَ إِيَّايَ بِأَعْظَمَ مِنْ قَتْلِكَ الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ ابْنَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَ بِهِ فَقُتِلَ •

(حديث علي بن الحسين عليهما السلام مع يزيد لعنه الله)

ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَى ابْنِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ فَقَالَ لَهُ مِثْلَ مَقَالَتِهِ لِلْقُرَشِيِّ فَقَالَ لَهُ عَلِيُّ ابْنُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ أُقِرَّ لَكَ أَلَيْسَ تَقْتُلُنِي كَمَا قَتَلْتَ الرَّجُلَ بِالْأَمْسِ فَقَالَ لَهُ يَزِيدُ لَعَنَهُ اللّٰهُ بَلَى فَقَالَ لَهُ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ قَدْ أَقْرَرْتُ لَكَ بِمَا سَأَلْتَ أَنَا عَبْدٌ مُكْرَهٌ فَإِنْ شِئْتَ فَأَمْسِكْ وَإِنْ شِئْتَ فَبِعْ فَقَالَ لَهُ يَزِيدُ لَعَنَهُ اللّٰهُ أَوْلَى لَكَ حَقَنْتَ دَمَكَ وَلَمْ يَنْقُصْكَ

ذٰلِكَ مِنْ شَرِّ ذٰلِكَ ۔

(فروع کافی کتاب الروضہ جلد ہشتم ص ۲۳۴-۲۳۵
مطبوعہ تہران طبع جدید ۱۳۸۹ھ تذکرہ یزید مع
علی بن حسین)

ترجمہ:۔

(بحذف اسناد) امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ جب یزید بن معاویہ حج کے ارادہ سے جاتے ہوئے مدینہ میں داخل ہوا۔ تو ایک قریشی کو بلا کر بلایا۔ اس کے آنے پر کہا کیا تو میرا غلام ہونے کا اقرار کرتا ہے۔ اگر میں چاہوں تجھے بیچوں اگر چاہوں غلام بنا کر رکھوں؟ اس قریشی نے جواب دیا۔ خدا کی قسم! تو قریش میں باعتبار حسب کے مجھ سے زیادہ باعزت نہیں ہے اور نہ ہی تیرا باپ میرے باپ سے جاہلیت اور اسلام میں بہتر ہے اور نہ ہی تو دین میں مجھ سے افضل ہے اور نہ تو مجھ سے بہتر ہے تو میں کیونکر تیرا سوال قبول کروں؟ یزید نے کہا۔ خدا کی قسم! اگر نہ مانا۔ تو قتل کر دوں گا۔ تو قریشی نے کہا میرا قتل حسین بن علی کے قتل سے زیادہ بڑا نہیں۔ تو نے اسے قتل کیا جو رسول اللہ کا نواسہ تھا۔ اتنا کہنے پر اس قریشی کو یزید نے قتل کرا دیا۔

(امام زین العابدین کا یزید ملعون کی بیعت کو تسلیم کر لینا)

پھر یزید نے امام زین العابدین کو بلایا۔ اور انہیں بھی وہی کچھ کہا جو اس قریشی کو کہا تھا۔ یزید کو امام زین العابدین نے کہا۔ اگر میں غلام ہونے کا اقرار نہ کروں۔ تو کیا مجھے بھی اسی شخص کی طرح قتل کر دے گا۔ جس طرح تو نے اس کو قتل کیا؟ یزید نے کہا ہاں۔ امام زین العابدین نے کہا۔ تیرا مطالبہ میں نے مان لیا۔ میں زبردستی غلام ہوں۔ تیری مرضی اگر چاہے مجھے بیچ دے۔ چاہے رکھ لے۔ یزید بولا تیرا اللہ نے

کہا بہت اچھا کیا کہ تم نے اپنا خون محفوظ کر لیا اور اس سے تیری عزت میں کوئی فرق نہ آیا۔

جلاء العیون:-

کلینی بسند حسن از امام محمد باقر علیہ السلام روایت کردہ است کہ یزید بہانۂ حج بمدینہ آمد کہ از اہل مدینہ بیعت بگیرد پس فرستاد مردے از قریش را طلبید و گفت اقرار کن کہ بندۂ منی اگر خواہم ترا بکشم و اگر خواہم بہ بندگی نگہ دارم آن مرد گفت بخدا سوگند کہ تو از من بہتر نیستی در حسب و نسب و پدر من بہتر بود از پدر تو در جاہلیت و در اسلام و تو در دین از من بہتر نیستی چگونہ اقرار کنم پس آن ملعون گفت اگر اقرار نکنی بخدا سوگند کہ ترا میکشم آن مرد گفت کشتن تو مرا بدتر نخواہد بود از کشتن حسین بن علی فرزند رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پس امر کرد کہ او را بکشتند پس فرستاد و حضرت علی بن الحسین علیہما السلام را طلبید و ہمان سخن کہ بآن مرد گفتہ بود بحضرت گفت حضرت فرمود کہ اگر اقرار نکنم مرا خواہی کشت چنانچہ آن مرد را کشتی پس گفت بلی حضرت فرمود اقرار کردم بآنچہ سوال کردی پس یزید گفت خون خود را حفظ کردی و از شرافت تو چیزی کم نشد۔

(جلاء العیون جلد دوم ص ۲۹۲ – ۲۹۳
مطبوعہ تہران طبع جدید ۱۳۷۳ھ مصائب
احوالی کہ بعد از حضرت وارد شدہ)

ترجمہ:

کلینی نے بسند حسن حضرت امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ یزید حج کے بہانے مدینہ آیا کہ اہل مدینہ سے بیعت لے۔ پھر ایک قریشی کو طلب کر کے کہا۔ میری غلامی کا اقرار کر۔ اگر میں چاہوں تجھے قتل کر دوں۔ اور اگر چاہوں تجھے اپنی غلامی میں رکھ لوں۔ اس مرد قریشی نے کہا۔ قسم بخدا!

تو حسب و نسب میں مجھ سے بہتر نہیں ہے۔ اور تیرا باپ میرے باپ سے
بہتر نہ تھا نہ جاہلیت کے وقت نہ اسلام میں۔ اور تو دین میں مجھ سے بہتر نہیں
ہے۔ پھر کس واسطے میں یہ اقرار کروں۔ یزید نے کہا۔ قسم بخدا اگر تو اقرار نہ کرے
گا۔ میں تجھے قتل کر دوں گا۔ اس مرد نے کہا۔ تیرا قتل کرنا میرے واسطے زیادہ نہ
ہوگا۔ قتل حسین بن علی فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔ پس یزید ملعون نے اس کو
قتل کر دیا۔

اور کچھ لوگوں کو بھیج کر حضرت علی بن حسین امام زین العابدین کو طلب کیا۔ اور وہی
کہا جو اس مرد سے کہا تھا۔ حضرت نے فرمایا۔ اگر میں اقرار نہ کروں۔ اس وقت
تو مجھے قتل کر دے گا۔ جس طرح اس مرد کو قتل کیا۔ یزید نے کہا۔ ہاں۔ حضرت
نے فرمایا۔ جو کچھ تو نے کہا۔ اس کا میں نے اقرار کیا۔ یزید نے کہا تم نے اپنی جان کی
حفاظت کی۔ اور تمہارے شرف و بزرگی میں کچھ کمی نہ ہوا۔

(جلاء العیون اردو جلد دوم ص ۳۶۷
مطبوعہ لاہور)

لمحہ فکریہ:-

شیعہ حضرات کے نزدیک اگر فریقین کے نزدیک لڑائی کا حکم نہ دیا گیا ہو۔ تو وہاں لڑائی
کرنا ضروری نہیں ہوتا۔ جس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابوبکر صدیق کے درمیان لڑائی کا
حکم نہیں تھا۔ اور جہاد کی اجازت نہ تھی۔ لیکن حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور یزید کے مابین
جہاد کا حکم تھا۔ اس جہاد میں حضرت امام حسین نے جام شہادت نوش فرمایا۔ لیکن یہ بات سمجھ
میں نہیں آئی۔ کہ جب یزید کے دامن پر کسی اہل بیت کے خون کے دھبے نہ تھے تو امام حسین
رضی اللہ عنہ اور آپ کے اصحاب نے میدان کربلا میں جانیں قربان کیں۔ اور جب اس کا دامن

گستاخی نمبر

بفرمان زین العابدین رضی اللہ عنہ ہر منکر خلافت علی کے عضو تناسل اور دبر سے آواز آئی پہلے خلافت علی کا اقرار کرو وگرنہ ہم بول و براز ہرگز نہیں کریں گے۔

(معاذ اللہ)

آثار حیدری ص

امام زین العابدین نے فرمایا کیا تم کو خبر نہیں تم کو وہ نفع نہیں دیتا ہے۔ جبکہ میں نے علی رضی اللہ عنہ کو اپنا یا شفیع کیا۔ تم نے دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھل گئے تھے۔ اور فرشتے ان ہی سے سر نکالے جھانک رہے تھے۔ اور تم کو پکار رہے تھے۔ یہ ولی خدا ہے۔ اس کی متابعت کرو۔ ورنہ تم پر عذاب خدا نازل ہوگا۔ اس سے ڈرو۔ کیا تم کو یہ بات کا علم ہے کہ تم نے دیکھا کہ علی چلتا تھا اور پہاڑ سامنے سے ہٹتے جاتے تھے تاکہ موڑ کھانے کی ضرورت نہ پڑے۔ جب وہ گزر گیا۔ تو پہاڑ پھر اپنی جگہ آگئے۔ بعد ازاں علی نے دعا کی۔ اے خدا ان لوگوں کو پہلی سی نشانیاں دکھا۔ کہ یہ امر تیرے نزدیک سہل ہے۔ تاکہ تیری حجت ان پر اور زیادہ تاکید کرے الغرض جب وہ لوگ اپنے گھروں کی طرف واپس گئے۔ تو اندر داخل ہونا چاہا۔ زمین نے ان کے پاؤں پکڑ لیے۔ اور ان کو اندر جانے سے روک دیا۔ اور آواز دی کہ ہمارے اندر تم کو قدم رکھنا حرام ہے جب تک کہ ولایت علی ابن ابی طالب کا اقرار نہ کرو۔ تب انہوں نے اس کی ولایت کا اقرار کیا اور پھر گھروں میں داخل ہوگئے۔ پھر انہوں نے کپڑے بدلنے کے لیے اپنا لباس اتارنے کا ارادہ کیا۔ تب وہ لباس ان پر بھاری ہوگئے۔ اور وہ ان کو اتار نہ سکے۔ اور کپڑوں نے ان کو آواز

دی کہ تم پر ہمارا رہنا آسمان نہ ہوگا جب تک ولایت علی ابن ابی طالب کا اقرار نہ کرلو۔ تب انہوں نے اس کی ولایت کا اقرار کیا اور کچھ لوگوں کو اس کا منکر پایا۔ پھر ہمارے پاس پہنچنے کا ارادہ کیا تب وہ بیمار کی طرح ہو گئے۔ اور ان کو آواز دی کہ تم پر ہمارا پہنچنا حرام ہے جب تک ولایت علی ابن ابی طالب کا اقرار نہ کرو گے۔ اس وقت انہوں نے اقرار کیا۔ پھر کھانا کھانے لگے۔ اسی وقت اقرار کے لیے بیمار کی طرح ہو گئے۔ اور جب تھے بیمار کی طرح ہو گئے تھے۔ وہ ان کے سمندر میں جا کر ٹھہرے گئے۔ اور ان کو آواز دی کہ تم پر ہمارا کھانا حرام ہے جب تک ولایت علی ابن ابی طالب کا اقرار نہ کرو۔ تب انہوں نے ولایت علی کا اقرار کیا۔ بعد ازاں وہ پیشاب و پاخانہ کی ضروریات کو رفع کرنے لگے۔ تب وہ عذاب میں مبتلا ہوئے۔ اور ان کا وظیفہ ان کے لیے مقرر ہوا۔ اور ان کو پیشاب اور پاخانے نے ناسور سے آواز دی کہ ہمارے باطن سے نکلنا تم کو حرام ہے جب تک ولایت علی ابن ابی طالب کا اقرار نہ کرو۔ اس وقت انہوں نے اس دنیا میں ولایت کا اقرار کیا۔

ڈاکٹر حمید کی اردو ترجمہ تفسیر امام حسن عسکری
ص ۴۹۵-۴۹۶ مطبوعہ لاہور

لمحۂ فکریہ:

اس واقعہ میں جو کچھ کہا گیا۔ وہ اپنے مقام پر ہے لیکن اس کا راوی امام زین العابدین کو بنانا کس قدر گھٹیا حرکت ہے۔ اس کی تفتیش میں صداقت کی بجائے کذب ہے۔ کہاں امام پاک اور کہاں اس قسم کی لچر اور بیہودہ واہیات و خرافات۔ گویا ایسے خود بیان کرنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی ذات پر حملہ کرنے کے مترادف ہے جو بیہودہ روایات کی نسبت کر کے انہیں بدنام کرنے کی ناپاک جسارت کی گئی۔

جہاں تک اس واقعہ کے مندرجات کا معاملہ ہے۔ تو کوئی بھی باشعور اور با حیا شخص نہیں یہ

فصل دہم

حضرت امام باقرؓ و حضرت امام جعفر صادقؓ کے حق میں گستاخیاں

گستاخی نمبر ۱

امام باقر اعضاء مخصوصہ پر ہرنٹ چونا مل کر بہتر لوگوں کے سامنے آ گئے (معاذ اللہ) اور ایک چیز ستر کے لیے کافی قرار دی

الفروع من الکافی ج

مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَحْمَدَ عَنْ عُمَرَ ابْنِ يَزِيدَ عَنْ عَمِّهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُذَافِرٍ عَنْ بَعْضِ مَنْ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ

كَانَ يَقُوْلُ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَدْخُلِ الْحَمَّامَ إِلَّا بِمِئْزَرٍ قَالَ فَدَخَلَ ذَاتَ يَوْمٍ الْحَمَّامَ فَتَنَوَّرَ فَلَمَّا أَنْ أَطْبَقَتِ النُّوْرَةُ عَلٰى بَدَنِهِ أَلْقَى الْمِئْزَرَ فَقَالَ لَهُ مَوْلًى لَهُ بِأَبِيْ أَنْتَ وَأُمِّيْ إِنَّكَ لَتُوْصِيْنَا بِالْمِئْزَرِ وَلُزُوْمِهِ وَقَدْ أَلْقَيْتَهُ عَنْ نَفْسِكَ فَقَالَ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ النُّوْرَةَ قَدْ أَطْبَقَتِ الْعَوْرَةَ ۔

فروع کافی کتاب الزی والتجمل جلد ۶ صفحہ ۵۰۱

مطبوعہ جدید۔ طبع تہران جلد ثانی صفحہ

ترجمہ :-

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ حمام میں لنگی باندھے بغیر داخل نہ ہو۔ راوی کہتا ہے کہ ایک دن امام موصوف حمام میں داخل ہوئے اور اپنی شرمگاہ پر چونا لگایا جب چونا جسم پر پھیل گیا تو آپ نے لنگی اتار کر باہر پھینک دی۔ آپ کے آزاد کردہ ایک غلام نے عرض کی میرے ماں باپ قربان آپ ہمیں وصیت کرتے رہتے ہیں کہ حمام میں لنگی باندھ کر داخل ہوا کرو۔ لیکن آج آپ نے اپنی لنگی اتار کر باہر پھینک دی۔ تو فرمایا تجھے معلوم نہیں کہ چونے نے شرمگاہ کو چھپا لیا ہے۔

فقہ جعفریہ کی امتیازی شان :-

اس روایت سے معلوم ہوا کہ شیعہ لوگوں کے اس مذہب شرمگاہ کو صاف چونا لیپ لینا ہی پردہ کے لیے کافی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آنکھ سی کی جگہ کو ستر کرنے کے لیے کپڑے کی [illegible] ضرورت [illegible]

نہیں۔ بلکہ چونا مثلی وغیرہ ایسی چیز کا نام ہو سکتا ہے۔ اسی لیے امام باقر رضی اللہ عنہ نے کپڑا لگاتے ہوئے ننگی اتار کر باہر پھینک دی تھی۔ حالانکہ اعضاء مخصوصہ پر چونا مل دینے سے ان کی شکل و صورت چھپ نہیں جاتی، اسی طرح نظر آتی رہتی ہے۔ آپ غور فرمائیں۔ کہاں امام باقر جیسی عزت و عظمت والی شخصیت، اور مرد میدان کی جسم تصویر، اور کہاں شیعوں کا ان کی طرف اس روایت کا نسبت کرنا۔ اس طرح امام باقر کی ان لوگوں نے انتہائی درجہ گستاخی کی ہے۔

اگر شیعہ حضرات اس چیز کو امام باقر کی توہین نہیں سمجھتے تو انہیں چاہیے کہ وہ تمام کپڑے اتار کر اعضاء مخصوصہ پر صرف چونا مل کر بازاروں میں نکلا کریں اور مسجدوں میں آیا کریں۔ تاکہ سنت باقر و جعفر ادا کر کے یہ بات ثابت کر دیں کہ فقہ جعفریہ کا یہی امتیازی نشان ہے۔

گستاخی نمبر ۲:

امام جعفر آلہ تناسل پر پٹی لپیٹ کر حمام میں برہنہ آجاتے تھے پھر یونہی دیگر اعضاء پر ایک شخص سے طلا لگوایا کرتے تھے (معاذ اللہ)

من لا یحضرہ الفقیہ:

وَكَانَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَطَّلِي فِي الْحَمَّامِ فَإِذَا بَلَغَ مَوْضِعَ الْعَوْرَةِ قَالَ لِلَّذِي يَطْلِي تَنَحَّ ثُمَّ يَطْلِي هُوَ ذَلِكَ الْمَوْضِعَ وَمَنْ اطَّلَى فَلَا بَأْسَ أَنْ يُلْقِيَ السِّتْرَ عَنْهُ لِأَنَّ النُّورَةَ سُتْرَةٌ

وَدَخَلَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْحَمَّامَ فَقَالَ لَهُ صَاحِبُ الْحَمَّامِ نُخْلِيهِ لَكَ فَقَالَ لَا إِنَّ الْمُؤْمِنَ خَفِيفَةُ الْمَؤُونَةِ. وَرُوِيَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُرَافِقِيِّ قَالَ دَخَلْتُ حَمَّامًا بِالْمَدِينَةِ فَإِذَا شَيْخٌ كَبِيرٌ وَهُوَ قَيِّمُ الْحَمَّامِ فَقُلْتُ لَهُ يَا شَيْخُ لِمَنْ هٰذَا الْحَمَّامُ فَقَالَ لِأَبِي جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ فَقُلْتُ أَكَانَ يَدْخُلُهُ قَالَ نَعَمْ فَقُلْتُ كَيْفَ كَانَ يَصْنَعُ قَالَ كَانَ يَدْخُلُ فَيَبْدَأُ فَيَطْلِي عَانَتَهُ وَمَا يَلِيهَا ثُمَّ يَلُفُّ إِزَارَهُ عَلَى أَطْرَافِ إِحْلِيلِهِ وَيَدْعُونِي فَأَطْلِي سَائِرَ جَسَدِهِ فَقُلْتُ لَهُ يَوْمًا مِنَ الْأَيَّامِ الَّذِي تَكْرَهُ أَنْ أَرَاهُ قَدْ رَأَيْتُهُ قَالَ كَلَّا إِنَّ النُّورَةَ سُتْرَةٌ.

(من لا یحضرہ الفقیہ - آداب الحمام جلد اول
ص ۶۳ طبع قدیم لکھنؤ - طبع جدید جلد اول
ص ۶۵)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ حمام میں طلاء لگایا کرتے تھے۔ (طلاء سے مراد یہاں چونا کا
پاؤڈر ہے جو بالوں کی صفائی کے لئے جسم پر لگایا جاتا ہے۔) جب حضرت ناف پر پہنچتے جہاں طلاء لگانے والے کو
کہتے تم پیچھے جاؤ۔ اور خود اس مخصوص جگہ پر طلاء لگاتے۔ ایک دفعہ کسی نے کہا جو طلاء لگا رہا تھا
اگر وہ ستر کا حصہ جسے میں دیکھ نہیں سکتا وہ تو میں نے دیکھ لیا ہے۔ فرمایا ستر کا کام چونا دے رہا تھا
ہے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ حمام میں داخل ہوئے۔ حمام کے مالک نے
انہیں کہا۔ کیا حمام آپ کے لیے خالی کر دیں؟ فرمایا مومن کسی کو زحمت نہیں دیتا۔

(لہٰذا ان کو بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں) عبید اللہ الرافقی سے روایت کی گئی ہے کہ میں مدینہ کے ایک حمام میں گیا۔ تو ایک ضعیف العمر شخص کو دیکھا جو حمام کا منتظم تھا۔ میں نے اس بوڑھے سے پوچھا یہ حمام کس کا ہے؟ کہنے لگے یہ حمام امام باقر کا ہے۔ میں نے پوچھا وہ خود بھی یہاں آتے ہیں؟ کہا ہاں۔ پوچھا۔ پھر وہ یہاں آ کر کیا کرتے ہیں؟ اس نے کہا۔ حمام میں داخل ہوتے ہی اپنی شرمگاہ پر چونا لگاتے ہیں۔ پھر عضو تناسل پر ایک پٹی باندھ کر مجھے بلاتے ہیں۔ تو میں ان کے باقی جسم پر طلا (چونا) لگاتا ہوں۔ میں نے انہیں ایک دن کہا۔ کہ جس چیز کو آپ دکھانا پسند نہیں کرتے۔ میں اسے دیکھ لیتا ہوں۔ فرمایا۔ ایسا ہرگز نہیں۔ چونا لگا ہو تو پردہ ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اگر چونا ہو تو دیکھ سکتا ہے۔ عضو مخصوص کی طرح ستر کیا ہوتا ہے۔

تبصرہ:-

پچھلی روایت کی طرح اس روایت میں بھی امام جعفر صادق اور امام باقر رضی اللہ عنہما کی طرف بے حیائی اور بے شرمی کی نسبت کی گئی ہے (معاذ اللہ) اپنی شرمگاہ پر پٹی لگانے کے بعد بقیہ جسم کسی دوسرے شخص کو بقیہ قابل ستر جگہ پر چونا لگانے کو کہنا ایک امام تو کجا کسی کی اجازت نہیں ہو سکتی ہے۔ کہاں ائمہ اہل بیت کہ ان کی طرف اتنی گھٹیا حرکت منسوب کی گئی ما سوائے یہ کہ شیعہ لوگوں کی من گھڑت روایت ہے۔ جس سے ائمہ اہل بیت سے کٹ گیا ہے۔

گستاخی ۲:

فروع کافی:-

عَلِيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ حَرِيزٍ
عَنْ زُرَارَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ

قَالَ إِنْ سَالَ مِنْ ذَكَرِكَ شَيْءٌ مِنْ مَذْيٍ أَوْ وَدْيٍ وَأَنْتَ فِي الصَّلٰوةِ فَلَا تَغْسِلْهُ وَلَا تَقْطَعِ الصَّلٰوةَ وَلَا تَنْقُضِ الْوُضُوْءَ وَإِنْ بَلَغَ عَقِبَيْكَ فَإِنَّمَا ذٰلِكَ بِمَنْزِلَةِ النُّخَامَةِ.

(فروع کافی باب المذی والودی جلد سوم ص ۳۹ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اگر نماز کی حالت نماز میں ودی یا مذی آلہ تناسل سے نکل آئے۔ اور ٹخنوں تک پہنچ جائے۔ تو نہ اس کو دھونے کی ضرورت ہے۔ نہ نماز ٹوٹتی ہے۔ اور نہ وضو میں کوئی خرابی واقع ہوتی ہے کیونکہ یہ ناک سے نکلے ہوئے پانی کی طرح ہے۔

تبصرہ:۔

شرمگاہ سے نکلا ہوا گندا پانی، ناک اور منہ سے نکلے ہوئے پانی کی طرح ہے۔ یہ مرتبہ اس گندے پانی کو مذہب شیعہ نے عطا کیا۔ اور یہ اس مذہب کی امتیازی خصوصیات میں سے ایک ہے اور ستم بالائے ستم یہ ہے کہ یہ بات امام جعفر کی طرف شیعوں نے منسوب کی ہے

گستاخی ۴۔

بفرمانِ امام جعفر بوقتِ ضرورت تھوک کے ساتھ استنجاء کرنا جائز ہے

من لا یحضرہ الفقیہ۔

سَأَلَ حَنَّانُ بْنُ سَدِيرٍ أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ إِنِّي رُبَّمَا بُلْتُ فَلَا أَقْدِرُ عَلَى الْمَاءِ وَيَشْتَدُّ ذٰلِكَ عَلَيَّ فَقَالَ إِذَا بُلْتَ وَتَمَسَّحْتَ فَامْسَحْ ذَكَرَكَ بِرِيقِكَ فَإِنْ وَجَدْتَ شَيْئًا فَقُلْ هٰذَا مِنْ ذَاكَ۔

(من لا یحضرہ الفقیہ ص ۲۱ جلد اول مطبوعہ لکھنؤ۔ فیما ینقض الوضوء و ینجس الشیء الخ من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۴۰ فیما ینجس الثوب طبع جدید مطبوعہ تہران)

ترجمہ:۔

حنان بن سدیر نے امام جعفر صادق سے عرض کی۔ میں بعض دفعہ پیشاب کرتا ہوں پھر مجھے پانی نہیں ملتا۔ مجھے یہ بات سخت پریشان کرتی ہے۔ تو اس وقت مجھے کیا

کر آیا بیٹے! امام نے فرمایا جب تو ایسا کرے تو اپنے ذکر پر تھوک لگا لیا کر۔ اور کوئی
چیز خارج ہوگی تو تو اسے تھوک گمان کیا کر۔

تبصرہ:

عضو تناسل کا پانی دیکھنے کی صورت میں تھوک سے اشتباہ کرنا معلوم شیعہ حضرات نے کس
منفعت کے تحت یہ ترکیب نکالی ہے۔ کیا امام لینا چاہتے ہیں تو نسبت کی بجائے جعفر کی طرف

گستاخی:

دو ائمہ اہل بیت کا بیک وقت برہنہ ہو کر حمام میں جانا

اس لیے جائز ہے کہ وہ معصوم ہیں (فرمان امام جعفر)

من لا یحضرہ الفقیہ:

وَفِي هَذَا الْخَبَرِ إِطْلَاقٌ لِلْإِمَامِ
أَنْ يُدْخِلَ وَلَدَهُ مَعَهُ الْحَمَّامَ
دُونَ مَنْ لَيْسَ بِإِمَامٍ وَذَلِكَ
أَنَّ الْإِمَامَ مَعْصُومٌ فِي صِغَرِهِ وَكِبَرِهِ
لَا يَقَعُ مِنْهُ النَّظَرُ إِلَى عَوْرَةٍ
فِي الْحَمَّامِ وَلَا غَيْرِهِ وَقَالَ
الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْفَخِذُ
لَيْسَ مِنَ الْعَوْرَةِ۔

گستاخی ۳:۔

بفرمان امام جعفر صادق اپنی بیوی کو ننگا کر کے دیکھنا اور اس کی شرمگاہ میں انگلی ڈال کر کھیلنا نہایت لذیذ ہے

فروع کافی:۔

عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَمَّارٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
فِي الرَّجُلِ الَّذِي يَنْظُرُ
إِلَى امْرَأَتِهِ وَهِيَ عُرْيَانَةٌ قَالَ لَا بَأْسَ بِذٰلِكَ
وَهَلِ اللَّذَّةُ إِلَّا بِذٰلِكَ۔

(فروع کافی جلد دوم ص ۲۱۳ طبع قدیم لکھنؤ
باب النوادر۔ طبع جدید تہران جلد پنجم ص ۴۹۷
باب النوادر کتاب النکاح)

ترجمہ:۔

اسحاق بن عمار نے امام جعفر صادق سے دریافت کیا۔ کہ کیا کوئی مرد اپنی بیوی کو برہنہ حالت میں دیکھ سکتا ہے۔ فرمایا اس میں کیا حرج ہے۔ بلکہ لذت تو اسی میں ہے۔

تبصرہ:۔

عورت کو برہنگی کی حالت میں دیکھنا، اس کی شرمگاہ کی زیارت کرنا اور پھر اس سے بے حیائی کی نسبت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف کرنا یہ آپ کی انتہائی گستاخی ہے۔

آں حضرت کی آتی ہے۔

حلیۃ المتقین :-

از حضرت صادق پرسیدند کہ اگر کسی زن خود را عریاں کند و باو نظر کند چوں است؟ فرمود کہ لذتی ازیں بہتر می باشد و پرسیدند کہ اگر بدست و انگشت با فرج زن و کنیز خود بازی کند چوں است؟ فرمود باکی نیست اما بغیر اعضائے بدن خود بچیز دیگر با آنجا بازی نکند۔

(حلیۃ المتقین ص ۲۱۲ طبع قدیم تہران۔ ۸۸
آداب زفاف)

ترجمہ :-

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو برہنہ کرے اور اس کو دیکھے۔ تو اس کا کیا حکم ہے؟ تو فرمایا شاید ہی اس سے کوئی دوسری چیز زیادہ لذیذ ہو۔ لوگوں نے پوچھا۔ اگر ہاتھ یا انگلی کے ساتھ کوئی شخص اپنی بیوی یا لونڈی کی شرمگاہ سے کھیلے۔ تو اس کا کیا حکم ہے۔ جواز یا کوئی خطرہ نہیں۔ لیکن اپنے جسم کے بغیر کسی دوسری چیز سے نہ کھیل دیکھے۔

تبصرہ :-

عورت کو برہنہ کرکے اس کی زیارت کرنا۔ اس کی شرمگاہ میں انگلی ڈال کر کھیلنا پھر ان واہیات افعال کی نسبت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف کرنا کس قدر بے حیائی اور بے شرمی ہے۔ اور اس کے ساتھ امام معصوم کی انتہائی گستاخی بھی ہے۔

ع

شرم گر تم کو نہیں آتی

گستاخی نمبر:-

شیعوں کے نزدیک عورت کی دبر میں وطی کرنا جائز ہے بفرمان امام جعفر (معاذ اللہ)

الاستبصار:-

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي يَعْفُوْرٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ الرَّجُلِ يَأْتِيْ فِيْ دُبُرِهَا قَالَ لَا بَأْسَ إِذَا رَضِيَتْ۔

(الاستبصار جلد سوم ص ۲۴۳، ۲۴۴
مطبوعہ تہران طبع جدید ۱۳۹۰ھ)
فی اتیان النساء فیما دون الفرج

ترجمہ:-

ابو یعفور نے کہا میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کی دبر میں خواہش پوری کرتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا۔ اگر عورت راضی ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔

تبصرہ:-

عورت کی دبر میں وطی کرنا اگر حرام ہوتا تو کبھی نہ سوچتا اس کے جواز کا فتویٰ امام جعفر صادق کی طرف منسوب کرنا انتہائی گستاخی ہے۔

الاستبصار:

عَنْهُ عَنْ اِبْنِ فَضَّالٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ الْجَهْمِ عَنْ حَمَّادِ بْنِ عُثْمَانَ قَالَ سَأَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَوْ اَخْبَرَنِيْ مَنْ سَأَلَهُ عَنِ الرَّجُلِ يَأْتِي الْمَرْأَةَ فِيْ ذٰلِكَ الْمَوْضِعِ وَفِي الْبَيْتِ جَمَاعَةٌ فَقَالَ لِيْ وَرَفَعَ صَوْتَهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَلَّفَ مَمْلُوْكَهُ مَا لَا يُطِيْقُ فَلْيَبِعْهُ ثُمَّ نَظَرَ فِيْ وُجُوْهِ اَهْلِ الْبَيْتِ ثُمَّ اَصْغٰى اِلَيَّ فَقَالَ لَا بَأْسَ بِهِ۔

(الاستبصار جلد سوم ص ۲۴۳ تہران جدید
طبع قدیم جلد دوم ص ۱۲۰ لکھنؤ)

ترجمہ:

حماد بن عثمان روایت کرتا ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے
دریافت کیا کہ کسی عورت کی مقعد میں دخول کرنا کیسا ہے؟ اس وقت چونکہ آپ
کے پاس بہت سے آدمی بیٹھے تھے آپ نے بلند آواز سے فرمایا کہ اپنے غلام
سے اس کی طاقت سے بڑھ کر خدمت لینی جائز نہیں۔ بلکہ اسے فروخت کر دینا
چاہیئے۔ دراصل یہ تقیہ تھی کہ اور لوگ یہ سمجھیں کہ آپ سے غلام کے متعلق سوال کیا ہے،
اور یہی کہنا ہے۔ دوسرے لوگوں کے منہ کو دیکھ کر آپ نے اپنا منہ جھکا کر مجھے چپکے
سے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں۔

زبان زیب نہیں دیتی کہ اس کی وضاحت کی جائے اور اس روایت میں آپ ملاحظہ کر سکتے کہ ائمہ اہل بیت کی شان میں کس قدر بیہودہ اور گستاخی ہے۔

گستاخی:-

فرمان جعفر صادق رضی اللہ عنہ عورت کا فرج ادھار دینا جائز ہے (معاذ اللہ)

الاستبصار:-

سَأَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ عَارِيَةِ الْفَرْجِ
قَالَ لَا بَأْسَ بِهِ۔

(الاستبصار جلد دوم ص ۵۵ طبع قدیم لکھنؤ
الاستبصار جلد سوم ص ۱۴۱ فی الباب المتعۃ
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:-

شرمگاہ کو ادھار لینے کے متعلق میں نے امام صادق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔
فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں۔

تبصرہ:-

عورت کی شرمگاہ کو ادھار لینا اور حدود شرعیہ کو شہوت رانی پر قربان کرنا اور پھر ایسے بے ہودہ الفاظ امام صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرنا کیا گستاخی نہیں ہے؟

گستاخی ۹ :-

فرمان جعفر و علی مرتضیٰ ہے۔ بوقت ضرورت زنا بحکم نکاح ہوتا ہے (معاذ اللہ)

فروع کافی :-

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ جَاءَتِ امْرَاَةٌ اِلٰی عُمَرَ فَقَالَتْ اِنِّیْ زَنَیْتُ فَطَهِّرْنِیْ فَاَمَرَ بِهَا اَنْ تُرْجَمَ فَاُخْبِرَ بِذٰلِكَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَقَالَ كَیْفَ زَنَیْتِ فَقَالَتْ مَرَرْتُ بِالْبَادِیَةِ فَاَصَابَنِیْ عَطَشٌ شَدِیْدٌ فَاسْتَسْقَیْتُ اَعْرَابِیًّا فَاَبٰی اَنْ یَّسْقِیَنِیْ اِلَّا اَنْ اُمَكِّنَهٗ مِنْ نَفْسِیْ فَلَمَّا اَجْهَدَنِیْ الْعَطَشُ وَخِفْتُ عَلٰی نَفْسِیْ فَاَمْكَنْتُهٗ مِنْ نَفْسِیْ فَقَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْهِ السَّلَامُ تَزْوِیْجٌ وَّرَبِّ الْكَعْبَةِ ۔

(فروع کافی جلد پنجم ص ۴۶۷ کتاب النکاح
طبع جدید تہران)
(طبع قدیم لکھنؤ ص ۲۰۱ جلد دوم)

ترجمہ :- امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت حضرت عمر

کے پاس آئی۔ اور کہنے لگی۔ میں نے زنا کیا ہے مجھے پاک کیجئے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ
نے اُسے رجم کا حکم دیا۔ اس واقعہ کی خبر جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پہنچی۔ تو بلا کر
پوچھا کہ تو نے کیسے زنا کیا۔ کہنے لگی۔ ایک مرتبہ جنگل میں مجھے سخت پیاس لگی۔ تو ایک
اعرابی سے میں نے پانی مانگا۔ اس نے اس شرط پر دینا چاہا کہ مجھ سے ہم بستری
کرے۔ اور پیاس کی شدت کی وجہ سے میں نے اس کے ساتھ اس کی شرط کے مطابق
بدفعلی کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ بخدا یہ تو نکاح ہو گیا۔

تبصرہ:

اس روایت میں علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ذات پر کتنا بہتان ہے کہ آپ نے (معاذ اللہ)
زنا کو نکاح قرار دیا۔ جبکہ شریعت میں بغیر شہادت کے نکاح نہیں ہوتا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ
صریح زنا کو نکاح کیسے قرار دے سکتے ہیں۔

(رفاعت بر ولوا اوطار الابصار)

گستاخی ۱:

مشت زنی شیعوں کے نزدیک جائز ہے

بزبان امام جعفر صادق

فروع کافی:

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ
سَأَلْتُهُ عَنِ الدَّلْكِ قَالَ نَاكِحُ نَفْسِهٖ

لَا شَيْءَ عَلَيْهِ ۔

(فروع کافی جلد دوم ص ۲۳۳ طبع قدیم لکھنؤ)
(فروع کافی جلد پنجم طبع جدید ص ۴۰۰ کتاب النکاح
باب الخضخضۃ ونکاح البہیمۃ
مطبوعہ تہران)

ترجمہ:-
امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مشت زنی کے متعلق پوچھا گیا آپ نے فرمایا
اس پر کوئی مواخذہ (ضمان) نہیں ہے زیادہ سے زیادہ اپنے وجود سے جماع کرتا ہے۔

گستاخی ۱۱۱

امام جعفر صادق کی باتیں سن کر لوگوں کے آلہ تناسل تن جائیں گے (ایک شیعہ کا بیان)

عَنْ زُرَارَةَ قَالَ وَاللّٰهِ لَوْ حَدَّثْتُ بِكُلِّ
مَا سَمِعْتُهُ مِنْ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ ع لَانْتَفَخَتْ
ذُكُوْرُ الرِّجَالِ عَلَى الْخَشَبِ ۔

(رجال کشی ص ۱۳۳ تذکرہ زرارہ بن اعین
مطبوعہ کربلا)

زرارہ سے روایت ہے کہ کہا اس نے کہ اگر میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے
سنی ہوئی تمام باتیں بیان کر دوں تو لوگوں کے آلات تناسل لکڑی کی طرح سخت
ہو جائیں گے۔

تبصرہ:-

ہر وہ آدمی جس کی آنکھ میں کچھ بھی شرم و حیا ہے وہ اس روایت کو پڑھ کر اپنی آنکھیں شرم سے جھکا لے گا۔

لیکن شیعہ حضرات کو اس قسم کی واہی تباہی کی من گھڑت روایات پیش کرتے ہوئے قطعاً شرم نہیں آتی بلکہ ان کو کتابوں میں شائع کرتے ہیں۔

طرفہ تر یہ کہ پھر ایسی گندی روایات کو ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ جیسا کہ مذکورہ روایت کو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے جس سے گویا یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام جعفر رضی اللہ عنہ سارا دن شیعوں کو خواہشات نفسانیہ کی ترغیب دیتے رہتے۔ حالانکہ یہ کیسے ممکن ہے کہ آل سادات کے سردار اور شریعت مصطفوی علی صاحبہا الصلوٰۃ کے علمبردار کی زبان سے ایسی فحش اور اس قسم کی باتوں کا صدور ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ شیعہ مذہب کی بنیاد ہی شہوت پرستی اور کذب بیانی پر رکھی گئی ہے۔ جس کی بنا پر ان حضرات نے اپنی مطلب براری کے لیے متعہ جیسے حرام و فحش فعل کی بنیاد رکھی۔

لہٰذا روایت مذکورہ اور اس قسم کی جتنی فحش روایات کتب شیعہ میں مرقوم ہیں یہ سب ان حضرات کی اپنی اختراعات ہیں اور ائمہ اہل بیت سے ان روایات کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے مگر۔

شعر

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

گستاخی نمبر ۱۲:-

عَنْ حَمَّادِ بْنِ عُثْمَانَ قَالَ خَرَجَ ...

اَبِيْ يَعْفُوْرٍ وَّ آخَرُ اِلَى الْحِيْرَةِ اَوْ
اِلٰى بَعْضِ الْمَوَاضِعِ فَتَذَاكَرْنَا
الدُّنْيَا فَقَالَ اَبُوْ بَصِيْرٍ الْمُرَادِيُّ
اَمَا اِنَّ صَاحِبَكُمْ لَوْ ظَفَرَ بِهَا
لَاسْتَاْثَرَ بِهَا قَالَ فَاَغْفٰى فَجَاءَ
كَلْبٌ يُرِيْدُ اَنْ يَشْغَرَ عَلَيْهِ
فَذَهَبْتُ لِاَطْرُدَهُ فَقَالَ لِيَ ابْنُ
يَعْفُوْرٍ دَعْهُ فَجَاءَ حَتّٰى شَغَرَ
فِيْ اُذُنَيْهِ۔

اور رجال کشی ص ۱۵۵ تذکرہ ابو بصیر لیث بن
البختری المرادی مطبوعہ کربلا

ترجمہ :-

حماد بن عثمان سے روایت ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں، ابن ابی یعفور اور ایک دوسرا آدمی حیرہ یا کسی اور جگہ کی طرف گئے اور راستہ میں ہم نے دنیا کے متعلق بات چیت شروع کی۔ ابو بصیر مرادی کہنے لگا کہ تمہارے حضرت (امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ) اگر دنیا و مال و دولت میں کامیاب ہو گئے تو فوراً اسے ترجیح دینے لگے۔ راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد ابو بصیر سو گیا۔ پس ایک کتا آیا اور اس پر پیشاب کرنے لگا۔ میں نے چاہا کہ اسے پیشاب کرنے سے روکوں۔ پس ابن ابی یعفور نے کہا اسے چھوڑ دیجئے۔ پس کتا، ابو بصیر کے پاس آیا اور اس کے کانوں میں پیشاب کر ڈالا۔

گستاخی:-

عَنْ حَمَّادٍ النَّابِ قَالَ جَلَسَ اَبُوْ بَصِيْرٍ عَلٰى بَابِ اَبِىْ عَبْدِ اللّٰهِ (ع) لِيَطْلُبَ الْاِذْنَ فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهُ فَقَالَ لَوْ مَعَنَا طَبَقٌ لَاُذِنَ قَالَ فَجَاءَ كَلْبٌ فَشَغَرَ فِىْ وَجْهِ اَبِىْ بَصِيْرٍ قَالَ اُفٍّ اُفٍّ مَا هٰذَا قَالَ جَلِيْسُهُ هٰذَا كَلْبٌ شَغَرَ فِىْ وَجْهِكَ.

(رجال کشی ص ۱۵۵ - تذکرہ ابوبصیر عبد اللہ بن محمد الاسدی مطبوعہ کربلا) ۔

ترجمہ:-

حماد ناب سے روایت ہے اس نے کہا کہ ابوبصیر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے دروازے کے آگے اس لیے بیٹھا تھا کہ آپ سے اندر جانے کی اجازت مل جائے مگر جب اسے اجازت نہ ملی تو (طنزاً) بولا کہ اگر میرے پاس کوئی کھانے کا طبق (تحفہ کے طور پر) ہوتا تو حضرت امام مجھے فوراً اجازت مرحمت فرما دیتے۔ راوی کا کہنا ہے کہ اسی دوران ایک کتا آیا اور ابوبصیر کے منہ میں پیشاب کرنے لگا۔ ابوبصیر چلایا اف اف یہ کیا ہوا؟ اس کے ساتھی نے جواب دیا یہ کتا ہے جس نے تیرے منہ پر پیشاب کیا۔

فصل یازدہم

شیعوں کی امام موسیٰ کاظم اور امام رضا سے گستاخیاں

گستاخی :-

شیعوں کے نزدیک قابل ستر صرف اگلی شرمگاہ ہے جس کے لیے ایک ہاتھ کافی ہے (فرمان موسیٰ کاظم) معاذ اللہ

فروع کافی :-

عَنْ أَبِي الْحَسَنِ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ الْعَوْرَةُ عَوْرَتَانِ الْقُبُلُ وَالدُّبُرُ فَأَمَّا الدُّبُرُ فَمَسْتُورٌ

بِالْاَلْيَتَيْنِ فَاِذَا سَتَرْتَ الْقَضِيْبَ وَ الْبَيْضَتَيْنِ فَقَدْ سَتَرْتَ الْعَوْرَةَ وَقَالَ فِيْ رِوَايَةٍ اُخْرٰى وَ اَمَّا الدُّبُرُ فَقَدْ سَتَرَتْهُ الْاَلْيَتَانِ وَ اَمَّا الْقُبُلُ فَاسْتُرْهُ بِيَدِكَ ۔

(فروع کافی جلد ششم ص ۵۰۱ کتاب الزی والتجمل طبع جدید تہران ۔ طبع قدیم جلد دوم ص ۲۰۰ ۔ مطبوعہ لکھنؤ کتاب الزی والتجمل)

ترجمہ:-

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ۔ شرمگاہ دو ہیں ۔ آگے اور پیچھے ۔ لیکن پچھلی شرمگاہ تو چوتڑوں کے بیچ میں چھپی ہوتی ہے ۔ رہی آگے کی تو تم اس کو اپنے ہاتھ سے چھپا لو جب تم نے آلہ تناسل اور دونوں خصیوں کو چھپا لیا ۔ تو تم نے اپنی شرمگاہ کو چھپا لیا ۔

تبصرہ:-

اس روایت سے معلوم ہوا کہ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ صرف دو اشیاء کو قابل پردہ سمجھتے تھے ۔ وہ بھی خود بخود ستر کئے ہیں کیونکہ پچھلی شرمگاہ چوتڑوں نے چھپا دی ۔ اور اگلی شرمگاہ کی ضرورت پڑے ۔ تو صرف ایک ہاتھ اس پر رکھ دیجئے بس آپ با پردہ ہو گئے ۔ اب آپ کو بازاروں میں بار رونق جگہ خرید و فروخت کرنے کی اجازت ہے ۔ اور آپ چاہیں تو ہر مجلس عزا سے خطاب بھی فرما سکتے ہیں ۔ اور جلوس تعزیہ میں شرکت سونے پہ سہاگہ ہوگی ۔
بے حیا باش ہرچہ خواہی کن ۔ اسے کہتے ہیں کہ بہتان عظیم جو امام کاظم پر باندھا گیا ۔

گستاخی ۲:-

شیعوں کی اپنے اماموں سے نرالی بے تکلفی

فروع کافی:-

(قَالَ سَمِعْتُ صَفْوَانَ بْنَ يَحْيَى يَقُولُ) قُلْتُ لِلرِّضَاءِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ رَجُلًا مِنْ مَوَالِيكَ أَمَرَنِي أَنْ أَسْأَلَكَ عَنْ مَسْأَلَةٍ هَابَكَ وَ اسْتَحْيَى مِنْكَ أَنْ يَسْأَلَكَ فَقَالَ وَ مَا هِيَ؟ قُلْتُ الرَّجُلُ يَأْتِي امْرَأَتَهُ فِي دُبُرِهَا قَالَ ذٰلِكَ لَهُ قَالَ قُلْتُ لَهُ فَأَنْتَ تَفْعَلُ قَالَ إِنَّا لَا نَفْعَلُ ذٰلِكَ۔

(فروع کافی جلد پنجم ص ۵۴۰ کتاب النکاح
باب محاش النساء طبع جدید تہران)
فروع کافی جلد دوم ص ۲۲۰ کتاب النکاح
باب محاش النساء طبع قدیم لکھنؤ)

ترجمہ:-

راوی کہتا ہے میں نے امام رضا رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ کا ایک غلام مسئلہ دریافت کرنا چاہتا ہے لیکن آپ سے رعب و دہشت و شرم کے تحت نہیں پوچھ سکتا فرمایا کیا ہے؟ میں نے کہا مرد اپنی عورت کو مقعد میں دخول کر سکتا

ہے؟ آپ نے کہا ہاں! اسے اجازت ہے۔ میں نے کہا آپ بھی ایسا کرتے ہیں؟ کہا ہم ایسا نہیں کرتے۔

تبصرہ ۱۵:

اس روایت سے معلوم ہوا کہ "وطی فی الدبر" ایک فعل ہے جو امام رضا خود اپنے لیے پسند نہیں فرماتے۔ ہاں اپنے متعلقین کو اس بات کی اجازت دے دیتے ہیں۔ اور یہ بات عقلاً نقلاً باطل اور لغو ہے۔ کیونکہ قرآن کا ارشاد ہے۔ یا ایھا الذین امنوا لم تقولون ما لا تفعلون۔ مومنو! جو خود نہیں کرتے دوسروں سے کیوں کرواتے ہو۔ لہٰذا یہ کسی طرح ممکن نہیں کہ امام رضا اس آیت کے خلاف عمل پیرا ہوں۔ بلکہ یہ بات صرف ان کی طرف منسوب کر دی گئی ہے حقیقت نہیں۔ لہٰذا امام کی شان میں گستاخی ٹھہری۔

گستاخی ۹۲:-

امام موسیٰ کاظم کی والدہ کی شیعوں نے انتہا درجہ کی توہین کی

اصول کافی:-

فَحَدَّثَنَا يَوْماً عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ عَنِ النَّخَّاسِ الَّذِي ذَكَرْتُهُ لَكُمْ قَدْ قَدِمَ فَاذْهَبُوا فَاشْتَرُوا بِهَذِهِ الصُّرَّةِ مِنْهُ جَارِيَةً قَالَ فَأَتَيْنَا النَّخَّاسَ فَقَالَ قَدْ بِعْتُ مَا كَانَ عِنْدِي إِلَّا جَارِيَتَيْنِ مَرِيضَتَيْنِ إِحْدَاهُمَا أَمْثَلُ مِنَ الْأُخْرَى قُلْنَا فَأَخْرِجْهُمَا حَتَّى نَنْظُرَ إِلَيْهِمَا فَأَخْرَجَهُمَا فَقُلْنَا بِكَمْ تَبِيعُنَا هَذِهِ الْمُتَمَاثِلَةَ قَالَ بِسَبْعِينَ دِينَاراً قُلْنَا أَحْسِنْ قَالَ لَا أَنْقُصُ مِنْ سَبْعِينَ دِينَاراً فَقُلْنَا لَهُ نَشْتَرِيهَا مِنْكَ بِهَذِهِ الصُّرَّةِ مَا بَلَغَتْ وَلَا نَدْرِي مَا فِيهَا وَكَانَ عِنْدَهُ رَجُلٌ أَبْيَضُ الرَّأْسِ وَاللِّحْيَةِ

قَالَ فَحَكُّوْا وَزِدْنَا فَقَالَ النَّخَّاسُ لَا
تَنْقُصُوْا فَإِنَّهَا إِنْ نَقَصَتْ حَبَّةً مِنْ
سَبْعِيْنَ دِيْنَارًا لَمْ أَبِعْكُمْ فَقَالَ
الشَّيْخُ ادْنُوْا فَدَنَوْنَا وَفَكَكْنَا
الْخَاتَمَ وَوَزَنَّا الدَّنَانِيْرَ فَإِذَا هِيَ
سَبْعُوْنَ دِيْنَارًا لَا تَزِيْدُ وَلَا تَنْقُصُ
فَأَخَذْنَا الْجَارِيَةَ فَأَدْخَلْنَاهَا عَلَى
أَبِيْ جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَجَعْفَرٌ قَائِمٌ
عِنْدَهُ فَأَخْبَرْنَا أَبَا جَعْفَرٍ بِمَا كَانَ
فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ
لَهَا مَا اسْمُكِ قَالَتْ حَمِيْدَةُ فَقَالَ حَمِيْدَةُ
فِي الدُّنْيَا مَحْمُوْدَةٌ فِي الْآخِرَةِ
أَخْبِرِيْنِيْ عَنْكِ أَبِكْرٌ أَنْتِ أَمْ
ثَيِّبٌ قَالَتْ بِكْرٌ قَالَ وَكَيْفَ
وَلَا يَقَعُ فِيْ أَيْدِي النَّخَّاسِيْنَ شَيْءٌ
إِلَّا أَفْسَدُوْهُ فَقَالَتْ قَدْ كَانَ
يَجِيْئُنِيْ فَيَقْعُدُ مِنِّيْ مَقْعَدَ الرَّجُلِ
مِنَ الْمَرْأَةِ فَيُسَلِّطُ اللّٰهُ عَلَيْهِ
رَجُلًا أَبْيَضَ الرَّأْسِ وَاللِّحْيَةِ فَلَا
يَزَالُ يَلْطِمُهُ حَتّٰى يَقُوْمَ عَنِّيْ فَفَعَلَ
بِيْ مِرَارًا وَفَعَلَ الشَّيْخُ بِهِ مِرَارًا فَقَالَ

يَا جَعْفَرُ خُذْ هٰذِهِ إِلَيْكَ فَوَلَدَتْ خَيْرَ أَهْلِ الْأَرْضِ مُوسَى بْنَ جَعْفَرٍ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ۔

(اصول کافی جلد اول ص ۴۷۶ تا ۴۷۷

کتاب الحجۃ باب مولد ابی

الحسن موسیٰ بن جعفر علیہما السلام

مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

راوی کا بیان ہے کچھ دن گزرے تھے کہ ہم امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے فرمایا میں تم کو آگاہ کرتا ہوں کہ وہ بردہ فروش جس کا میں نے ذکر کیا تھا آ گیا ہے تم جاؤ اس تھیلی کے عوض اس کنیز کو خرید لو۔ راوی کا بیان ہے ہم بردہ فروش کے پاس آئے اس نے کہا جو میرے پاس تھا میں بیچ چکا اب تو میرے پاس دو بیمار کنیزیں ہیں۔ ایک ان میں دوسری سے اچھی ہے ہم نے کہا انہیں دکھاؤ۔ تو اس نے دکھا دیں ہم نے کہا کتنے پر بیچو گے یہ کنیز بیچنے لگا .... ستر دینار ہم نے کہا کچھ کم کر کے احسان کرو اس نے کہا اس سے کم نہ ہوگا ہم نے کہا ہم اس تھیلی کے عوض خریدتے ہیں جتنے ہوں ہمیں ان کا علم نہیں۔ اس کے پاس ایک شخص جس کے سر اور داڑھی کے بال سفید تھے بیٹھا تھا اس نے کہا تھیلی کو کھول کر رقم گن لو بردہ فروش نے کہا تم مت کھولو اگر ستر سے کم نکلے تو میں ایک ذرہ بھی کم نہ کروں گا بوڑھے نے کہا میرے پاس آؤ اور تھیلی کی مہر توڑو۔ جب ہم نے کھولا تو اس میں ستر ہی دینار تھے۔ نہ کم نہ زیادہ۔ ہم نے کنیز لی اور اسے لے کر امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس آئے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام ان کے پاس بیٹھے تھے ہم نے امام باقر علیہ السلام
سے کل حال بیان کیا۔ حضرت نے خدا کی حمد و ثنا کے بعد کنیز سے پوچھا تمہارا نام
کیا ہے؟ انہوں نے کہا حمیدہ۔ انہوں نے فرمایا تم حمیدہ ہو دنیا میں اور محمودہ
ہو آخرت میں مجھے بتاؤ تم باکرہ ہو یا ثیبہ؟ انہوں نے کہا کہ باکرہ۔ فرمایا یہ کیسے؟
نخاسوں (بردہ فروشوں) کے ہاتھ میں جو عورت آجاتی ہے وہ اسے باکرہ نہیں
رہنے دیتے۔ انہوں نے کہا یہ شخص میرے پاس آیا اور اس طرح بیٹھا جیسے عورت
سے جماع کرنے مرد بیٹھتا ہے۔ پس خدا نے اس پر ایک مرد بزرگ کو مسلط
کیا جس نے اسے خوب تھپڑ مارے وہ شکر گزار ہوا۔ کئی بار اس نے یہ ناپاک
ارادہ کیا۔ ہر بار وہ بزرگ مانع آئے۔ آپ نے فرمایا اسے جعفر کو دو۔ اس کے
بطن سے اہل زمین کا بہترین شخص پیدا ہوگا یعنی امام موسیٰ کاظم)
(شافی ترجمہ اصول کافی جلد اول ص۴۹۵)

لمحہ فکریہ:-

نامعلوم ان شیعہ لوگوں کو ان واہیات روایات سے کیا لگاؤ ہے۔ امام موسیٰ کاظم کی
والدہ کی ننگی و خمر برہنہ بدن کرنے اور ان کی رانوں کے درمیان اس بردہ فروش کے بیٹھنے کا ذکر
کرنے سے سوائے شہوانی جذبات نفسانی کو بڑھانے کے اور کیا مقصد ہے؟ اور اس طیبہ و
طاہرہ کی جن کی طہارت پر فرشتے بھی رشک کرتے ہیں ان شیعوں نے ان روایات میں ان
کی کون سی شان بیان کی ہے اور وہ بوڑھا مرد جن کی حالت ناگفتہ بہ میں اس بردہ فروش کو
تھپڑ مارتا ہے۔ کیا وہ اس کو پہلے سے نہیں ہٹا سکتا تھا؟
اور جب کہ شیعوں کا یہ عقیدہ ہے کہ ائمہ اہل بیت کی شان انبیاء کرام سے بالا ہے۔
بلکہ انبیاء کرام کے تمام مراتب ائمہ اہل بیت کا صدقہ ہیں۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ وہ عورت

جس کی نسبت ازل میں اللہ تعالیٰ ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کر چکا تھا اس کی طرف جب جابر و ظالم بادشاہ نے نظر بد کی اور برائی کا ارتکاب کرنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے جسم کو شل کر دیا۔ جس کی وجہ سے وہ اس عورت (سیدہ ہاجرہ سلام اللہ علیہا) تک نہ پہنچ سکا۔ جس کا اصل واقعہ یوں ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام سیدہ سارہ رضی اللہ عنہا کو لے کر مصر پہنچے تو مصر کے بادشاہ نے سیدہ سارہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے چھین لیا اور اس کی طرف تین دفعہ برا ارادہ کیا اللہ تعالیٰ نے فوراً اس کا وجود شل ہو گیا۔ اس نے اپنے خدام کو کہا کہ یہ جنیہ ہے یا شیطان تھی جب اس کی طرف بری خواہش کا جب میں نے ارادہ کیا تو میرا وجود اسی طرح شل ہو گیا کہ جس طرح اس سے پہلے سیدہ ہاجرہ سلام اللہ علیہا کی طرف میں نے برا ارادہ کیا تو میرا وجود شل ہو گیا تھا۔

جب اللہ تعالیٰ نے سیدہ ہاجرہ سلام اللہ علیہا کو اس بجرم ظالم بادشاہ سے محفوظ فرمایا جب کہ ان کا ابراہیم علیہ السلام سے ابھی عقد بھی نکاح نہیں ہوا تھا تاہم اللہ تعالیٰ کے علم میں ان کی نسبت ابراہیم علیہ السلام سے ہو چکی تھی۔

تو پھر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ جن کی شان شیعہ عقیدہ کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بھی بڑھ کر ہے معاذ اللہ ان کی پوتی حضرت عمر کیسے بیاہ کر لے گئے اور ان کی ازل میں بیوی ہو کر کیسے بیٹھ گئی۔ شیعہ حضرات کو کم از کم اس عقیدہ کا ہی پاس رکھنا چاہئے تھا۔ بے سوچے سمجھے ایسی بے حیا روایات سے اجتناب کر کے شان اہل بیت اور ان کی عزت و عظمت کی انتہا درجہ کی گستاخی سے بچنا چاہیے۔ لیکن چونکہ ان شیعوں کی فطرت و جبلت میں ہی یہ گستاخی رچ بس گئی ہے اس لیے یہ لوگ گستاخیوں سے رک نہیں سکتے۔

ورنہ اگر کسی کے سینے میں ذرہ برابر بھی اہل بیت اور مخدرات اہل بیت کا ادب و احترام ہے وہ ان روایات کو پڑھ کر یقیناً کہے گا کہ شیعہ حضرات سے بڑھ کر اہل بیت کرام کا کوئی گستاخ نہیں۔ اور پھر غضب یہ ہے کہ یہ روایت کہ شیعہ مصنف نے امام باقر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کی ہے۔ معاذ اللہ اس نیک خصلت صفت کا بیٹا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

کی زوجہ اور امام موسیٰ کاظم کی والدہ بننے والی ہے۔ اور ان تمام کا ذکر کرتے ہوئے صرف یہ کرامت بیان کر رہا ہے۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے لیے امام باقر نے قبل از وقت اس کی پیشن گوئی فرمائی کہ یہ عورت ہے کہ جس کے بطن سے تیرے بیٹے امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ پیدا ہوں گے لیکن اس کرامت کے ضمن میں شیعوں نے ان تمام اکابر کی ایسی توہین کی ہے کہ دشمن بھی ایسی نہیں کر سکتا۔ اور اس روایت کو شیعہ مصنف نے اس طرح ذکر کیا ہے کہ جیسے قحبہ عورت ہر ایک کسی سے منتقل ہوتا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان شیعوں کو سیدھا راستہ نصیب فرمائے۔

گستاخی نمبر

بروایت امام رضا جناب لوط علیہ السلام نے قوم کو اپنی بیٹیوں سے نکاح کر کے وطی فی الدبر کی اجازت دی اور اسے پاکیزہ عمل قرار دیا (معاذ اللہ)

الاستبصار۔

عَنْ مُوْسَى بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ رَجُلٍ قَالَ سَأَلْتُ اَبَا الْحَسَنِ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ اِتْيَانِ الرَّجُلِ الْمَرْأَةَ مِنْ خَلْفِهَا فِيْ دُبُرِهَا۔ فَقَالَ اَحَلَّتْهَا الْآيَةُ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى قَوْلُ لُوْطٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ هٰٓؤُلَاۤءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ وَقَدْ عَلِمَ

اَنَّهُمْ لَا يُرِيدُونَ الْفَرْجَ.

(استبصار جلد دوم باب اتیان النساء فی مادون
الفرج ص ۱۳۰ طبع قدیم لکھنؤ۔
طبع جدید تہران جلد سوم ص ۲۴۳۔
(فی اتیان النساء فیما دون الفرج)

ترجمہ:-
ایک شخص نے امام رضا سے پوچھا۔ کہ کوئی شخص اپنی عورت کے ساتھ دُبر میں وطی کرتا ہے۔ اس کا حکم کیا ہے؟ امام نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں لوط علیہ السلام کے اس قول نے اس فعل کو حلال کیا ہے۔ "یہ میری بیٹیاں تمہارے لیے حلال ہیں" کیونکہ یہ معلوم ہے کہ لوطیوں کو عورت کی شرمگاہ سے کیا تعلق؟

ہم تو ڈوبے تھے صنم

حضرت لوط علیہ السلام کے دین میں کنواری سے متعہ جائز تھا۔ لیکن لوطی وطی فی الدبر کی حریص قوم تھی جس کی وجہ سے حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا۔ اے بے حیا قوم۔ باز آ جاؤ۔ میرے مہمانوں کی عزت سے مت کھیلو۔ اگر تم باز نہیں رہ سکتے۔ تو تم میری قوم کی لڑکیوں سے متعہ کر کے اپنی خواہشات پوری کر لو۔ تاکہ تم اس غیر فطری فعل سے بچ جاؤ۔

لیکن حضرت امام رضا کی طرف اس بات کی نسبت کرنا کہ انہوں نے وطی فی الدبر کو قرآن پاک میں مذکور واقعہ لوط علیہ السلام کی آیت سے ثابت کیا ہے۔ درحقیقت آپ پر بہتان گھڑنا ہی ہے۔ کیونکہ اگر وطی فی الدبر ہی کے لیے آپ اپنی قوم کی لڑکیوں کو پیش کرتے

کی بات کرتے ہے۔ تو پھر ان فرشتوں کو خوبصورت لڑکے آئے تھے۔ بچانے کا کیا فائدہ؟ غیر فطری فعل بجائے لڑکیوں سے جائز کرتا تھا۔ تو پھر قوم کے سامنے پریشان اور رنجیدہ ہونے کی کیا ضرورت تھی؟

حقیقت یہ ہے کہ شیعہ لوگوں کی فطرت میں بے حیائی اور شہوت رانی کی باتیں اس قدر رچ بس چکی ہیں کہ ان کے بیان کے لیے انبیاء اور اہل بیت کو بدنام کرنے سے بھی نہیں شرماتے۔

شعر

ہم تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے

فصل دوازدہم

شیعوں کی امام تقی اور امام نقی رضی اللہ عنہما سے گستاخیاں

گستاخی ۱ :-

شیعوں کے نزدیک شیطان حضرت آدم کے خاکی پتلے میں

مقعد سے داخل ہو کر دبر سے نکل رہا (بقول امام تقی) معاذ اللہ

مناقب آل ابی طالب :-

وَكَتَبَ عَبْدُ الْعَظِيمِ الْحَسَنِيُّ إِلَى أَبِي جَعْفَرٍ يَسْأَلُهُ عَنِ الْغَائِطِ وَنَتْنِهِ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ آدَمَ فَكَانَ جَسَدُهُ طَيِّبًا وَبَقِيَ

أَرْبَعِينَ سَنَةً مُلْقًى تَمُرُّ بِهِ الْمَلَائِكَةُ فَتَقُولُ
لِأَمْرٍ مَا خُلِقْتَ وَكَانَ إِبْلِيسُ يَدْخُلُ فِي فِيهِ وَ
يَخْرُجُ مِنْ دُبُرِهِ فَلِذَلِكَ صَارَ مَا فِي جَوْفِ ابْنِ
آدَمَ مُنْتِنًا خَبِيثًا غَيْرَ طَيِّبٍ.

(مناقب آل ابی طالب ابن شہر آشوب جلد ۳
ص ۳۸۴ فی حلمہ علیہ السلام
طبع جدید قم خیابان)

ترجمہ:-

عبد العظیم نے امام تقی رضی اللہ عنہ سے پاخانہ اور اس کی بدبو کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے فرمایا: اللہ نے آدم کو مٹی سے بنایا۔ مٹی کا بنا ہوا جسم چالیس برس تک (بغیر روح) پڑا رہا۔ فرشتے اس کے پاس سے گزرتے تھے۔ اور کہتے تھے تو کس لیے پیدا کیا گیا۔ شیطان اس کے منہ سے گھس کر دبر سے نکل جاتا۔ اس لیے ابن آدم کا پیٹ اندر سے بدبودار اور گندا ہو گیا۔

تبصرہ:-

اس روایت میں ایک تو حضرت آدم علیہ السلام کی توہین ہے۔ کہ ان کے منہ سے شیطان داخل ہو کر ان کی دبر سے نکل رہا۔ (معاذ اللہ) اور دوسرا امام تقی رضی اللہ عنہ کی طرف اس گندی عبارت کی نسبت کر کے ان کی توہین بھی کی گئی۔ اور امام تقی علیہ السلام پر بہت بڑا بہتان باندھا گیا۔ کہاں امام تقی رضی اللہ عنہ کی ذات عالیہ اور کہاں ان جعفریوں کی خباثت بھری عبارتیں۔

ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

گستاخی نمبر ۲:-

مناقب آل ابی طالب:-

وَرُوِيَ أَنَّ امْرَأَتَهُ أُمَّ الْفَضْلِ بِنْتَ
الْمَأْمُوْنِ سَمَّتْهُ فِيْ فَرْجِهِ بِمِنْدِيْلٍ
فَلَمَّا أَحَسَّ بِذٰلِكَ قَالَ لَهَا أَبْلَاكِ اللّٰهُ
بِدَاءٍ لَا دَوَاءَ لَهُ فَوَقَعَتِ الْآكِلَةُ
فِيْ فَرْجِهَا وَكَانَتْ تَنْصِبُ لِلطَّبِيْبِ
يَنْظُرُوْنَ إِلَيْهَا وَيُشِيْرُوْنَ بِالدَّوَاءِ
عَلَيْهَا فَلَا يَنْفَعُ ذٰلِكَ حَتّٰى مَاتَتْ مِنْ
عِلَّتِهَا۔

(مناقب آل ابی طالب ابن شہر آشوب
جلد چہارم [illegible] طبع قم تذکرہ باب فی معجزاتہ
علیہ السلام)

ترجمہ:-

روایت کی گئی ہے کہ امام تقی کی بیوی ام الفضل بنت مامون نے ایک رومال میں زہر ڈال کر امام تقی
کی شرمگاہ پر ملا دیا۔ آپ نے جب اس کیفیت کو محسوس کیا تو بیوی سے کہا کہ خدا
تجھے لاعلاج بیماری میں مبتلا کرے۔ پس ام الفضل کی شرمگاہ میں پھوڑا نکلا۔ جس کے
علاج کے لیے وہ حکیموں کے پاس جاتی۔ وہ اس کی شرمگاہ دیکھتے اور اس پر دوائی
لگاتے رہے۔ لیکن کسی دوائی سے نفع نہ ہوا۔ حتیٰ کہ اسی بیماری کی وجہ سے فوت
ہو گئی۔

جائے شرم:-

شیعو! کچھ حیا سے کام لو۔ جانتے نہیں کہ یہ محترمہ کس گھرانے سے تعلق رکھتی ہیں؟ کاش تم نے امام تقی رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ کا لحاظ کیا ہوتا۔ اگر تمہاری ماں کی بات ہوتی تو تمہاری کیا حالت ہوتی۔ اور نہ اپنی کتابوں میں ایسی خرافات لکھتے۔ اس عبارت کا لفظی ترجمہ کرتے ہوئے مارے شرم کے قلم آگے نہیں چلتا۔ چہ جائیکہ اس پر تبصرہ کیا جائے۔ یا اس کی وضاحت کی جائے۔ ہاں اتنا ضرور کہوں گا کہ اگر کوئی شرم و حیا رکھنے والا شخص اس عبارت کو یا اس کے ترجمہ کو پڑھے گا تو وہ اتنا ضرور سمجھ جائے گا کہ ان نام نہاد شیعوں سے بڑھ کر کوئی بھی دوسرا اہل بیت کا دشمن نہیں ہے۔ خصوصاً امام تقی رضی اللہ عنہ کی زوجہ کے بارے میں یہ عبارت جہاں ان کی عظیم المرتبت زوجہ کی گستاخی ہے۔ وہاں امام موصوف کی بھی توہین ہے۔

فلعن اللہ من تبعہم الی یوم القیامۃ

گستاخی نمبر ۲:-

شیعوں کے نزدیک تقیہ (جھوٹ) تمام نیک اعمال سے افضل ہے (بقول امام تقی) معاذ اللہ

آثار حیدری:-

امام تقی سے کسی شخص نے پوچھا نیک خصائل لوگوں میں سے سب سے کامل کون ہے۔ فرمایا جو تقیہ کو زیادہ عمل میں لاتا ہے۔

(آثار حیدری اردو ترجمہ تفسیر حسن عسکری ص ۱۰ جامعہ کتب خانہ لاہور)

آثار حیدری :-

اور ایک شخص نے امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت بابرکت میں عرض کی کہ میں شہر کے عام لوگوں کی ایک جماعت میں جا بیٹھا۔ اور انہوں نے مجھ کو پکڑ لیا۔ اور کہنے لگے۔ یہ شخص کیا تو ابوبکر بن ابی قحافہ کی امامت کا قائل نہیں ہے۔ اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی یہ بات سن کر میں ڈر گیا۔ اور میں نے تقیہ کا ارادہ کرکے ، اور ڈر سے تقیہ کرکے کہہ دیا۔ کہ ہاں اس کا قائل ہوں تب ان میں سے ایک اپنا ہاتھ میرے منہ پر رکھ کر بولا۔ تو تحریف کر کے کلام کرتا ہے۔ مجھ پر تجھے بتاؤں اسی طرح سے لوگوں کو جواب دیتے۔ میں نے اس سے کہا۔ کہ کہو۔ تب اس نے مجھ سے کہا۔ کیا تو قائل ہے۔ کہ ابوبکر بن ابی قحافہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امام حق و عدل ہے۔ اور علی کو امامت میں بیشک کوئی حق نہیں ہے۔ میں نے اس کے جواب میں نعم کہا۔ اور اس کو ہاں کے معنی میں نہیں رکھتا تھا۔ بلکہ اس سے اونٹ گائے بکری وغیرہ چوپائے جانور مراد لیتا تھا۔ وہ شخص بولا میں اس پر بس نہ کروں گا۔ جب تک تو قسم نہ کھائے۔ اب تو اس طرح کہہ کہ میں اس خدا کی قسم کھاتا ہوں۔ کہ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے۔ اور وہ غالب ذلت دینے والا، پلٹنے والا، ہلاک کرنے والا۔ پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا ہے۔ میں نے جواب دیا۔ نعم۔ اور میری اس کے کہنے سے چوپایہ مراد تھی۔ تو کہا ہاں۔ پھر اس نے کہا۔ کہ میں اس پر بھی بس نہیں کرتا۔ جب تک کہ تو یوں نہ کہے۔ کہ قسم ہے اس خدا کی کہ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ الذی کی قسم کھا کر نہ کہے۔ کہ ابوبکر بن ابی قحافہ امام ہے۔ تب میں نے جواب دیا۔ کہ ابوبکر بن ابی قحافہ امام ہے۔ یہاں مراد اس شخص کا امام ہے۔ جو اس کا پیرو ہے۔ اور اس کو امام مانتے۔ قسم ہے اس خدا کی جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے۔ اور دیگر صفات الہی آپ تو یاد ہیں جاری کہیں۔ یہ سن کر وہ خاموش ہو گئے اور مجھ کو جزاك الله خیرا کہا۔ اور میں نے ان کے پنجے سے نجات پائی۔ یا حضرت اب فرمائیے۔ خدا کے نزدیک میرا کیا حال ہے؟

درود انہیں کے لیے ہیں؟ بڑا سستا اور مزے دار سودا ہے۔ خدا انہیں ہی نصیب کرے۔

گستاخی ۲۲:-

گستاخیِ علی المرتضیٰؓ اور جھوٹ سے پراگندہ روایت امام تقی کی طرف منسوب کر دی

آثار حیدری:-

حضرت امام تقی علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ ایسا ہی معجزہ جناب امیر علیہ السلام سے بھی ظہور میں آیا ہے جبکہ آپ نے جنگ صفین سے مراجعت فرمائی۔ ہمراہیوں کو اس پانی سے سیراب کیا۔ جو ایک بڑے پتھر کے نیچے سے نکلا تھا۔ جس کو آپ نے اس غرض سے اٹھا لیا کہ اس کی آڑ میں بیٹھ کر رفع حاجت کر لیں گے۔ آپ کے لشکر کے کسی منافق نے کہا کہ میں اس کی نگرانی کروں گا اور اس کے پتھر کو جو اس نے رکھا ہے دیکھوں گا۔ کیونکہ یہ وصی کے مرتبہ کا دعویٰ کرتا ہے۔ پھر اپنے ساتھیوں کو اس کے جھوٹ سے خبردار کروں گا۔ تب جناب امیر نے قنبر کو حکم دیا کہ اے قنبر! اس درخت اور اس کے سامنے کے درخت کے پاس جاؤ۔ اور ان دونوں میں ایک فرسخ سے زیادہ کا فاصلہ تھا۔ اور جا کر کہو۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وصی تم کو حکم دیتا ہے۔ کہ دونوں آکر باہم مل جاؤ۔ قنبر نے عرض کی۔ کہ یا حضرت کیا میری آواز ان دونوں درختوں تک پہنچے گی؟ فرمایا جو تمہاری نظر کو آسمان تک پہنچاتا ہے۔ جو تم سے پانچ سو برس کی راہ ہے۔ وہی تمہاری آواز کو بھی ان دونوں درختوں تک پہنچا دے گا۔ آخر کار قنبر نے جا کر ان کو آواز دی۔ اور وہ ایک دوسرے کی طرف اس

تیزی سے دوڑنے لگے گویا دو دوست ہیں۔ جو مدت سے بچھڑے ہوئے ہیں۔ اور ملنے کو نہایت
اشتیاق ہے۔ اور دونوں آکر باہم مل گئے۔ یہ معجزہ دیکھ کر لشکر کے منافقوں کا ایک گروہ کہنے لگا
کہ علی اپنے آپ کو ہمارے سامنے سحر و جادو میں رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کی مثل گمان کرتا ہے۔ حالانکہ
وہ رسول تھے۔ اور یہ امام ہے۔ بلکہ حقیقت میں دونوں جادوگر ہیں۔ پھر ہم اس کے گرد
چکر لگانے لگے۔ تاکہ اس منظر کو اور جو کچھ اس میں سے نکلتا ہے۔ اس کو دیکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے
منافقوں کے اس کلام کو حضرت کے کان میں پہنچا دیا۔ آپ نے کھلم کھلا قنبر سے فرمایا۔ کہ منافقوں
نے وصی رسول سے مکر و فریب کا ارادہ کیا ہے۔ اور ان کا گمان یہ ہے۔ کہ میں ان کے سامنے
صرف دو درختوں کی حکایت کر سکتا ہوں اور کچھ قدرت نہیں رکھتا۔ اس لیے تم جا کر ان دو درختوں سے
کہو۔ کہ وصی رسول صلی اللہ علیہ وسلم تم کو حکم دیتا ہے۔ کہ تم اپنی اپنی جگہ واپس چلے جاؤ۔ قنبر نے
ایسا ہی کیا اور وہ دونوں درخت اپنی اپنی جگہ واپس چلے گئے۔ اور اس طرح ایک دوسرے سے
جدا ہوئے جیسے کوئی بزدل شخص کسی دلیر اور شجاع بہادر سے ڈر کر بھاگتا ہے۔ پھر جناب
امیر علیہ السلام نے جا کر بیٹھنے کے لیے اپنے کپڑے کو اٹھایا۔ اور منافقوں کی ایک جماعت بھی
اس طرف بیٹھنے کے لیے گئی۔ حضرت نے اپنا کپڑا اٹھایا۔ وہ سب کے سب نابینا ہو گئے۔
اور ان کو کچھ بھی نظر نہ آیا۔ تب انہوں نے اپنے منہ دوسری طرف پھیر لیے۔ اور ان کی آنکھیں
اسی طرح روشن ہو گئیں۔ جیسی پہلے تھیں۔ پھر انہوں نے حضرت کی طرف نگاہ کی اور اندھے ہو
گئے۔ اور بار بار ایسا ہی وقوع میں آتا رہا۔ کہ جب آپ کی طرف نظر اٹھاتے تھے اندھے ہو
جاتے تھے۔ اور جب منہ پھیر لیتے تھے۔ دکھائی دینے لگتا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت قضائے حاجت
کر کے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور اپنے مقام پر واپس تشریف لے آئے۔ اور آتی دفعہ ہر ایک کو ایسا
ہی واقعہ پیش آیا۔ اس کے بعد انہوں نے ارادہ کیا۔ کہ اسی جگہ جا کر دیکھیں کہ کیا چیز خارج ہوئی ہے
تب وہ اپنی اپنی جگہ کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔ اور وہاں سے قدم نہ اٹھا سکے۔ اور جب واپس
آنے کا ارادہ کیا۔ تو قدم اٹھنے لگے۔ اور سہ بارہ ایسا ہی وقوع میں آیا۔ یہاں تک کہ وہاں سے

کوچ کرنے کا حکم صادر ہوا۔ اور وہاں سے روانہ ہو گئے۔ اور اپنی مراد کو نہ پہنچے۔ اور اس بات سے
ان منافقوں کے سوا کسی کو کچھ حاصل نہ ہوا کہ ان کی حسرت اور نافرمانی زیادہ ہو گئی۔ اور کفر و عناد اور
بڑھ گیا۔

القصہ وہ منافق باہم ذکر کرنے لگے کہ دیکھو یہ بات کس قدر عجیب و غریب ہے۔ کہ باوجود
ان صورتوں اور آیات کے معاویہ، عمرو اور یزید کے مقابلہ سے عاجز رہا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بات
امیر المومنین کے کانوں تک پہنچائی۔ اور حضرت نے حکم دیا کہ اے میرے پروردگار کے فرشتو۔
معاویہ، عمرو اور یزید کو سامنے لاؤ۔ اور ان منافقوں نے ہوا میں دیکھا کہ فرشتے حبشی سپاہیوں کی صورت
میں ہیں۔ اور ہر ایک نے ان تینوں میں سے ایک ایک کو پکڑ رکھا ہے۔ پھر ان فرشتوں
نے ان تینوں کو حضرت کے روبرو پیش کیا۔ ناگاہ کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ایک تو معاویہ ہے۔ اور ایک
عمرو اور ایک یزید ہے۔ جناب امیر نے ان منافقوں سے فرمایا۔ تم ان کو دیکھو اگر میں چاہتا تو
ان کو قتل کر دیتا مگر میں نے خود ہی ان کو چھوڑ دیا ہے۔

(اختیار حیدری ترجمہ تفسیر امام حسن عسکری ص ۴۹۵-۴۹۶
امامیہ کتب خانہ لاہور)

خلاصہ کلام:-

امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کی کرامت بیان کی۔ منافقین نے چاہا کہ ہم حضرت
علی کی شرمگاہ دیکھیں۔ اس مرتبہ کوشش کے باوجود محروم رہے۔ جب بھی دیکھنا چاہتے۔ آڑے
آ جاتے۔ اسی طرح سو مرتبہ رفع حاجت کے وقت ننگا جسم دیکھنے سے محروم رہے۔ منافقین
کو خیال آیا۔ کہ اگر آپ اتنے صاحب کرامت ہیں۔ تو معاویہ، عمرو اور یزید کے سامنے کیوں نہ ٹھہر سکے
پس حضرت علی نے فرشتوں کے ذریعے ان تینوں کو حاضر کر دیا۔ میں اگر انہیں قتل کرنا چاہتا تو قتل
کر دیتا۔ لیکن میں نے خود چھوڑ دیا ہے۔

لمحہ فکریہ:-

ناظرین کرام، غور فرمائیں۔ کتنی بڑی گپ ہے اور انتہائی عقل کے اندھوں کو اندھیرے میں رکھا
جا سوچیں کہ حضرت علی اور یزید کی آپس کی جنگ کب ہوئی جس میں شکست کا طعنہ منافق دے
رہے ہیں۔ پھر ان کی بیوی کس دن تھیں۔ کہ منافقین نے اسی مرتبہ آپ کی شرمگاہ دیکھ پائی۔ اس
سے ان کا کیا مقصد تھا۔ پھر حضرت علی کے فرشتے آپ کے ماتحت تھے جو بعد از مرگ سے ہو کر
کو فرشتے پکڑ کر لے آئے۔ اور حضرت علی فرماتے ہیں کہ میں چاہتا تو انہیں قتل کر دیتا۔ اگر فرشتے
آپ کے ماتحت تھے حکم کے بندے تھے۔ تو جب بقول شیعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے
گلے میں رسی ڈال کر ابوبکر کی بیعت کے لیے کھینچا جا رہا تھا اور آپ نے روتے ہوئے
بادل نخواستہ بیعت کی۔ تو اس وقت فرشتوں کو کیوں نہ بلا لیتے۔ تو معلوم ہوا کہ اول تا آخر یہ
روایت شیعہ حضرات کی من گھڑت ہے۔ اس سے حضرت علی کی توہین بھی کی گئی۔ اور امام
کو برا بھلا الزام لگایا۔ کہاں امام تقی اور کہاں حضرت علی کی شرمگاہ کے بارے میں اس قدر
خرافات کا پلندہ۔ کوئی مناسبت نہیں۔

فصل سیزدہم

شیعوں کی امام حسن عسکری اور امام قائم (مہدی) سے گستاخیاں

شیعوں کے نزدیک علی نفس نبی ہے۔ بقول امام حسن عسکری

گستاخی نمبر (۱)۔

آثار حیدری :-

ابو یعقوب راوی تفسیر روایت کرتا ہے کہ میں نے امام حسن عسکری سے عرض کی۔ اے فرزند رسول آیا رسول خدا اور امیر المومنین کے بھی ایسے معجزے تھے جو موسیٰ کے آیات و معجزات کے مشابہ تھے حضرت نے فرمایا کہ علی نفس رسول ہے۔ اور رسول خدا کے معجزے عین علی کے معجزے ہیں اور علی کے معجزے رسول خدا کے معجزے ہیں۔ الخ

کوئی ہو ایسا نہیں جو خدا نے کسی نبی یا رسول گزشتہ کو عطا کیا ہو اور اس کے مشابہ یا اس سے بہتر محمد کو عنایت نہ کیا ہو۔

لعنت کا طوق:-

اس روایت سے ایک مسئلہ صاف طور سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ شیعہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نفس رسول سمجھتے ہیں۔ اور یہی ان کا عقیدہ ہے۔ اس لیے ان کے عقیدہ کے مطابق علی اور رسول کوئی دو شخص نہیں ہیں۔ اور جدا جدا دو شخصیتیں نہیں۔ بلکہ ایک ہی ہیں۔ اس لیے علامہ کشی اس کی دلیل پیش کر رہے ہیں کہ جو معجزات علی کے وہی رسول اللہ کے اور جو رسول اللہ کے وہی معجزات علی کے ہیں۔ کیونکہ وہ نفس رسول ہیں۔ تو اس سے صاف معلوم ہوا کہ ان لوگوں کے نزدیک حضرت علی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی فرق نہیں۔ حالانکہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا قول گزر چکا ہے۔ کہ جو علی کو نبی کہے اس پر خدا کی لعنت۔

(رجال کشی ص۲۹۵ تذکرہ ابو الخطاب)

حضرت باقر نے کہا امام مہدی برہنہ بدن ظاہر ہوں گے اور ان کی بیعت سب سے پہلے نبی علیہ السلام کریں گے۔

حق الیقین:-

از حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کہ چون قائم آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیرون آید خدا او را یاری کند بملائکہ و اول کسی کہ با او بیعت کند محمد باشد و بعد از آن علی [illegible] شیخ طوسی و نعمانی از حضرت امام رضا روایت کردہ اند کہ از علامات ظہور

حضرت قائم را علامت است کہ بدنی برہنہ در پیش قرص آفتاب ظاہر خواہد شد و منادی ندا خواہد کرد کہ امیرالمومنین است۔

(حق الیقین ص ۳۴۷ در بیان اثبات رجعت
مطبوعہ تہران)

ترجمہ:۔

امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب قائم آل محمد ظاہر ہوں گے اللہ ان کی فرشتوں کے ذریعہ مدد کرے گا۔ اور ان کی سب سے پہلے بیعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کریں گے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ شیخ طوسی اور نعمانی امام رضا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ امام مہدی کے ظہور کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ وہ سورج کی ٹکیہ کے سامنے برہنہ بدن ظاہر ہوں گے ایک منادی ندا کرے گا کہ یہ امیرالمومنین ہیں۔

لمحہ فکریہ

اس بات کو تمام مانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء اور خاتم النبیین ہیں۔ اس لیے آپ پوری کائنات کے امام اور پیشوا ہیں لیکن آپ کا کوئی دوسرا بجز رب العزت پیشوا نہیں ہو سکتا۔ تو جب یہ بات مسلم ہو گئی۔ پھر یہ کہنا کہ امام غائب ظاہر ہوں گے۔ تو ان کی سب سے پہلے بیعت کرنے والے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔ اور بعد میں حضرت علی بیعت کریں گے کیا ایسا کہنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی کی توہین نہیں ہے۔ کیونکہ حضور کی امام غائب سے بیعت کرنا خلاف واقعہ بھی ہے۔ اور صریح کذب بھی ہے۔ یہ جو کہا ہے کہ اس کی نسبت امام رضا رضی اللہ عنہ کی طرف کی گئی ہے من گھڑت ہے۔ اور اسی طرح امام مہدی کے بارے میں کہ برہنہ بدن سورج کی ٹکیہ کے سامنے ظاہر

ہوتا۔ یہ امام مہدی کی شان میں کیا بہت گستاخی ہے۔ جو بالکل واضح ہے۔ دوسری بات سمجھ سے بالاتر ہے کہ امام کو نسے کے ننگا ہو کر ظاہر ہونے میں کیا حکمت ہے۔

امام غائب کا تعارف

عقیدہ اہل سنت:۔

امام مہدی رضی اللہ عنہ کے بارے میں احادیث متعددہ کی روشنی میں جو عقیدہ اہل سنت ہے وہ مختصر طور پر یہ ہے۔ کہ امام مہدی قیامت کے قریب پیدا ہوں گے۔ مکہ مکرمہ میں ان کا ظہور ہو گا۔ خانہ کعبہ میں حجر اسود کے قریب مقام ملتزم پر کھڑے ہو کر اسلام کی تبلیغ کا آغاز فرمائیں گے۔ آپ کا زمانہ ایسا زریں ہو گا۔ کہ سونا اور چاندی پانی کی طرح ہو گا۔ اور دنیا میں کوئی بھی کسی کا بھکاری نہیں رہے گا۔ امن و سلامتی کی یہ حالت ہو گی۔ کہ بھیڑیا اور بھیڑ بکریاں مل کر چریں گے۔ اور پھریں گے۔ لیکن ایک دوسرے کا کوئی نقصان نہ کریں گے۔

عقیدہ اہل تشیع:۔

امام مہدی کو یہ لوگ "امام غائب" اور "امام قائم" بھی کہتے ہیں۔ "امام غائب" اس سے ملقب ہونے کی وجہ ان کے ہاں یہ مذکور ہے۔ کہ یہ امام ۲۵۵ھ میں امام حسن عسکری کے ہاں پیدا ہوئے۔ ان کی پیدائش "شہر سر من رأی" میں ہوئی۔ جب ان کے والد حضرت امام حسن عسکری کا انتقال ہوا۔ تو یہ صرف پانچ برس کے تھے۔ پھر چار سال بعد یعنی ۹ سال کی عمر میں ۲۶۴ھ میں ایک غار میں تشریف لے گئے۔ اور وہاں غائب ہو گئے۔ آج تک اس سے باہر نہیں نکلے۔

"منتہی الآمال" جو شیعہ حضرات کی معتبر کتاب میں سے ہے۔ اس میں لکھا ہے۔ کہ اگرچہ امام حسن عسکری کے وصال کے وقت امام مہدی کی عمر صرف پانچ برس تھی۔ لیکن اس صغر سنی

کے ہوتے ہوئے بھی اپنے والد کی نماز جنازہ دوسروں سے پڑھوائی تھی۔

(تاریخ الائمہ ص ۳۰۹ ـــ ۳۱۰)

بقول شیعہ قتل کے خوف سے امام مہدی غائب ہو گئے

اصول کافی :-

عَنْ زُرَارَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَقُوْلُ اِنَّ لِلْقَائِمِ غَیْبَةً قَبْلَ اَنْ یَقُوْمَ اَنَّهٗ یَخَافُ وَاَوْمَأَ بِیَدِهٖ اِلٰی بَطْنِهٖ یَعْنِیْ اَلْقَتْلَ ۔

ترجمہ :-

زرارہ سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق سے سنا امام قائم آل محمد کے لیے ظہور سے پہلے غیبت ہو گی خوف کی وجہ سے اشارہ کیا اپنے ہاتھ سے اپنے شکم کی طرف یعنی قتل کے خوف سے۔ (شافی ترجمہ اصول کافی جلد دوم ص ۷۸)

(اصول کافی کتاب الحجت باب الغیبت جلد اول ص ۳۳۸)

اصول کافی :-

عَنْ زُرَارَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَقُوْلُ اِنَّ لِلْقَائِمِ غَیْبَةً قَبْلَ اَنْ یَقُوْمَ قَالَ قُلْتُ وَلِمَ قَالَ یَخَافُ وَاَوْمَأَ بِیَدِهٖ اِلٰی بَطْنِهٖ ثُمَّ قَالَ یَا زُرَارَةُ

وَهُوَ الْمُنْتَظَرُ۔

(اصول کافی باب الغیبۃ کتاب الحجۃ۔

ص ۳۴۲ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

زرارہ سے مروی ہے کہ مجھ سے حضرت ابو عبد اللہ نے فرمایا حضرت امام قائم کی غیبت بچپن ہی سے ہو گئی تھی میں نے کہا۔ یہ کیوں ہو گی فرمایا قتل کے خوف سے اور اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا اپنے بطن کی طرف (یعنی وہ دشمن میری نسل ہی سے ہو گا۔ یا اشارہ ہے جعفر کذاب کی طرف)۔ پھر فرمایا اے زرارہ وہ امام منتظر ہو گا۔ اور اس کی ولادت میں شک کیا جائے گا کوئی کہے گا اس کے باپ لاولد مرے۔ کوئی کہے گا حمل میں انتقال ہو گیا۔ کوئی کہے گا وہ باپ کی موت سے دو سال پہلے پیدا ہو گئے تھے۔ حالانکہ وہ امام منتظر ہوں گے

(الشافی ترجمہ اصول کافی جلد اول ص ۴۰۴

طبع کراچی)

کسی شیعہ کو امام مہدی کا نام لینا جائز نہیں

روایت نمبر(۱)۔

اصول کافی:۔

عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ عَمَّنْ ذَكَرَهُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَحْمَدَ الْعَلَوِيِّ عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْقَاسِمِ الْجَعْفَرِيِّ

قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْحَسَنِ الْعَسْكَرِيَّ عَلَيْهِ
السَّلَامُ يَقُولُ الْخَلَفُ مِنْ بَعْدِي الْحَسَنُ
فَكَيْفَ لَكُمْ بِالْخَلَفِ مِنْ بَعْدِ الْخَلَفِ فَقُلْتُ
وَلِمَ جَعَلَنِيَ اللَّهُ فِدَاكَ قَالَ إِنَّكُمْ لَا تَرَوْنَ
شَخْصَهُ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ ذِكْرُهُ بِاسْمِهِ فَقُلْتُ
كَيْفَ نَذْكُرُهُ فَقَالَ قُولُوا الْحُجَّةُ مِنْ آلِ مُحَمَّدٍ
صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَامُهُ

روایت نمبر (۲)

عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ الصَّالِحِيِّ
قَالَ سَأَلَنِي أَصْحَابُنَا بَعْدَ مُضِيِّ أَبِي
مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنْ أَسْأَلَ عَنِ الِاسْمِ
وَالْمَكَانِ فَخَرَجَ الْجَوَابُ إِنْ دَلَلْتُهُمْ عَلَى الِاسْمِ
أَذَاعُوهُ وَإِنْ عَرَفُوا الْمَكَانَ دَلُّوا عَلَيْهِ

روایت نمبر (۳)

عِدَّةٌ مِنْ أَصْحَابِنَا عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ
فَضَّالٍ عَنِ الرَّيَّانِ بْنِ الصَّلْتِ قَالَ سَمِعْتُ
أَبَا الْحَسَنِ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ وَسُئِلَ
عَنِ الْقَائِمِ فَقَالَ لَا يُرَى جِسْمُهُ وَلَا يُسَمَّى
اسْمُهُ

روایت نمبر (۴)

مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحُسَيْنِ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مَحْبُوبٍ عَنِ ابْنِ رِئَابٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ صَاحِبُ هٰذَا الْأَمْرِ لَا يُسَمِّيهِ بِاسْمِهِ إِلَّا كَافِرٌ.

(اصول کافی جلد اول ص ۳۳۲-۳۳۳،
مطبوعہ تہران طبع جدید کتاب الحجۃ
باب فی النہی عن الاسم)

ترجمہ روایات :-
روایت نمبر (۱) :-

راوی کہتا ہے کہ میں نے امام علی نقی علیہ السلام سے سنا کہ میرے بعد میرے جانشین حسن عسکری علیہ السلام ہیں۔ پھر فرمایا تم کیا طریقہ اختیار کرو گے ان کے فرزند کے ساتھ میں نے کہا اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا کرے کیوں تو امام ان کی اشخاص کہوں گے فرمایا تم ان کے وجود کو نہ دیکھ سکو گے۔ اور تمہیں یہ جائز نہ ہوگا تمہارے واسطے ان کا نام لے کر ذکر کرنا میں نے کہا۔ پھر ہم کس کے لیے ذکر کریں گے فرمایا یوں کہنا حجت آل محمد صلوات اللہ وسلامہ۔

روایت نمبر (۲) :-

راوی کہتا ہے۔ کہ امام حسن عسکری کے انتقال کے بعد ہمارے اصحاب نے کہا۔

کہا حضرت صاحب الامر سے ان کا نام اور جگہ معلوم کر لینا چاہتا ہوں کہ اگر ان کا نام معلوم ہو گیا تو لوگ اسے شہرت دیں گے۔ اور یہ ہمارے خاندان کے لیے خطرے کا سبب ہو گا اور اگر مکان کا پتہ چل گیا تو جلد ڈھونڈ لیں گے۔

روایت نمبر (۳):-

راوی کہتا ہے میں نے امام رضا علیہ السلام سے سنا کہ حضرت سے جب قائم آل محمد کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا ان کا جسم تو دیکھا جائے گا۔ اور ان کا نام نہیں لیا جائے گا۔

روایت نمبر (۴):-

راوی کہتا ہے کہ حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ صاحب الامر کو ان کے نام سے نہ پکارے گا مگر کافر۔

(الشافی ترجمہ اصول کافی ص ۳۴۹ - ۳۴۵
جلد اول طبع کراچی)

خلاصہ کلام:-

مذکورہ احادیث سے واضح ہوا کہ امام غائب اس لیے پیدا ہوئے تھے جب خطرات کا زمانہ تھا اسی لیے وہ خوف کی وجہ سے غائب ہو گئے کیونکہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر لوگوں کو ان کا پتہ چل جائے تو انہیں قتل کر دیں۔ اس لیے وہ دشمن کے خوف سے چھپ گئے ہیں۔ اور ان کا پوشیدہ رکھنا بہت ضروری تھا ہے۔ اسی بنا پر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ان کا نام لینے کی نہیں بلکہ جائز نہیں۔ بلکہ بیان کفر کا حکم فرما دیا۔

آنے والا امام ہے کہ جو آنے والا کا منتظر ہے بہر حال وہ غائب ہیں لیکن زندہ ہیں سادہ ان کی واپسی کا انتظار ہے۔ اسی لیے انہیں "امام منتظر" بھی کہتے ہیں۔

امام غائب کے ظہور کے زمانہ میں شیعہ روایات کا اختلاف ہی اس قصہ کے من گھڑت ہونے کی قوی دلیل ہے

روایت نمبر (۱):

بقول حضرت علی امام مہدی کی غیبت زیادہ سے زیادہ چھ سال ہوگی

بعض کتب شیعہ میں یوں مذکور ہے کہ کسی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ امام مہدی کتنے دن غائب رہیں گے؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں فرمایا۔

اصول کافی:

سِتَّةَ اَيَّامٍ اَوْ سِتَّةَ اَشْهُرٍ اَوْ سِتَّ سِنِيْنَ۔

(اصول کافی باب المحجہ جلد اول ص ۳۳۸ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:-

یعنی چھ دن یا چھ مہینے یا چھ سال ۔

روایت نمبر (۲)-

امام رضا نے کہا مہدی کے غائب رہنے کا عرصہ تین سو تیرہ مخلص شیعہ پیدا ہونے تک ہے

احتجاج طبرسی:-

فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا مِنَّا اِلَّا قَائِمٌ بِاَمْرِ اللّٰهِ وَهَادٍ اِلٰى دِيْنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ الْقَائِمَ الَّذِيْ يُطَهِّرُ اللّٰهُ بِهِ الْاَرْضَ مِنْ اَهْلِ الْكُفْرِ وَالْجُحُوْدِ وَ يَمْلَاُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَّعَدْلًا هُوَ الَّذِيْ يَخْفٰى عَلَى النَّاسِ وِلَادَتُهٗ وَ يَغِيْبُ عَنْهُمْ شَخْصُهٗ وَ يَحْرُمُ عَلَيْهِمْ تَسْمِيَتُهٗ وَهُوَ سَمِيُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ كَنِيُّهٗ وَهُوَ الَّذِيْ تُطْوٰى لَهُ الْاَرْضُ وَ يُذَلُّ لَهٗ كُلُّ صَعْبٍ يَجْتَمِعُ اِلَيْهِ مِنْ اَصْحَابِهٖ عِدَّةَ اَهْلِ بَدْرٍ (ثَلَاثُمِائَةٍ وَثَلَاثَةَ عَشَرَ) رَجُلًا مِّنْ اَقَاصِى الْاَرْضِ وَ ذٰلِكَ قَوْلُ اللّٰهِ اَيْنَمَا تَكُوْنُوْا

يَأْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيعًا إِنَّ اللّٰهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ فَإِذَا اجْتَمَعَتْ لَهُ هٰذِهِ الْعِدَّةُ مِنْ أَهْلِ الْإِخْلَاصِ أَظْهَرَ اللّٰهُ أَمْرَهُ فَإِذَا كَمَلَ لَهُ الْعَقْدُ (وَهُوَ عَشَرَةُ آلَافِ رَجُلٍ) خَرَجَ بِإِذْنِ اللّٰهِ فَلَا يَزَالُ يَقْتُلُ أَعْدَاءَ اللّٰهِ حَتّٰى يَرْضَىٰ عَزَّ وَجَلَّ۔

(احتجاج طبرسی جلد دوم ص ٢٥٠ مطبوعہ قم
تحت باب بعض احتجاجات علیہ السلام
کل استلہ یحیی بن اکثم)
(احتجاج طبرسی ص ٢٣٨ طبع قدیم مطبوعہ
نجف اشرف)

ترجمہ:-

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ ہم میں سے ہر ایک اللہ کے حکم سے قائم ہے اور اللہ کے دین کا ہادی ہے۔ لیکن قائم وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کے ذریعے سے زمین کو کفر و جحود سے پاک کرے گا۔ اور عدل و انصاف کے ساتھ زمین کو بھر دے گا۔ اور وہ وہ ہے کہ جس کی ولادت اور اس کا وجود لوگوں سے مخفی ہوگا اور لوگوں پر اس کا نام لینا بھی حرام ہوگا۔ اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمنام اور ہم کنیت ہوگا۔ اور وہ وہ ہے کہ جس کے لیے زمین کو لپیٹا جائے گا۔ اور اس کے لیے ہر سختی کو نرم کیا جائے گا۔ اور اس کے لیے جمع ہوں گے۔ اس کے اصحاب اہل بدر کی تعداد کے برابر زمین کے کناروں سے (٣١٣) اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے معنی ہیں کہ تم جہاں بھی ہو گے۔ اللہ تعالیٰ تم کو ایک جگہ کرے گا بے شک اللہ تعالیٰ ہر شئی پر قادر ہے۔ اور جب اہل اخلاص سے یہ تعداد اس کے لیے جمع ہو جائے گی۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے امر کو ظاہر کرے گا۔ اور جب اس کی

تعداد پوری ہو جائے گی۔ (ذکر ہزار) اس وقت وہ اللہ کے اذن سے نکل آئے گا
پس وہ ہمیشہ دشمنوں کو قتل کرتا رہے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے گا۔

روایت نمبر ۳:۔

امام باقرؑ نے کہا مہدی کا ظہور اللہ نے سنہ ۷۰ھ میں مقرر کیا تھا
پھر ائمہ اہل بیت سے شیعوں کی غداری کے سبب سنہ ۱۴۰ھ
تک اور پھر غیر معینہ مدت تک ملتوی کر دیا۔

اصول کافی:۔

عَنْ اَبِیْ حَمْزَةَ الثُّمَالِیِّ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَقُوْلُ یَا ثَابِتُ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى كَانَ وَقَّتَ هٰذَا الْاَمْرَ فِی السَّبْعِیْنَ فَلَمَّا اَنْ قُتِلَ الْحُسَیْنُ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَیْهِ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلٰى اَهْلِ الْاَرْضِ فَاَخَّرَهٗ اِلٰى اَرْبَعِیْنَ وَمِائَةٍ فَحَدَّثْنَاكُمْ فَاَذَعْتُمُ الْحَدِیْثَ فَكَشَفْتُمْ قِنَاعَ السِّتْرِ وَلَمْ یَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ بَعْدَ ذٰلِكَ وَقْتًا عِنْدَنَا وَیَمْحُو اللّٰهُ مَا یَشَاءُ وَیُثْبِتُ وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتَابِ

قَالَ اَبُوْحَمْزَةَ فَحَدَّثْتُ بِذٰلِكَ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ قَدْ كَانَ كَذٰلِكَ ۔

(اصول کافی باب کراہیت التوقیت جلد اول
ص ۳۶۸ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:-

ابوحمزہ ثمالی سے مروی ہے۔ کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کو کہتے سنا۔ کہ اے ثابت
امر امامت اللہ نے ہمارے اور شیعوں کے لیے فراخی اور حکومت کا ۷۰ سنہ تک
معین کیا تھا پھر کہ امام حسین علیہ السلام شہید کر دیے گئے۔ تو خدا کا غضب نازل
ہوا اس کو ملتوی کیا۔ پس تاخیر کی ان خبروں کی رسوائی کے لیے سنہ ۱۴۰ھ تک
پس ہم نے بیان کیا تم سے حدیث اسرار کو تم نے نشر کر دیا ہماری باتوں کو اور
کھول دیا ہمارے بھیدوں کو۔ اس کے بعد خدا نے کوئی وقت معین نہ کیا اور خدا
جو چاہتا ہے بدل سکتا ہے۔ ابوحمزہ نے کہا میں نے یہ حدیث امام جعفر
صادق علیہ السلام سے بیان کی۔ آپ نے فرمایا ایسا ہی ہے۔

لمحہ فکریہ:-

مذکورہ تینوں روایات کو اگر کوئی شخص سرسری نظر سے بھی پڑھے گا۔ تو یہ کہنے پر مجبور ہو گا
کہ امام غائب کا عقیدہ اور اس کا قول بالآخر تمام کی تمام من گھڑت ہے۔ جو بڑی چالاکی سے وضع
کیا گیا ہے۔ شیعہ حضرات کی کتب ان کے اس عقیدہ سے بھری پڑی ہیں۔ کہ ائمہ اہل بیت
کو ما کان وما یکون کا علم ہوتا ہے۔ جب ان کے علم کا یہ حال ہے۔ تو
پھر امام غائب کے بارے میں ان کے اس قول کا کیا معنی ہو گا؟۔ امام غائب چھ دن، پانچ
مہینے یا چھ سال تک ظاہر ہو جائیں گے۔ پھر یہ قول حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرکے آپ

کہ یہ روایت بھی پچھلی روایت کی طرح بے اصل اور موضوع ہے۔ جب روایت من گھڑت ہوگی تو
اس سے جس واقعہ کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے یعنی "امام غائب کا ظہور" یہ قصہ بھی من گھڑت
نکلا۔

تازیانہ عبرت نمبر ۸:-

شیعہ حضرات کی معتبر کتاب احتجاج طبرسی میں شیعوں کے امام رضا کا قول نقل کر چکے کہ اگر ہزار
مخلص شیعہ پیدا ہو گئے تو امام مہدی کو ظاہر کر دے گا۔ جب کہ امام رضا کے دور میں
شیعوں کی تعداد لاکھوں تک تھی۔ اس کے باوجود آپ کا فرمانا اور شمار بتلاتا ہے کہ ان لاکھوں میں
دس ہزار بھی مخلص شیعہ نہ تھے ورنہ امام رضا کے دور میں ہی مہدی ظاہر ہو جاتے۔ بلکہ امام رضا
کا یہ قول پڑھیں اور شیعہ مذہب کی حقیقت دیکھیں۔
موسیٰ بن بکر واسطی نے کہا مجھے امام رضا نے فرمایا اگر میں اپنے شیعوں کی تمیز کرتا ہوں تو
محض زبانی تعریف کرنے والا ہی پاتا ہوں۔ اگر میں ان کا امتحان لوں تو سب کو مرتد پاؤں گا۔
اگر ان کی مکمل جانچ لوں تو ہزاروں میں سے ایک بھی مخلص نہ نکلے اور کی چھان بین کرنے سے میرے
لیے یہی کچھ باقی رہ جاتا ہے کہ ایک مدت ہوگئی مسندوں پر ٹیک لگائے بیٹھے ہیں اور کہتے ہیں
ہم علی کے شیعہ ہیں۔ حالانکہ علی کا شیعہ وہ ہے جس کا قول اس کے عمل کی تصدیق کرے۔

(۱) روضہ کافی جلد ۸ ص ۲۲۸ طبع تہران جدید
(۲) حلیۃ المتقین ص... طبع تہران)

شیعوں کے نزدیک ان کا امام غائب کہاں گم ہوا

چہاردہ معصوم :-

در سامرا قبر امامین ہمامین حضرت ہادی و حضرت عسکری متوفی سنہ ۲۶۰ھ و سرداب غیبت محمد بن الحسن مہدی کہ ایوان آں بارگاہ را زر گرفتہ در سامرا از ہمہ بزرگ است۔

(چہاردہ معصوم مصنفہ عماد زادہ حسینی اصفہانی جلد دوم ص ۲۶۰ طبع جدید ایران)

ترجمہ :-

سامرا (عراق کا شہر) میں دو بزرگ اماموں حضرت ہادی اور حضرت امام حسن عسکری کی قبریں ہیں اور امام حسن عسکری کے بیٹے حضرت محمد (امام مہدی) کے غائب ہونے والا تہہ خانہ اسی بارگاہ کے جوار میں بڑے صحن کے اندر ہے۔

سامرا کے تہہ خانہ میں بسا اوقات اولیاء اللہ کو امام غائب مختلف بھیسوں میں نظر آتا ہے۔

چہاردہ معصوم :-

آفتاب وجود مسعودش از مشرق دامان والدہ اش نرجس خاتون شاہزادہ رومی در شب جمعہ ۱۵ شعبان نزدیک صبح در سال ۲۵۵ھ پدید گشت و تاکنون کہ ۱۱۰۰ سال و اندی میگذرد در پس پردۂ غیب از چشم جہانیان مخفی است (۱) تا خدا کی ارادہ کند ظاہر گردد۔

.... وصف سرداب محل غیبت کبریٰ آں حضرت بسیار زیبا و دلچسپ که

چند قطعه از رنگ عسکری بہم پیوند ساخت بسبب حملہ دشمنان جائے غیبت کبریٰ

قرار گرفت یعنی امام عصر حجت بن الحسن العسکری برائے آخرین دفعہ از انظار عمومی آں جا

مخفی شده و دیگر ہیچ کس جز خواص اوتاد و مخلصین از مردم او را نمی دیدند مگر کسانیکہ از اولیاء

خدا باشند و دیده حق بین داشته ۔ واو را بچشم دیده و خواہند دید در ہر لباس

است ۔

(چہاردہ معصوم جلد دوم ص ۳۷۹ طبع ایران)

ترجمہ:-

امام غائب کا آفتاب وجود اپنی والدہ کے افق وہاں سے (جن کا نام نرجس تھا) کی

شعبان کی ۱۵ تاریخ کو ۲۵۵ھ میں بوقت صبح ظاہر ہوا۔ ۱۱۰۰ سال ہو گئے اب

تک دنیا والوں کی نظر سے پردہ خفا میں ہیں۔ تا آنکہ اللہ کے حکم سے ظاہر ہوں

گے۔

جس جگہ غائب ہوئے یعنی آپ کی غیبت کبریٰ ہوئی۔ وہ جگہ زمین کے اندر بڑی خوبصورت

اور دلچسپ ہے جو عسکری مکان کے چند پتھروں کو آپس میں ملاتی ہے دشمنوں

کے حملے کے خوف سے وہاں آپ کی غیبت کبریٰ واقع ہوئی یعنی امام زمانہ حضرت

حجت بن امام حسن عسکری واللہ انہیں جلدی ظاہر کرے اس جگہ آخری بار عام لوگوں

کی نظر سے مخفی ہو گئے اب ان کو خواص اور مخلص بندوں کے سوا انہیں کوئی دیکھ نہیں

سکتا البتہ جو لوگ اولیاء اللہ میں سے ہوں اور خدا شناسی کی آنکھ رکھتے ہوں

وہ آپ کو دیکھ سکتے ہیں۔ خواہ آپ کسی بھی لباس میں ہوں۔

ترجمہ:-

کتاب نزہت الناظرین میں لکھا ہے کہ حضرت الامر امام مہدی کا جائے قرار اس وقت
مغرب جزائر میں سے ایک جزیرہ میں ہے۔ جسے طیبہ کہتے ہیں اور آپ کی ذریت
اولاد میں سے طاہر اور حاکم دونوں ان جزائر میں سے ایک ایک جزیرہ کے
حاکم ہیں۔

اس قول کی تائید اس طرح ہوتی ہے کہ ملک شام میں ایک حرمان نامی شہر ہے
وہاں کے ایک باشندہ سید صالح شیعہ نے مجھے بتلایا کہ جب ہم
مکہ میں تھے۔ میں نے وہاں منیٰ کے بازار میں ایک شخص کو گھومتے ہوئے
دیکھا۔ جس کے ہاتھ میں کچھ سونا تھا جسے وہ بیچنا چاہتا تھا مگر کوئی شخص اس
سے خرید نہیں رہا تھا۔ میں نے آ کے کہا یہ آپ کی کیا حالت ہے؟ کہنے
لگا میرے پاس چند درہم ہیں اور کوئی شخص خریدتا نہیں۔ اب کیا کروں میں
نے کہا مجھے دکھاؤ۔ جب میں نے دیکھا تو ان درہموں پر یہ مہر تھی۔ اللہ
ہمارا رب ہے محمد ہمارا نبی ہے اور مہدی ہمارا امام ہے۔ میں نے پوچھا تو
کہاں سے آیا ہے؟ کہنے لگا میں مغربی ممالک میں سے دریائے اخضر کے
درمیان کا رہنے والا ہوں۔ ہمارا بادشاہ مہدی نام رکھتا ہے یہ سکہ اسی کے
نام مبارک کا ہے اس کا ہر جگہ چلن ہے۔ میں نے کہا یہ مہدی کون ہے اور
کس گروہ سے ہے؟ تب اس نے لب پر انگشت رکھ دی اور کہا آگے بات
ذکر نا۔ اگر تو شیعہ ہے تو سب کچھ جانتا ہوگا۔

روایت نمبر ۱:-

تذکرۃ الائمہ:-

علی بن عزالدین استرآبادی نقل کرتا ہے جس کے باپ دادا کمال علم و ورع اور شیعہ ہوتے

اسی لیے امام غائب اس وقت سے یہاں تک غائب ہو کر غار میں لوگوں کی زیارت کر رہے ہیں اور جو غائب ہو جاتا ہے۔

ثابت ہوا کہ یہ سب باتیں جھوٹ ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں کیونکہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ خود تو امام دشمنوں سے خائف ہو کر غار میں چھپ جائے اور پھر لوگوں پر حکومت بھی کرے۔ پھر حیرت کی یہ بات ہے کہ جب شیعہ حضرات سے پوچھا جائے کہ مہدی کہاں ہے تو انگشت بدہاں جواب دیا جاتا ہے کہ اگر تم شیعہ ہو تو سب کچھ جانتے ہو۔ لہذا خاموش رہو۔

ثابت ہوا کہ یہ تمام افسانے سفید جھوٹ ہیں اور شیعہ حضرات کا اب نہ کوئی امام ہے نہ ان کے پاس کوئی قرآن ہے۔

شیعوں کے نزدیک امام غائب جب نکلیں گے تو کیا لے کر آئیں گے؟

اصول کافی:-

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ إِنَّ الْقُرْآنَ الَّذِي جَاءَ بِهِ جِبْرَئِيلُ إِلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَةَ عَشَرَ أَلْفَ آيَةٍ۔

(اصول کافی جلد دوم ص ۶۳۴ کتاب فضل القرآن)

ترجمہ:-

امام جعفر نے فرمایا وہ قرآن جسے جبرائیل علیہ السلام لے کر آئے تھے سترہ ہزار آیات والا تھا۔

انوار النعمانیہ:

قَدِ اسْتَفَاضَ فِي الْأَخْبَارِ أَنَّ الْقُرْآنَ كَمَا
أُنْزِلَ لَمْ يُؤَلِّفْهُ إِلَّا أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ
بِوَصِيَّةٍ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَبَقِيَ بَعْدَ مَوْتِهِ سِتَّةَ أَشْهُرٍ مُشْتَغِلًا بِجَمْعِهِ
فَلَمَّا جَمَعَهُ كَمَا أُنْزِلَ أَتَى بِهِ إِلَى الْمُتَخَلِّفِينَ
بَعْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُمْ
كِتَابُ اللهِ كَمَا أُنْزِلَ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لَا
حَاجَةَ لَنَا إِلَيْكَ وَلَا إِلَى قُرْآنِكَ عِنْدَنَا قُرْآنٌ جَمَعَهُ
وَكَتَبَهُ عُثْمَانُ فَقَالَ لَنْ تَرَوْهُ بَعْدَ الْيَوْمِ
وَلَا يَرَاهُ أَحَدٌ حَتَّى يَظْهَرَ وَلَدِي الْمَهْدِيُّ
وَفِي ذَلِكَ الْقُرْآنِ زِيَادَاتٌ كَثِيرَةٌ وَهُوَ
خَالٍ عَنِ التَّحْرِيفِ۔

(انوار نعمانیہ ص ۳۶۰ نور فی کیفیۃ القرآن الصادی
الوارد من التحریف طبع قدیم)
(تذکرۃ الائمہ فی السلوک جلد دوم ص ۳۶۰
طبع جدید)

ترجمہ:
خبر مستفیض کے ذریعہ ثابت ہے کہ قرآن کو اس کے نزول کی ترتیب کے مطابق
صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت پر جمع کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے چھ ماہ بعد تک حضرت علی اس کے جمع کرنے کیلئے
مشغول رہے جب مکمل جمع کر لیا۔ تو آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زبردستی
جانشین بننے والوں کے پاس لے گئے اور کہا یہ اللہ کی کتاب ہے۔ اور اس کی
ترتیب وہی ہے جس ترتیب سے یہ کتاب نازل کی گئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ
کو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا ہمیں نہ تمہاری ضرورت ہے۔ اور
نہ تمہارے قرآن کی۔ ہمارے پاس حضرت عثمان کا لکھا ہوا اور جمع کیا ہوا قرآن
موجود ہے۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ آج کے بعد تم اس قرآن کو جو میں
نے جمع کیا ہرگز نہ دیکھو گے۔ اور ہم بھی یہی لیے۔ کہ اس کے بعد کسی نے اس کو نہ دیکھا
اور یہ نہ دیکھا اس وقت تک مستور رہے گا۔ جب میرا بیٹا امام مہدی ظاہر ہوگا۔ اس
قرآن میں بہت سی آیات زیادہ تھیں۔ اور وہ تحریف سے خالی تھا۔

امام مہدی ستر گز لمبا اصلی قرآن نبی کریم کے ہتھیار اور ذوالفقار حیدری وغیرہ لے کر غار سے نکلیں گے

احتجاج طبرسی:-

وَيَكُوْنُ عِنْدَهٗ سِلَاحُ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ سَيْفُهٗ
ذُو الْفِقَارِ وَ تَكُوْنُ عِنْدَهٗ صَحِيْفَةٌ فِيْهَا
اَسْمَاءُ شِيْعَتِهٖ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَ صَحِيْفَةٌ
فِيْهَا اَسْمَاءُ اَعْدَآئِهٖ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ
وَ يَكُوْنُ عِنْدَهُ الْجَامِعَةُ وَ هِيَ صَحِيْفَةٌ

طُولُهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا فِيهَا جَمِيعُ مَا يَحْتَاجُ
إِلَيْهِ وَلَدُ آدَمَ وَيَكُونُ عِنْدَهُ الْجَفْرُ الْأَكْبَرُ
وَالْأَصْغَرُ وَهُوَ إِهَابُ كَبْشٍ فِيهَا جَمِيعُ
الْعُلُومِ حَتَّى أَرْشِ الْخَدْشِ وَحَتَّى الْجَلْدَةِ
وَنِصْفِ الْجَلْدَةِ وَثُلُثِ الْجَلْدَةِ وَيَكُونُ
عِنْدَهُ مُصْحَفُ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ۔

(طبع نجف ص ۲۳۳، احتجاج الرضا علیہ السلام بالامامۃ مطبوعہ نجف اشرف)

(احتجاج طبرسی جلد دوم ص ۲۳۱ مطبوعہ ایران طبع جدید)

ترجمہ:-

امام مہدی کے پاس رسول اللہ کے ہتھیار اور ذوالفقار تلوار ہوگی۔ ان کے پاس ایک صحیفہ ہوگا جس میں ان کے قیامت تک کے شیعوں کے نام ہوں گے اور ایک صحیفہ ہوگا جس میں ان کے تا قیامت دشمنوں کے نام ہوں گے۔ اور ایک "جامعہ" نامی صحیفہ ہوگا جس کا طول ستر ہاتھ ہوگا۔ اس میں اولاد آدم کے تمام مسائل کا حل ہوگا۔ ان کے پاس جفر اکبر و اصغر ہوگا۔ اور وہ بکری کی کھال ہے جس میں تمام علوم ہوں گے۔ حتیٰ کہ خراش کی سزا مکمل درہ اور آدھا درہ تہائی حصہ سب مذکور ہوگا۔ اور ان کے پاس سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مصحف بھی ہوگا۔

انوار نعمانیہ:-

فَإِنْ قُلْتَ كَيْفَ صَارَ الْقِرَاءَةُ فِي هَذَا الْقُرْآنِ

مَعَ مَا لَحِقَهُ مِنَ التَّغْيِيْرِ قُلْتُ قَدْ وَرَدَ الْأَخْبَارُ أَنَّهُمْ أَمَرُوْا شِيْعَتَهُمْ بِقِرَاءَةِ هٰذَا الْمَوْجُوْدِ مِنَ الْقُرْاٰنِ فِي الصَّلٰوةِ وَغَيْرِهَا وَالْعَمَلِ بِأَحْكَامِهِ حَتّٰى يَظْهَرَ مَوْلَانَا صَاحِبُ الزَّمَانِ فَيُرْتَفَعُ هٰذَا الْقُرْاٰنُ مِنْ أَيْدِي النَّاسِ إِلَى السَّمَآءِ وَيُخْرَجُ الْقُرْاٰنُ الَّذِيْ أَلَّفَهُ أَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ فَيُقْرَأُ وَيُعْمَلُ بِأَحْكَامِهِ رَوَى الْكُلَيْنِيُّ بِإِسْنَادِهٖ إِلٰى سَالِمٍ مِنْ سَلَمَةَ قَالَ قَرَأَ رَجُلٌ عَلٰى أَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ وَأَنَا أَسْتَمِعُ حُرُوْفًا مِنَ الْقُرْاٰنِ لَيْسَ عَلٰى مَا يَقْرَأُهَا النَّاسُ فَقَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ مَهْ كُفَّ عَنْ هٰذِهِ الْقِرَاءَةِ وَاقْرَأْ كَمَا يَقْرَأُ النَّاسُ حَتّٰى يَقُوْمَ الْقَائِمُ فَإِذَا قَامَ قَرَأَ كِتَابَ اللّٰهِ عَلٰى حِدَةٍ وَأَخْرَجَ الْمُصْحَفَ الَّذِيْ كَتَبَهُ عَلِيٌّ وَفِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ أَنَّ عَلِيًّا لَمَّا فَرَغَ الْقُرْاٰنَ قَالَ لَهُمْ هٰذَا كِتَابُ اللّٰهِ تَعَالٰى كَمَا أَنْزَلَهُ اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ جَمَعْتُهُ بَيْنَ اللَّوْحَيْنِ فَقَالَ هُوَ ذَا عِنْدَنَا مُصْحَفٌ جَامِعٌ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ لَا حَاجَةَ لَنَا فِيْهِ فَقَالَ أَمَا وَاللّٰهِ مَا تَرَوْنَهُ بَعْدَ يَوْمِكُمْ هٰذَا أَبَدًا

إِنَّمَا كَانَ عَلَيَّ أَنْ أُخْبِرَكُمْ حِيْنَ جَمَعْتُهُ ۔

(انوار نعمانیہ ج ۲ ص ۳۶۰ مطبوعہ ایران طبع قدیم

مع عثمان و معاویہ بیان مصلحت

کتابت الوحی)

ترجمہ:-

اگر کوئی اعتراض کرے کہ اس قرآن کی تلاوت کیسے جائز ہے جبکہ اس میں تغیر و تبدل ہو چکا ہے؟ میں کہوں گا کہ احادیث میں آ چکا ہے۔ کہ اہل بیت نے اپنے شیعوں کو اس موجودہ قرآن کی زبانی تلاوت اور اس کے احکام پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور یہ حکم صاحب الزمان کے ظہور تک ہے جب وہ آئیں گے۔ تو موجودہ قرآن لوگوں کے ہاتھ سے آسمان کی طرف اٹھا لیا جائے گا۔ اور وہ قرآن لایا جائے گا۔ جسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تالیف کیا تھا۔ وہ اس کی تلاوت کریں گے۔ اور اس کے احکام پر عمل کریں گے۔

کلینی نے سالم بن سلمہ کی اسناد سے روایت کی۔ ایک آدمی نے میری موجودگی میں امام جعفر صادق کے سامنے قرآن کی کچھ ایسی آیات پڑھیں جو موجودہ قرآن میں نہیں تھیں۔ تو امام جعفر نے فرمایا چھوڑ دو۔ اور اس کو پڑھو جیسے دوسرے لوگ پڑھتے ہیں۔ حتی کہ امام قائم آئیں جب وہ آجائیں گے۔ تو صحیح کتاب اللہ پڑھیں گے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لکھا مصحف نکالیں گے۔ اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے مخالفین کو اپنا تالیف شدہ قرآن دیا اور کہا۔ کہ یہ اللہ کی کتاب اس ترتیب کے مطابق ہے۔ جس پر یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا گیا۔ میں نے اسے دو تختیوں میں جمع کر دیا ہے۔ کہ ان (عمر) نے کہا۔ ہمارے پاس مصحف ہے اس میں قرآن جمع ہے ہمیں تمہارے

مذکورہ عبارات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ اصل قرآن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جمع کیا جب اس جمع شدہ قرآن کو صحابہ کرام کے سامنے پیش کیا۔ تو انہوں نے انکار کر دیا۔ لہذا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس اصلی قرآن کو گم کر دیا۔

۲۔ امام غائب اس وقت سامرہ کے غار میں ہیں۔ اور سترہ ہزار آیات والا قرآن ان کے پاس ہے مصحف فاطمہ رضی اللہ عنہا ستر ہاتھ لمبا ہے۔ اور اس کے علاوہ چند صحیفے یہ سب امام قائم کے پاس ہیں۔

۳۔ جب تک امام قائم آل محمد وہ اصل قرآن جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تالیف کیا تھا۔ لے کر نہیں آتے۔ اس وقت تک موجودہ قرآن کی تلاوت اور اس کے احکام پر عمل جائز ہے۔

۴۔ جب حضرت قائم آل محمد اصلی قرآن لے کر آئیں گے۔ تو موجودہ قرآن جو عموماً مسلمانوں کی طرف اٹھ جائے گا۔ اس اصل قرآن کی امام غائب تلاوت بھی کریں گے۔ اور اس کے احکام نافذ بھی کریں گے۔

خلاصہ کلام:-

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب اپنا تالیف کردہ قرآن غائب کر دیا۔ اس وقت سے لے کر قائم آل محمد کے ظہور تک شیعوں کے پاس قرآن نہیں۔ اور جب سے گیا ہے ہم

انتقال کر گئے۔ اور بارہویں حضرت اسکے بعد سے چھپ گئے۔ اس وقت سے اب تک چھپے ہوئے امام کے ظہور تک ان کا کوئی امام نہیں۔ مختصر یہ کہ صدیوں سے نہ ان کے پاس قرآن اور نہ امام۔ اور نہ جانے کب تک اس محرومی میں رہیں گے۔ جب امام غائب حاضر ہوں گے تو قرآن لائیں گے اور نہ جانے کب امام کا حشر دیکھنا نصیب ہوگا۔ اور نہ اصل قرآن کی تلاوت نصیب۔ یہ نصیب جو ٹھہرے۔ یہ تو نصیب والوں کی بات ہے۔ کہ قرآن بھی ان کے پاس اور علماء اولیاء کی سرگردگی بھی موجود۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ

خلاصہ باب:۔

اس باب کی تیرہ فصلوں میں آپ نے جو کچھ پڑھا اور دوسرے ان لوگوں کی کتب کے حوالہ جات سے ہے اس سے آپ پر یہ بات بالکل واضح اور روز روشن کی طرح عیاں ہو چکی ہوگی۔ کہ ان بدطینت لوگوں نے نہ صحابہ کرام کو معاف کیا، نہ انہیں اس کے پیغمبروں کی عظمت و حرمت نظر آئی اور نہ ہی اہل بیت کی طہارت و پاکیزگی کا لحاظ رکھا گیا۔ اول آخر ان کے مذہب میں گستاخیاں بے باکیاں اور لن ترانیاں ان کی پائی گئیں۔ جو کسی دوسرے فرقہ میں شاذ و نادر ہی ہوں گی۔

ان تمام گستاخیوں اور من گھڑت روایات و واقعات کی بنیاد ”مسئلہ امامت“ ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک ”امامت“ کا ایسا مجید بالا مقام ہے۔ کہ اس کے مقابل اپنے خالق آ جائے یا مخلوق کی کوئی ہستی سب سے بچ نہیں سکتی۔ یہ سب کچھ آپ گزشتہ تیرہ فصلوں میں پڑھ چکے ہیں۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

ایک کتاب جسے قدرت نے شاہکار بنا دیا

عظمت اہلبیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جانشین محقق اسلام قاری علامہ محمد طیب نقشبندی مدظلہ العالی۔

☆ مصنف علام کی اس علمی کاوش نے امت میں انتشار و افتراق کی فضا کو ختم کر کے دائرہ محبت کے قریب لا کر کھڑا کیا ہے۔

☆ ایسی انوکھی تحریر کی مثال اس موضوع پر لکھی جانے والی تحریروں میں بہت کم ملے گی۔ جس کا فیصلہ قارئین ہی کر سکتے ہیں۔

☆ محبت اہل بیت اطہار کی آڑ میں واقعہ کربلا کے حوالے سے جو کم علم واعظین اہل بیت اطہار کے متعلق بے صبری' بے قراری جیسی جسارت کے مرتکب ہوئے انہیں میٹھے اور محبت بھرے انداز میں اس مقام کی نزاکت کا احساس دلایا۔

☆ اس قدر دلنشیں انداز جس موضوع کو شروع کریں اسے مکمل کیے بغیر دل کو قرار نہیں

☆ لمحہ بہ لمحہ تجسس بڑھتا جاتا ہے دل روشن اور منور ہوتا جاتا ہے۔

باب دوم
شیعوں پر
ائمہ اھل بیت کی
پھٹکار

بابِ دوم :

ائمہ اہلبیت کی شیعوں سے بیزاری

اور

ان کے حق میں بدعائیں

بدعا نمبر ۱:

حضرت علی نے اپنے شیعوں سے کہا خدا تمہارے چہروں کو

رسوا کرے اور تم بدبخت ہو جاؤ

نہج البلاغہ :-

الذَّلِيلُ وَاللَّهِ مَنْ نَصَرْتُمُوهُ وَمَنْ رُمِيَ بِكُمْ فَقَدْ
رُمِيَ بِأَفْوَقَ نَاصِلٍ إِنَّكُمْ وَاللَّهِ لَكَثِيرٌ فِي
الْبَاحَاتِ قَلِيلٌ تَحْتَ الرَّايَاتِ وَإِنِّي
لَعَالِمٌ بِمَا يُصْلِحُكُمْ وَيُقِيمُ أَوَدَكُمْ
وَلَكِنِّي لَا أَرَى إِصْلَاحَكُمْ بِإِفْسَادِ

نفسی اضرع اللہ خدودکم واتعس جدودکم لا تعرفون الحق کمعرفتکم الباطل ولا تبطلون الباطل کابطالکم الحق۔

(نہج البلاغہ خطبہ ۶۹ ص ۱۰۱ مطبوعہ بیروت)

(فی توبیخ بعض اصحابہ)

ترجمہ:۔

خدا کی قسم جس کی تم مدد اور نصرت کرو وہ ذلیل ہے۔ تم اسے لڑائی میں چھوڑ کر بھاگ جاؤ گے اور مغلوب ہو کر اسے شکست و ذلت نصیب ہو گی۔ اور جس شخص نے تمہیں دشمن کے مقابلہ کے لیے بھیجا اس نے ایک تیر بے پیکان چلایا۔ قسم خدا کی تم اپنے مکانوں کی فضا میں تو بہت جچتے ہو۔ مگر میدان میں علم کے نیچے تمہاری تعداد بہت ہی قلیل ہوتی ہے۔ بے شک میں اس چیز سے خوب واقف ہوں جو تمہارے فتنہ و فساد کی اصلاح کر سکتی ہے۔ تمہاری کجی کو سیدھا کر سکتی ہے۔ جابر اور ظالم بادشاہوں کی سیاستوں کا تمہارے ساتھ عمل درآمد ہو سکتا ہے۔ مگر میں اپنے نفس کو فاسد کر کے تمہاری اصلاح نہیں کیا چاہتا۔ خدا تمہارے چہروں کو ذلیل و رسوا کرے۔ تمہارے نصیب اور مقدر کو پست کر دے۔ تم حقیقت کو جانتے ہو۔ کیا تم حق کو اتنا بھی نہیں جانتے۔ جتنا کہ باطل کو پہچانتے ہو۔ کیا تم ابطال باطل میں اتنی کوشش نہیں کر سکتے جتنی کہ حق کو چھپانے کے لیے کوشش میں لاتے ہو۔

(نیرنگ فصاحت ص ۸۰ مطبوعہ دہلی)

لمحہ فکریہ:۔

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے شیعوں کی حقیقت کو کس طرح وضاحت سے

بیان فرمایا اور قسم کھا کر فرمایا۔ کہ میں سچ کہتا ہوں کہ تم بزدل و مقتول ہو۔ کیونکہ میدان جنگ میں آ کے چھوڑ کر بھاگ جانا تمہاری دیرینہ عادت ہے۔ تمہارے گھروں میں اگر لات ماری جائے تو ہر شخص رستم زماں تصور کرے گا۔ لیکن جب میدان جنگ میں نکلنے کا وقت آتا ہے۔ تو پیٹھ پھیر تے ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ اے شیعو! میرے ساتھ گھروں میں بیٹھ کر محبت و اطاعت کی باتیں ہوتی ہیں۔ اور جب میدان جنگ میں تمہاری محبت و اطاعت کا امتحان ہونے لگتا ہے۔ تو زرد گیرہ ہو جاتے ہو۔ تمہارے اس منافقانہ رویہ سے بیزار ہو کر اور تنگ آ کر اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں کو ذلیل و خوار اور تمہارے مقدر کو پست اور تمہیں بدبخت کرے۔

قارئین کرام! یہ تھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیزاری اور بددعا جو آپ نے اپنے شیعوں سے ظاہر فرمائی۔ چنانچہ اس کی قبولیت میں کیا شک ہو سکتا ہے۔

بددعا نمبر ۲

حضرت علی ایک غلام امیر معاویہ کے بدلے دس شیعہ فروخت کرنے پر تیار تھے

نہج البلاغہ:

لَوَدِدْتُ وَاللّٰهِ اَنَّ مُعَاوِيَةَ صَارَفَنِي
بِكُمْ صَرْفَ الدِّيْنَارِ بِالدِّرْهَمِ فَاَخَذَ
مِنِّي عَشَرَةً مِنْكُمْ وَاَعْطَانِي رَجُلًا مِنْهُمْ

يَا أَهْلَ الْكُوفَةِ مُنِيتُ مِنْكُمْ بِثَلَاثٍ وَ اثْنَتَيْنِ صُمٌّ
ذَوُو أَسْمَاعٍ وَ بُكْمٌ ذَوُو كَلَامٍ وَ عُمْيٌ
ذَوُو أَبْصَارٍ لَا أَحْرَارُ صِدْقٍ عِنْدَ اللِّقَاءِ وَ
لَا إِخْوَانُ ثِقَةٍ عِنْدَ الْبَلَاءِ تَرِبَتْ أَيْدِيكُمْ۔

(نہج البلاغہ خطبہ ۹۵ ص ۱۴۲ مطبوعہ بیروت
چھوٹا سائز)

ترجمہ:-

قسم خدا کی تمہارے ان افعال سے بیزار ہو کر میں اس بات کو دوست رکھتا ہوں۔ کہ معاویہ مجھ سے اس طرح سے تمہارا معاوضہ کرے کہ دینار طلائی کے عوض درہم نقرہ کے مجھے میسر ہوں اور دس نفر تم سے لے لے اور بدلے میں ایک مرد شامی میرے حوالے کرے۔ اے اہل کوفہ! تمہاری تین خصلتوں اور دو خصلتوں کے سبب سے تم پر مبتلا ہوا ہوں۔ حالانکہ تم صاحب گوش ہو گو امر حق کے سننے سے تمہارے کان بہرے ہیں کیا بات ہے کہ تمہاری زبان گنگ ہے۔ حالانکہ تم صاحب زبان ہو۔ تم دیکھتے ہو صاحب ابصار ہو۔ اندھے بنے ہوئے ہو۔ تم دوستوں کی ملاقات کے وقت مردان راست گو نہیں ہو اور نہ بلاؤں کے وقت موثق اور معتمد بھائی تمہارے ہاتھ خاک آلودہ ہو جائیں۔ تم ہمیشہ فقیر رہو۔

(نیرنگ فصاحت ص ۱۰۱ مطبوعہ [illegible])

لمحہ فکریہ:-

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جب اپنے شیعوں کی کذب بیانیاں اور بدعہدیاں دیکھ کر

تو اللہ کی قسم تم کٹ کر پٹ گئے۔

اے دو محبان علی! تمہارے دل کے بدلے میں مجھے اگر ایک شامی مل جائے اور امیر معاویہ یہ سودا مجھ سے کر لے۔ تو مجھے منظور ہے۔ کیونکہ اے شیعان علی! تم ہوتے ہوئے تمہارے کان حق سنتا، تمہاری آنکھیں حق دیکھتیں اور تمہارے ہاتھ حق کی خاطر اٹھنا گوارا نہیں کرتے۔ تم زندگی کے کسی موڑ پر قابل اعتماد اور دوستی کے لائق نہیں۔ تم پر ہرگز بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے تمہارے لیے میری دعا ہے۔ کہ تمہاری زندگی تنگ و تاریک ہو جائے اور اور تم تباہ و برباد ہو جاؤ گے۔ یہ بددعا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیزاری کی علامت ہے جو شیعوں کی کذب بیانی اور بدعملیوں سے پیدا ہوئی تھی۔

بددعا نمبر ۳:

حضرت علی نے شیعوں سے جدائی اور خلفاء راشدین سے جا ملنے کی دعا کی۔

نہج البلاغہ:

وَلَوَدِدْتُ أَنَّ اللهَ فَرَّقَ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ
وَأَلْحَقَنِي بِمَنْ هُوَ أَحَقُّ بِي مِنْكُمْ قَوْمٌ
وَاللهِ مَيَامِينُ الرَّأْيِ مَرَاجِيحُ الْحِلْمِ
مَقَاوِيلُ بِالْحَقِّ مَتَارِيكُ لِلْبَغْيِ مَضَوْا
قُدُماً عَلَى الطَّرِيقَةِ وَأَوْجَفُوا عَلَى

بد دعا فرمائی۔

اتباع حق سے بھاگنے کے سبب علی المرتضیٰ نے اپنے شیعوں

کو نافرمان گدھوں سے تشبیہ دی

احتجاج طبرسی:۔

أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا اسْتَنْفَرْتُكُمْ بِجِهَادِ هَؤُلَاءِ فَلَمْ تَنْفِرُوا وَأَسْمَعْتُكُمْ فَلَمْ تُجِيبُوا وَنَصَحْتُ لَكُمْ فَلَمْ تَقْبَلُوا شُهُودًا بِالْغَيْبِ أَتْلُو عَلَيْكُمُ الْحِكْمَةَ فَتُعْرِضُونَ عَنْهَا وَأَعِظُكُمْ بِالْمَوْعِظَةِ الْبَالِغَةِ فَتَتَفَرَّقُونَ عَنْهَا كَأَنَّكُمْ حُمُرٌ مُسْتَنْفِرَةٌ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ۔

(احتجاج طبرسی کا خطبہ [illegible] احتجاجہ
علیہ السلام علی قومہ وحثہ
لهم علی الجہاد حیث [illegible]
خیابانی طبع جدید [illegible])

ترجمہ:۔

لوگو! میں نے تمہیں جہاد پر نکلنے کو کہا لیکن تم تیار نہ ہوئے۔ تم کو دیکھا باتیں سنائیں۔ تم نے کوئی جواب نہ دیا۔ تم کو بلا تا تو نصیحتیں کیں لیکن تم نے ان کو قبول نہ کیا

نہ کیا۔ تمہیں واضح نصیحت کی۔ لیکن نافرمان گدھوں کی طرح بھاگتے نکلے۔ جیسا وہ
شیر سے ڈر کر بھاگتے ہیں۔

حاصل کلام :-

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب یہ دیکھا کہ کوفیوں (شیعان علی) کی ہمدردیاں ان کے عہد و پیمان اور قسمیں اٹھانا صرف زبانی جمع خرچ ہے۔ اور حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ لوگ نافرمان، بدعہد اور بد عادات ہیں۔ نیکیوں اور نصیحتوں سے یوں قدر دور بھاگتے ہیں۔ گویا وہ گدھے ہیں جس کے پیچھے شیر بھاگ رہا ہو۔ تو آپ نے ان شیعوں سے سخت نفرت کا اظہار کیا۔ ایسے کلمات خیر سے صاف صاف معلوم ہوگیا۔ کہ شیعان علی بد پروردہ، ناقابل اعتبار ہے ہیں۔

بد دعا علیہ :-

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا شیعو تم مجھے کذاب سمجھتے ہو اس لیے میں اللہ سے تم سے جدائی کی دعا کرتا ہوں

احتجاج طبرسی :-

یَا اَھْلَ کُوْفَةِ اُخْبِرُکُمْ بِمَا یَکُوْنُ قَبْلَ اَنْ یَکُوْنَ لِتَکُوْنُوْا مِنْهُ عَلٰی حَذَرٍ وَلِتُنْذِرُوْا بِهٖ مَنِ اتَّعَظَ وَاعْتَبَرَ کَاَنِّیْ بِکُمْ تَقُوْلُوْنَ اَنَّ عَلِیًّا یَکْذِبُ کَمَا قَالَتْ قُرَیْشٌ لِنَبِیِّهَا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

تَسْتَحِدُّ مَا بَيْنَ الرَّحْمَةِ مُتَّقِدِيْنَ فَيَا وَيْلَكُمْ فَعَلَىٰ مَنْ الْكَذِبُ عَلَى اللّٰهِ فَأَنَا أَوَّلُ مَنْ عَبَدَهُ وَوَحَّدَهُ ......

أَصْبَحْتُ لَا أَطْمَعُ فِي نَصْرِكُمْ وَلَا أُصَدِّقُ قَوْلَكُمْ فَرَّقَ اللّٰهُ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ۔

(احتجاج طبرسی قدیم مطبوعہ نجف ص ۱۴۲)

(احتجاج طبرسی مطبوعہ قم ص ۲۵۵ جلد اول)

بحوالہ توضیحہ (الخ)

ترجمہ:۔

اے اہل کوفہ! تم کو اس چیز کی خبر دیتا ہوں جو ابھی ہونے والی ہے تاکہ تم اس سے اپنا بچاؤ کر سکو۔ اور پھر اس آدمی کو جو نصیحت اور نصیحت حاصل کرنا چاہتا ہے ڈرا سکو۔ اور گویا کہ اس ڈرانے اور وعظ و نصیحت کرنے میں تمہارے ساتھ ہوں لیکن تم کہتے ہو کہ علی (رضی اللہ عنہ) جھوٹ بولتا ہے۔ جیسا کہ قریش نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہا تھا کہ جھوٹ بولتا ہے۔ وائے افسوس اے اہل کوفہ تمہارے لیے ہلاکت۔ پس میں کس پر جھوٹ بولوں گا۔ کیا میں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتا ہوں۔ حالانکہ میں اس کا سب سے پہلا آدمی ہوں کہ جس نے شریعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رو سے پہلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اس کو وحدہٗ لاشریک کہا یا اس کے رسول پر جھوٹ بولوں گا۔ حالانکہ سب سے پہلے میں ان کا اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی۔ اور اس کی مدد کی۔ میں نے اس حال میں صبح کی کہ نہ تو میں تمہاری مدد کی طمع کرتا ہوں۔ اور نہ تمہاری بات کی تصدیق کرتا ہوں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ میرے اور تمہارے درمیان تفرقہ ڈال دے۔

لمحۂ فکریہ:

اس خطبہ سے بالکل وضاحت سے یہ بات سامنے آگئی کہ ”شیعان علی“ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سخت نافرمان تھے۔ حتیٰ کہ آپ کو ”کذاب“ کہتے تھے۔ اسی باطل عقیدہ کی بنا پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے ہلاکت کی دعا کی۔ اور صاف صاف فرما دیا۔ مجھے تم منافقوں کی مدد کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ مجھے تمہاری بات پر یقین ہی نہیں۔ لہٰذا اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ میرے اور تمہارے درمیان جدائی ڈال دے۔ گویا حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سے بہت تنگ تھے۔ اور بد دعا تک کر بیٹھے۔

(وضاحت بروایا اصل الابصار)

بد دعا

حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا میری تمنا ہے کہ میرے اور شیعوں کے درمیان کوئی معرفت نہ ہو انہوں نے میرا دل جلا دیا ہے۔

احتجاج طبرسی:

وَاللّٰهِ لَوَدِدْتُ اَنَّ مُعَاوِيَةَ صَارَفَنِيْ بِكُمْ صَرْفَ الدِّيْنَارِ بِالدِّرْهَمِ فَاَخَذَ مِنِّيْ عَشَرَةً مِنْكُمْ وَاَعْطَانِيْ

وَاحِدًا مِنْهُمْ وَاللّٰهِ لَوَدِدْتُ اَنِّیْ لَمْ اَعْرِفْكُمْ وَلَمْ
تَعْرِفُوْنِیْ فَاِنَّهَا مَعْرِفَةٌ جَرَّتْ نَدَمًا لَقَدْ
وَرَيْتُمْ صَدْرِیْ غَيْظًا وَاَفْسَدْتُمْ عَلَیَّ اَمْرِیْ۔

(احتجاج طبرسی جلد اول صفحہ نمبر ۲۵۷
توبیخہ علیہ السلام اصحابہ
لتثاقلہم عن القتال)

ترجمہ

بخدا مجھے یہ بات پسند ہے۔ کہ امیر معاویہ مجھ سے درہم کے بدلے دینار سے سودا کرے یعنی مجھ سے دس کو لے کر ایک شامی دیدے قسم بخدا مجھے یہ بات پسند ہے۔ کہ کاش میں تم کو نہ پہچانتا اور نہ تم مجھ کو کیونکہ اس معرفت نے ذلت کو کھینچا ہے۔ واللہ تم نے میرے سینے میں غضب کو پیدا کیا ہے۔ اور میرے معاملہ کو تم نے نافرمانی اور ذلت کے ساتھ خراب کر دیا ہے۔

حاصل کلام:

اس خطبہ سے واضح ہوا کہ حضرت علی شیعوں کا منہ بھی نہیں دیکھنا چاہتے تھے کیونکہ انہوں نے بدعہدیوں اور مکاریوں سے آپ کا دل جلا کر رکھ دیا تھا۔

ھداھم اللہ

بددعا

شیعوں کی بدعہدی کے سبب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دعا کی اے اللہ پانی میں نمک کی طرح ان کے دل پگھلا دے۔

احتجاج طبرسی:

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ قَدْ مَلِلْتُهُمْ وَمَلُّوْنِيْ وَسَئِمْتُهُمْ وَسَئِمُوْنِيْ اَللّٰهُمَّ لَا تُرْضِ عَنْهُمْ أَمِيْرًا وَّلَا تُرْضِهِمْ عَنْ أَمِيْرٍ وَّأَمِثْ قُلُوْبَهُمْ كَمَا يُمَاثُ الْمِلْحُ بِالْمَاءِ أَمَا وَاللّٰهِ لَوْ أَجِدُ بُدًّا مِّنْ كَلَامِكُمْ وَمُرَاسَلَتِكُمْ مَا فَعَلْتُ۔

(احتجاج طبرسی جلد اول مطبوعہ نجف اشرف
ص۲۵۳ طبع جدید ۱۹۶۶ مقولہ
اصحابہ لتثاقلھم عن الجہاد)

ترجمہ:

اے اللہ میں نے شیعوں کو پریشان کیا اور انہوں نے مجھے پریشان کیا۔ میں نے ان کو دکھ دیا انہوں نے مجھے دکھ دیا۔ اور اے اللہ

دشمن کر ان سے کسی امیر کو بدل دے اور ان کو کسی امیر سے اور ان کے دلوں کو ایسا پگھلا دے کہ جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔ اللہ کی قسم! اگر میں نے تم سے کلام کرنے اور خط و کتابت کی گنجائش بھی پائی۔ تو پھر بھی نہ تم سے کلام کروں گا۔ اور نہ تم سے خط و کتابت کروں گا۔

حاصل کلام:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے شیعوں کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان کے حق میں اللہ تعالیٰ سے بددعا کی۔ یا اللہ ان کو اس طرح پگھلا کر تباہ و برباد کر جس طرح پانی نمک کو پگھلا دیتا ہے۔ اور اس کا نام و نشان باقی نہیں رہ جاتا۔ اس سے صاف عیاں ہے کہ سب جو شیعان علی، علی کے دشمن تھے۔ اور ان کے دل محبت علی سے خالی تھے بلکہ بغض علی سے بھرے ہوئے تھے۔ تو دوسروں کو ان سے کیا توقعات ہو سکتی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ضد میں آگئے تو یہ سب کچھ کیا جس پر آپ نے بددعا کی۔ اور صاف صاف کہہ دیا کہ میں نہ تمہیں منہ لگاؤں گا۔ اور نہ کوئی خط و کتابت تم سے ہوگی۔ ایک طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خطبہ اور دوسری طرف ان کے مذہب اہل بیت کے ٹھیکیدار انہی دکانوں کی شہرت نے تردید فرما دی۔ اور بتلا دیا کہ سب سے بڑے غدار اور کذاب یہی لوگ ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

بد دُعا

امام رضا نے فرمایا ہمارے شیعوں میں ہزار میں سے ایک بھی مخلص نہیں اگر ان کا امتحان لوں

تو سب مرتد ثابت ہوں

حلیۃ المتقین مع مجمع المعارف :

از حضرت امام رضا علیہ السلام مرویست کہ اگر من تمیز شیعہ را بکنم نیابم ایشان را مگر وصف کنندہ بزبان و اگر امتحان کنم نیابم مگر مرتد و اگر خلاصہ گردانم کنم ایشان را از ہزار یکی خالص نباشد۔ بنا بر آں مذکور شد بعضی گفتند کہ پس ما چگونہ با شیعہ علی ایستیم نیست شیعہ علی مگر کسیکہ فعل او تصدیق قول او نماید و در تفسیر امام حسن عسکری مرویست کہ مردی بخدمت رسول خدا آمد و گفت کہ فلانے شیعہ شما است کہ ہمسایہ را آزار میکند تا مرگ حضرت غضبناک شد و فرمود کہ او را کسی گفت یا رسول اللہ او از شیعہ شما است و دوستی شما و ولایت علی دارد و از دشمنان شما بیزاری میجوید۔ فرمود کہ آن شیعہ ما نیست پس تحقیق دروغ میگوید کہ او شیعہ ما است کسی است کہ متابعت کند ما را و اعمال ما را آنچہ ذکر کردیم از اعمال نیست۔ (حلیۃ المتقین مع مجمع المعارف ص مطبوعہ تہران دار نشر مسلم)

اجابت شما کردم و بہدایت و نصرت شما آمدم شمشیر کینہ بروے ما کشیدید

(ریاض الاحزان جلد دوم ص ۱۵۵ خطبہ
آنسوؤں دریا سے پادکوبہ مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ:

بروایت دیگر امام حسینؑ نے خطبہ فرمایا۔ میں اس خدا کی حمد کرتا ہوں جس نے دنیا کو پیدا کیا۔ اور دار فنا و نیستی بنایا۔ اور اہلیان دنیا کا تغیر احوال امتحان کیا واضح ہو کر فریب خوردہ وہی شخص ہے جس کو دنیا نے فریب دیا۔ اور بدبخت وہی ہے جو دنیا کا مفتون و گرویدہ ہوا۔ اے گروہ اشرار تم کو دنیا فریب نہ دے۔ تحقیق کہ دنیا اپنے امیدواروں کی امید کو قطع اور اپنے طمع کرنے والوں کو ناامید کرتی ہے۔ میں تم کو دیکھ رہا ہوں۔ کہ تم اس کام کے لیے جمع ہوئے ہو۔ کہ خدا کو تم نے اپنے اوپر خشمگین کیا ہے۔ اور اس کی رحمت سے محروم ہو گئے ہو۔ واضح ہو کہ ہمارا پروردگار نیکوکار ہے۔ اور تم اس کے خراب اور بدکار بندے ہو۔ پہلے تم نے اس کی فرمانبرداری کا اقرار کیا۔ اور بعد ازاں اس کے پیغمبرؐ پر ایمان لائے۔ اور اب آپ اس پیغمبر کی ذریت اور عترت کو قتل کرنے پر جمع ہو گئے ہو۔ شیطان تم پر غالب ہوا ہے۔ اور اس نے یاد خدا تمہارے دلوں سے محو کر دی ہے۔ تم پر اور تمہارے ارادے پر لعنت ہو۔ اے بیوفایان جفاکار۔ خدا کی قسم پیدا ہوئے ہو۔ تم نے ہنگام اضطراب و اضطرار اپنی مدد کو مجھے بلایا۔ اور جب میں نے تمہارا کہنا قبول کیا۔ اور تمہاری نصرت اور ہدایت کرنے کو آیا اس وقت تم نے شمشیر کینہ مجھ پر کھینچی۔

خلاصہ کلام:

میدان کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ نے جب ان بلانے والے کوفیوں (شیعوں) سے بدعہدی اور بے وفائی دیکھی۔ تو انہیں اتمام حجت کی خاطر خطاب کیا۔ اور انہیں ان کے سب خطوط اور وعدے یاد دلائے۔ جن کی بنا پر امام حسین کوفہ تشریف لائے۔ فرمایا۔ غدارو! تم نے ہمیں بلایا۔ اور جب ہم تمہارے بلاوے پر تمہاری مدد اور ہدایت کو آیا۔ تو اب تمہارا یہ سلوک ہے؟ خدا کی تم پر پھٹکار۔ اور تمہارے ارادوں پر اس کی لعنت۔ کیونکہ قاتلانِ اہل بیت جاں نثاران اہل بیت یعنی شیعہ تھے۔ جو شیعان علی کہلاتے تھے۔ اس لیے امام حسین نے ان پر لعنت بھیجی۔

(ناسخ التواریخ، جلاء العیون، کشف الغمہ، نور الابصار)

بددعا!

بازار کوفہ میں ماتم کرنے والے شیعوں کو سیّدہ زینب کا خطاب ہمیشہ جہنم میں رہو تمہیں ہمارے قاتل ہو

جلاء العیون:

بشیر بن حزیم اسدی گفتہ در آں وقت زینب خاتون دختر امیر المؤمنین

ترجمہ:

بشیر بن جزیم اسدی کہتا ہے۔ کہ اس وقت حضرت زینب دختر امیر المومنین
نے اشارہ کیا تو خاموشی ہو گئی۔ اس حالت اضطراب و شورش میں اس طرح کلام
کرتی تھیں۔ گویا امیر المومنین کلام فرماتے ہیں۔ آپ نے بعد حمد الٰہی و درود بر
محمد و آل بیت اخیار حضرت اظہار فرمایا اما بعد اے اہل کوفہ اے اہل مکر و
غدر و حیلہ تم ہم پر گریہ کرتے ہو۔ اور خود تم نے ہم کو قتل کیا ہے۔ ابھی تمہارے
ظلم سے ہمارا رونا موقوف نہیں ہوا۔ اور تمہارے ستم سے ہمارا فریاد و نالہ
ساکن نہیں ہوا۔ تمہاری مثل اس عورت کی ہے۔ جو اپنی رسی کو مضبوط بٹتی اور کھول
ڈالتی تھی۔ تم نے بھی اپنی ایمان کی رسی کو توڑا اور اپنے کفر کی طرف پھر گئے
تمہیں تمہارا دعوے مکر سوا کچھ حاصل اور ایک نفع باطل اور مانند خوشامد
کنیزان و عیب جوئی دشمنان۔ اور مثل سبزی ہے۔ جیسے کھاد کے گھورے پر
اگی ہو۔ یا برابر ہے۔ یا مثل تیرہ تار پر آرائش نقرہ کی گئی ہو۔ تم نے اپنے
آخرت کا ذخیرہ بہت خراب بھیجا۔ اور اپنے آپ کو ابدالآباد سزاوار
جہنم کیا۔ تم ہم پر گریہ و نالہ کرتے ہو۔ حالانکہ تم ہی نے ہم کو قتل کیا ہے
ہاں بے شک واللہ لازم ہے۔ کہ تم بہت گریہ کرو اور کم خندہ کرو۔ تم نے عیب و
عار ابدی خود خرید کیا۔ اس عار کا دھبہ کسی پانی سے تمہارے جامہ سے زائل
نہ ہوگا۔ جگر گوشہ ختم پیغمبران و سید جوانان بہشت کے قتل کرنے کا کس
چیز سے تدارک کر سکتے ہو۔ تم نے اس شخص کو قتل کیا جو تمہارے پیشواؤں
کا جائے پناہ اور تمہاری حجتوں کا درستی کرنے والا تھا۔ اور ہر مصیبت و
بلا میں تم اس سے پناہ چاہتے تھے۔ دین و شریعت کو اس سے اخذ کیا۔ تم
پراگندہ ہو۔ تم نے وہ گناہ کیا ہے رحمت خدا سے ناامید ہو گئے

اور گنہگار دنیا و آخرت ہو گئے مستحق غضب الٰہی ہو گئے اور اپنے لیے ذلت و خسران حاصل کیا تم پر وائے ہو! تم کیا جانتے ہو کہ کس جگر کو تم نے پارہ کیا ہے تم نے کس جگر گوشہ رسول کو قتل کیا اور کن پردہ گیان اہل بیت رسول کو بے پردہ کیا۔

(ترجمہ جلاء العیون جلد دوم ص ۔ مطبوعہ لاہور)

خلاصہ کلام:

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے کوفی شیعوں کو روتا پیٹتا دیکھ کر غضب میں آتے ہوئے کہا۔ غدارو! مکارو! قتل بھی کرو۔ اور پھر گریہ زاری بھی ہو۔ اللہ کرے۔ تم اس جرم کی سزا کے طور پر ہمیشہ ہمیشہ اپنی بد نصیبی اور بدبختی پر روتے رہو۔ ظالمو! تم نے جگر گوشہ رسول کو قتل کیا۔ نوجوانان جنت کے سردار کا خون بہایا۔ اور اہل بیت کی مستورات کو بے پردہ کیا۔ سنئیے دیا لو! اللہ کی لعنت تم پر اور تمہارے کرتوتوں پر۔ اور تم ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہو۔

بد دعا:

فاطمہ بنت حسین نے ماتمی شیعوں کے حق میں کہا

تم ہی ہمارے قاتل ہو تمہارے چہروں پر خاک

جلاء العیون:

از بعد از آن اہل کوفہ رو بایشان کرد فاطمہ صغریٰ از اہل بیت رسالت

ذلت ابد تمہارے منہ پر تف

بددعا ۲:

بازار کوفہ میں ماتمی شیعوں سے سیدہ ام کلثوم نے کہا

اے قاتلان حسین تمہارے منہ سیاہ اور آخرت خراب ہو

جلاء العیون:

پس ام کلثوم دختر دیگر حضرت سیدۃ النساء صدا بگریہ کرد و گفت ای اہل کوفہ بد حال
گردید حاضر گردید ای اہل کوفہ بد ا بحال شما و تا خوش باد و روی ہائی شما سیاہ باد بچہ سبب برادرم
حسین را خوار کردید و یاری او نکردید و او را قتل کردید و اموال او را غارت کردید
و پردگیان حرم او را اسیر کردید وای بر شما لعنت بر شما باد ہیچ میدانید
کہ چہ کردید و چہ گناہان و اوزار بر پشت خود بار کردید و چہ خونہا ریختید
و چہ دختران محترم را [illegible] کردید و چہ مالہا کہ غارت کردید و بہ بیگانگی کشتید
بہترین خلق را بعد از حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

(جلاء العیون جلد دوم ص ۵۰۵،۵۰۴
مطبوعہ تہران طبع جدید مذکور خطبہ حضرت
ام کلثوم در کوفہ)

بد دعا:

امام رضا نے اپنی روایات کے مشہور شیعہ راویوں پر کذب بیانی کے سبب لعنت کی۔

رجال کشی:

وَ اَبِیْ یَحْیَی الْوَاسِطِیْ قَالَ قَالَ اَبُوالْحَسَنِ الرِّضَا عَلَیْہِ السَّلَامُ کَانَ بَنَانٌ یَکْذِبُ عَلٰی عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَاَذَاقَہُ اللّٰہُ حَرَّ الْحَدِیْدِ وَ کَانَ مُغِیْرَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ یَکْذِبُ عَلٰی اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَاَذَاقَہُ اللّٰہُ حَرَّ الْحَدِیْدِ وَ کَانَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشِیْرٍ یَکْذِبُ عَلٰی اَبِی الْحَسَنِ مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ فَاَذَاقَہُ اللّٰہُ حَرَّ الْحَدِیْدِ وَ کَانَ اَبُوالْخَطَّابِ یَکْذِبُ عَلٰی اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَاَذَاقَہُ اللّٰہُ حَرَّ الْحَدِیْدِ وَ الَّذِیْ یَکْذِبُ عَلَیَّ مُحَمَّدُ بْنُ فُرَاتٍ۔

(رجال کشی صفحہ نمبر ۲۵۷ مطبوعہ کربلا
تذکرہ ابوالخطاب)

ترجمہ:

ابو یحییٰ واسطی نے کہا۔ کہ امام رضا نے فرمایا۔ بنان، علی بن حسین پر اتہام کرتا تھا۔ مغیرہ بن سعید، ابوجعفر رضی اللہ عنہ پر اتہام کرتا تھا۔ اور محمد بن بشیر امام موسیٰ کاظم پر اتہام کرتا تھا۔ اور ابوالخطاب، امام جعفر صادق پر اتہام اور محمد بن فرات کی بھی تکذیب کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان سب تکذیب کرنے والوں کو گرم لوہے کا عذاب چکھائے۔

شیعہ لوگوں کے مذہب کے معتبر راوی اور ان پر امام رضا کی لعنت

بنان، مغیرہ بن سعید، محمد بن بشیر اور ابوالخطاب شیعہ حضرات کے معتبر راویوں میں سے ہیں۔ اکثر و بیشتر صحاح اربعہ کی روایات کے یہی راوی ہیں۔ جب ان قابل اعتماد راویوں کے بارے میں حضرت امام رضا رضی اللہ عنہ نے اس قدر سخت بددعا کی۔ اور کہا اللہ ان کو دوزخ میں لوہے کا گرم عذاب دے۔

تو ان کی روایات کا کیا مقام ہوگا۔ پھر جن کتابوں میں ان مذکورین کی روایات مذکور ہیں۔ وہ کس حد تک کی کتب شمار ہو سکتی ہیں۔ ہم پچھلے باب میں انہی سے روایت کردہ ان الفاظ کو ذکر کر چکے ہیں۔ جن میں سے ائمہ اہل بیت کی گستاخیاں ثابت ہوتی ہیں اب آپ ہماری بات کی تصدیق کر دیں گے۔ کہ مذکورہ عبارات جن ائمہ کی طرف ان راویوں نے منسوب کیں۔ وہ تہمت تھی۔ گستاخی تھی۔ بہتان تھا۔ افترا تھا۔ اور انہیں بدنام کرنے کی مذموم سعی تھی۔

بددعا ۱۲

امام باقر نے اپنے باپ کے راویوں پر ان کی دروغ گوئی کی وجہ سے لعنت کی

رجال کشی:

عَنِ ابْنِ بُكَيْرٍ عَنْ زُرَارَةَ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ لَعَنَ اللَّهُ بَنَانَ الْبَيَانِ وَإِنَّ بَنَانًا لَعَنَهُ اللَّهُ كَانَ يَكْذِبُ عَلَى أَبِي أَشْهَدُ أَنَّ أَبِي عَلِيَّ بْنَ حُسَيْنٍ كَانَ عَبْدًا صَالِحًا۔

(رجال کشی صفحہ نمبر ۲۵۵ مطبوعہ کربلا
تذکرہ ابوالخطاب)

ترجمہ:

ابی بکیر زرارہ سے روایت کرتا ہے کہ امام باقر رضی اللہ عنہ کو فرماتے میں نے سنا۔ اللہ تعالیٰ بنان البیان پر لعنت کرے کیونکہ بنان ملعون میرے والد زین العابدین پر جھوٹ باندھا کرتا تھا، حالانکہ میرے والد ایک نیک آدمی تھے۔

رجال کشی:

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى عَنْ يُونُسَ عَنْ مِسْمَعِ كُرْدِينٍ أَبِي سَيَّارٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ لَعَنَ اللهُ بُرَيْدًا لَعَنَ اللهُ زُرَارَةَ۔

(رجال کشی ص ۱۴۳ مطبوعہ کربلا تذکرہ زرارۃ بن اعین۔

ترجمہ:

(بحذف اسناد) ابی سیار سے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے۔ بریدا ور زرارہ پر اللہ کی لعنت ہو۔

رجال کشی:

حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ الْكُلَيْبِ الْأَسَدِيُّ عَنْ أَبِيهِ كُلَيْبِ الصَّيْدَاوِيِّ أَنَّهُمْ كَانُوا جُلُوسًا وَمَعَهُمْ عَزَافِرُ الصَّيْرَفِيُّ وَعِدَّةٌ مِنْ أَصْحَابِهِمْ مَعَهُمْ أَبُو عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ فَابْتَدَأَ أَبُو عَبْدِ اللهِ مِنْ غَيْرِ ذِكْرٍ لِزُرَارَةَ فَقَالَ لَعَنَ اللهُ زُرَارَةَ لَعَنَ اللهُ زُرَارَةَ لَعَنَ اللهُ زُرَارَةَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔

(رجال کشی صفحہ نمبر ۱۴۵ مطبوعہ کربلا۔
تذکرہ زرارہ)

توضیحات:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے متعلق حسن بن کلیب لکھتا ہے۔ کچھ لوگ آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ تو آپ نے اپنا کلام زرارہ پر بایں الفاظ کے کہنے سے شروع کیا۔ اللہ زرارہ پر لعنت کرے۔

مقام غور:

ان تین حوالہ جات سے یہ بات ثابت ہوئی کہ خود آئمہ اہل بیت نے تین شخصوں (ابان، زرارہ اور برید) پر اللہ کی پھٹکار اور اس کی لعنت بھیجی۔ ان جلیل القدر آئمہ اہل بیت کا کسی پر ان الفاظ کی لعنت بھیجنا کوئی معمولی واقعہ نہیں۔ اس لیے معلوم ہوتا ہے۔
کہ یہ تین شخص ایسے جرم کے مرتکب پائے گئے۔ جس کی بنا پر آئمہ اہل بیت کی زبان سے ان کے لیے بار بار لعنت خدا صادر ہوئی۔ اور ایک عام پڑھا لکھا آدمی جانتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی پر لعنت کرنے کے بارے میں فرمایا۔ اگر وہ اس کا مستحق ہو تو ٹھیک ورنہ لعنت کرنے والے پر وہ لعنت لوٹ آئے گی۔ تو یہاں معاملہ عام آدمی کا نہیں۔ بلکہ اہل بیت کے جلیل القدر آئمہ کا ہے۔ وہ ان تینوں کے کرتوتوں سے بخوبی واقف تھے۔ جن کی بنا پر انہوں نے ان پر اللہ کی لعنت بھیجی۔ تو آئمہ اہل بیت کا ان پر لعن کرنا ثابت کرتا ہے یہ تینوں مسلمان ہی نہ تھے کیونکہ کسی مسلمان پر لعنت کرنا قطعاً جائز نہیں۔ لہٰذا ان تینوں مسلموں سے جتنی روایات آئی ہیں۔ وہ مردود اور نامقبول ہیں۔
ایک طرف آئمہ اہل بیت ان پر بار بار لعنت بھیجیں۔ اور دوسری طرف اسی کتاب (رجال کشی) میں ان کی مدح سرائی یوں کی گئی ہے۔

شیعوں کے نزدیک مذکورہ بالا راویان دین اسلام کے امین اور آثار نبوت کے نگہدار ہیں۔

رجال کشی:

بُرَیْدُ بْنُ مُعَاوِیَةَ الْعِجْلِیُّ وَاَبُوْ بَصِیْرٍ لَیْثُ بْنُ الْبَخْتَرِیِّ الْمُرَادِیُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ وَزُرَارَةُ اَرْبَعَةٌ نُجَبَاءُ اُمَنَاءُ اللّٰہِ عَلٰی حَلَالِہٖ وَحَرَامِہٖ لَوْلَا ھٰؤُلَاءِ انْقَطَعَتْ اٰثَارُ النُّبُوَّةِ وَانْدَرَسَتْ ۔

(رجال کشی ص ۱۵۲ مطبوعہ کربلا، ابو بصیر
لیث بن البختری المرادی)

ترجمہ:

بریدہ بن معاویہ العجلی، ابو بصیر لیث بن البختری المرادی، محمد بن مسلم اور زرارہ یہ چاروں (نجیب) اللہ تعالیٰ کے حرام و حلال کے امین ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتے تو نبوت کے نشانات منقطع ہو جاتے۔ اور مندرس ہو جاتے۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ ان چاروں کی برکت سے نبوت کے آثار و علامات موجود ہیں اور اللہ کے حرام و حلال کا وجود ان کے وجود کا مرہون منت ہے۔ اور یہ چاروں خود کس درجہ کے بزرگ تھے، اور یہ پیشوا مذہب شیعہ ہیں؟ آپ ابھی اسی کتاب کے حوالہ سے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا کلام پڑھ

چکے ہیں۔ کہ ان کے نزدیک یہ پرلے درجے کے فاسق اور کذاب ہیں۔ لہٰذا ان پر اور ان کی روایات مردود ٹھہریں۔ تو ان کی بدولت جو نبوت کے آثار تھے وہ بھی ختم ہو گئے۔ تو شیعہ کے پاس باقی کیا رہ گیا۔ قرآن تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چھپا دیا۔ آگے امام غائب۔ سے کر آئیں گے گر آئیں گے۔ محبت اہل بیت وہ تو خود اہل بیت نے مسترد کر دیا۔ فی الحال امام ان کے پاس نہیں اور اسلام کی نفی ان سے حضرات اہل بیت نے کر دی۔

شیعہ صحاح اربعہ کے رواۃ کی اپنے آئمہ پر

بد اعتمادی

رجال کشی:

حَدَّثَنِي أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ قُولَوَيْهِ قَالَ
حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي الْقَاسِمِ أَبُو عَبْدِ اللهِ الْمَعْرُوفُ
بِمَاجِيلَوَيْهِ عَنْ زِيَادِ بْنِ أَبِي الْحَلَّالِ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي
عَبْدِ اللهِ (ع) إِنَّ زُرَارَةَ رَوَى عَنْكَ فِي الْاِسْتِطَاعَةِ
شَيْئًا فَقَبِلْنَا مِنْهُ وَصَدَّقْنَاهُ وَقَدْ أَحْبَبْتُ أَنْ أَعْرِضَهُ
عَلَيْكَ فَقَالَ هَاتِهِ فَقُلْتُ يَزْعُمُ أَنَّهُ سَأَلَكَ
عَنْ قَوْلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ (وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ
حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا) فَقُلْتَ
مَنْ مَلَكَ زَادًا وَرَاحِلَةً فَقَالَ كُلُّ مَنْ
مَلَكَ زَادًا وَرَاحِلَةً فَهُوَ مُسْتَطِيعٌ لِلْحَجِّ

وَاِنْ لَمْ يَحُجَّ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ لَيْسَ
هٰكَذَا سَأَلَنِيْ وَلَا هٰكَذَا قُلْتُ فَقُلْتُ
كَذَبَ عَلَيَّ وَاللهِ كَذَبَ عَلَيَّ وَاللهِ لَعَنَ
اللهُ زُرَارَةَ لَعَنَ اللهُ زُرَارَةَ اِنَّمَا قَالَ
لِيْ مَنْ كَانَ لَهٗ زَادٌ وَّرَاحِلَةٌ فَهُوَ مُسْتَطِيْعٌ
لِلْحَجِّ قُلْتُ قَدْ وَجَبَ عَلَيْهِ قَالَ فَمُسْتَطِيْعٌ
هُوَ فَقُلْتُ لَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَهٗ قُلْتُ فَاُخْبِرُ
زُرَارَةَ بِذٰلِكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ زِيَادٌ
فَقَدِمْتُ الْكُوْفَةَ فَلَقِيْتُ زُرَارَةَ
فَاَخْبَرْتُهٗ بِمَا قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللهِ وَ
سَكَتُّ عَنْ لَعْنِهٖ قَالَ اَمَا اِنَّهٗ
قَدْ اَعْطَانِي الْاِسْتِطَاعَةَ مِنْ حَيْثُ
لَا يَعْلَمُ وَصَاحِبُكُمْ هٰذَا لَيْسَ لَهٗ بَصَرٌ
بِكَلَامِ الرِّجَالِ۔

(رجال کشی ۱۴۳ ـ ۱۴۴ مطبوعہ کربلا
تذکرہ زرارہ)۔

ترجمہ:

زیاد بن ابی حلال سے مذکور ہے میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا
آپ سے زرارہ نے جو استطاعت کے متعلق کچھ بیان کیا ہے تو ہم
نے اسے قبول بھی کیا۔ اور اس کی تصدیق بھی کی۔ میں چاہتا ہوں کہ

وہ مسئلہ آپ کے روبرو پیش کروں۔ فرمایا۔ پیش کرو۔ میں نے کہا۔ زرارہ کا بیان ہے۔ کہ اس نے آپ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں سوال کیا۔ "اور لوگوں پر اللہ کے لیے بیت اللہ کا حج ہے۔ جو اس میں استطاعت رکھیں۔" تو آپ نے اسے فرمایا۔ کہ جو شخص سفر خرچ اور سواری کا مالک ہو۔ تو اس نے آپ سے پوچھا۔ ہر وہ شخص جو سفر خرچ اور سواری کا مالک ہو۔ وہ حج کی استطاعت رکھنے والا ہے۔ اگرچہ اس نے حج نہ کیا ہو تو آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ یہ سن کر امام جعفر صادق فرمانے لگے۔ نہ اس طرح اس نے مجھ سے سوال کیا۔ اور نہ ایسا میں نے اس کو جواب دیا۔ اس نے مجھ پر جھوٹ گھڑا۔ اللہ کی اس پر لعنت۔ لیکن مرتبہ آپ نے یہ الفاظ کہے کہ زرارہ نے مجھ سے یوں سوال کیا تھا۔ کہ وہ آدمی جس کے پاس زاد و راحلہ ہو۔ وہ حج کا مستطیع ہے۔ تو میں نے کہا اس پر حج واجب ہے۔ اس نے کہا۔ پھر وہ مستطیع ہوا؟ میں نے کہا۔ جب تک اس کو اجازت نہ ملے۔ وہ مستطیع نہیں کہلا سکتا۔

راوی کہتا ہے۔ میں نے امام موصوف سے عرض کی۔ کہ میں زرارہ کو اس کی خبر کر دوں؟ آپ نے فرمایا۔ ضرور۔ راوی (فضیل) کہتا ہے۔ کہ میں کوفہ گیا۔ اور زرارہ سے ملاقات ہو گئی۔ میں نے اس سے امام جعفر صادق کے ارشاد اور لعنت کا تذکرہ کیا۔ زرارہ لعنت کے جواب میں تو خاموش رہا۔ کہنے لگا کہ لیکن وہ مستطیع ہو، ہونے کی خبر انہوں نے نہیں دی ہے۔ یہ وہ نہیں جانتے۔ تمہارا یہ صاحب (امام جعفر صادق) لوگوں کے کلام کی بصیرت نہیں رکھتا۔

لمحہ فکریہ!

اس روایت سے یہ نتیجہ نکلا کہ شیعہ حضرات کی صحاح اربعہ کے رواۃ کو اپنے ائمہ پر اعتماد نہیں۔ اور نہ ہی انہیں صاحب بصیرت سمجھتے ہیں۔ تو ائمہ اہل بیت کی معصومیت تو بہت دور کی بات ہے۔ زرارہ جیسے مجتہد انہیں لوگوں کا کلام سمجھنے کی بصیرت سے محروم گردانتے ہیں۔

امام جعفر رضی اللہ عنہ معتقین کو کہیں نادان کہیں کذاب کہیں بے ایمان کہیں کم فہم و معاذ اللہ جبکہ شیعہ حضرات نتیجے میں پڑ کر زرارہ جیسے راوی کے وجود کو علامات نبوت کا ایک جز دیں اور خدا کے حلال و حرام کا قلعہ بتائیں۔ آج قارئین حضرات اب آپ فیصلہ کریں۔ کہ شیعہ لوگوں کے مذہب کی حقیقت کیا ہے۔

شعر

گر امیر سگ وزیر و موش را دیوان کنند

ایں چنیں ارکان دولت ملک را ویران کنند

محقق اسلام کے حضور حسان پاکستان محمد علی ظہوری کا نذرانۂ عقیدت

وہ حضرت محمد علی نقشبندی
جو حسن شریعت کی اک داستاں تھے
یہ شیرازیہ جامعہ دینی مرکز
وہ بانی تھے اور اس کے روح رواں تھے
محقق، محدث، مقرر، مصنف
ہمہ پہلو علم و عمل کا نشاں تھے
زبان و قلم وقف تبلیغ جن کے
رہے دین فطرت پہ ہر دم رواں تھے
نقیب اپنے مسلک کی حقانیت کے
عقائد کے بے باک وہ ترجماں تھے
سدا ان پہ برسے گی رحمت خدا کی
کہ وہ واصف سرور دو جہاں تھے
ظہوری ہے زندہ سدا یاد ان کی
رہے قبر بھی شاد و آباد ان کی

محمد علی ظہوری قصوری

باب سوم
بحث بناتِ رسول اللہ
صلی اللہ
علیہ وسلم

باب سوم

فصل اول

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چار حقیقی صاحبزادیاں تھیں۔

قرآن کریم اور شیعہ کتب تفسیر و حدیث سے

ٹھوس دلائل

یوں تو ہم نے تحفہ جعفریہ جلد دوم میں عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے
رشتہ داریوں کی بحث میں مسئلہ بنات رسول کی مختصر تشریح کر آئے ہیں لیکن مسئلہ کی
دینی حیثیت کے پیش نظر اس امر کی ضرورت تھی کہ اسے مستقل طور پر تفصیل کے ساتھ علیحدہ
ذکر کیا جائے کیونکہ یہ مسئلہ شیعہ سنی اختلافات میں ایک اہم بنیادی نزاعی مسئلہ ہے۔
اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چار حقیقی صاحبزادیاں حضرت خدیجہ
رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھیں جن میں سے دو صاحبزادیاں رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما
کی شادی یکے بعد دیگرے عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ چونکہ شیعوں کو عثمان
غنی رضی اللہ عنہ سے خدا واسطے کا عناد اور بغض ہے۔ اس لیے انہوں نے یہ عقیدہ اپنا لیا۔
کہ معاذ اللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سوا کوئی اور

تھی بھی نہیں۔ اور تاریخ و حدیث میں جو آپ کی چار صاحبزادیاں لکھی ہیں وہ در اصل حضرت خدیجہ رضی کے پہلے شوہروں سے تھیں اور یوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت میں آگئی تھیں

چونکہ شیعوں کا یہ عقیدہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بڑی گستاخی ہے اس لیے زیر نظر کتاب عقائد جعفریہ میں ہم اس بحث کو لا رہے ہیں۔ چنانچہ ہم اپنے دلائل بھی ذکر کریں گے۔ اور ان پر وارد کیے گئے شبہات کا ازالہ بھی

عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک سے زائد صاحبزادیاں تھیں۔ اس پر قرآن کی شہادت

سورۃ الاحزاب:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا۔

(سورۃ الاحزاب آیت ۵۹)

ترجمہ از مقبول شیعہ:

اے نبی تم اپنی ازواج سے اور اپنی بیٹیوں سے اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی چادروں سے گھونگھٹ نکال لیا کریں۔ اس سے قریب عقل ہے کہ وہ پہچانی جائیں اور ستائی نہ جائیں اور اللہ بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

آیت مذکورہ بالا میں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیوں کے لیے، وبناتک کا لفظ ذکر فرمایا۔ جو لفظ بنت کی جمع ہے۔ اور جمع کا اطلاق کم از کم تین پر ہوتا ہے۔ زیادہ کی حد بندی نہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کی تعداد کم از کم تین ضرور تھی۔ جو اس آیت کریمہ کے نزول کے وقت پردہ کے

احکام کی مناسبت بن رہی ہیں۔ اس صورت ارشاد باری تعالیٰ کا تقاضا یہ ہے کہ صرف ایک بیٹی کا اعتقاد رکھا جائے۔ ورنہ قرآنی صراحت کی تکذیب لازم آئے گی۔ جیسا کہ اہل تشیع اس کے مرتکب ہوئے ہیں۔

شیعہ ملاؤں کی لفظ "بنات" کے متعلق لایعنی جرح

اور بے اصل استدلال۔

اہل تشیع کے دو مشہور "مجتہد" اور "قابل فخر مبلغ و مناظر" غلام حسین نجفی اور اسماعیل گوجروی کی آیت کریمہ کے مذکورہ لفظ پر کی گئی جرح لفظ بلفظ درج ذیل ہے۔

قول مقبول:۔

جنگ احزاب تقریباً ۵ھ ہجری کا واقعہ ہے۔ اور سورۃ احزاب بھی اسی وقت نازل ہوئی ہے۔ اور اسی سورۃ کی آیت قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ سے سنی بھائی دلیل لاتے ہیں۔ کہ بنات جمع کا لفظ ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور کی تین بیٹیاں اور بھی تھیں ہم عرض کرتے ہیں۔ کہ آیت پردہ بھی ۵ھ میں نازل ہوئی ہے۔ پس وہ لڑکیاں پردے کے حکم کو سننے کے لیے تو زندہ تھیں۔ اور جیسا کہ [illegible] کے لیے مردہ تھیں۔ یہ باریک بات کاش کوئی سنی جناب عثمان غنی کے صدقے میں ہمیں سمجھا دیتے۔

(قول مقبول ص ۱۲۱ تصنیف
غلام حسین نجفی)

قول مقبول :-

سورہ احزاب کی پیا سٹھ کی آیت کا بورڈ بنوا کر ان لڑکیوں کی قبر پر لگوا دیا گیا کیونکہ آیت ان کی وفات کے بعد نازل ہوئی

(قول مقبول ص ۲۲۶ تصنیف غلام حسین نجفی)

فتوحات شیعہ :-

مبلغ اعظم نے فرمایا۔ یہ کوئی دلیل نہیں سوال تو یہ ہے آیت کب نازل ہوئی۔ پردہ کا حکم کب دیا گیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ کی تعمیل جناب زینب وام کلثوم سے کب کرائی۔ کیا وہ اس وقت زندہ تھیں؟

(فتوحات شیعہ ص ۱۹۵ از اشاعت ششم
محمد اسماعیل گوجروی)

اس استدلال اور بے اصل جرح کا خلاصہ

ملا نجفی اور اسماعیل گوجروی کی عبارات سے ثابت ہوا کہ

۱۔ سورہ احزاب سنہ ۵ ہجری میں نازل ہوئی۔
۲۔ اس سن ہجری تک آپ کی صرف ایک بیٹی زندہ تھی۔
۳۔ لہٰذا لفظ بنات سے ایک سے زائد بیٹیاں ثابت کرنا درست نہیں کیونکہ بوقت نزول صرف ایک سے زائد تھیں ہی نہیں۔ اور ان کو پردہ کے احکام کی ان سے تعمیل کرائی گئی۔

لہٰذا اگر اس آیت کا مصداق ایک سے زائد بیٹیاں نہیں بنتی ہیں۔ تو پھر اس کی

مثلاً قبروں میں مدفون ہونے کی وجہ سے یہ آیت ان کی قبر پر لکھ کر لگا دی جائے۔

یہ تینوں امور دونوں ملاؤں کے مشترکہ تھے۔ ملا جی کی ایک نرالی منطق بھی ہے۔ وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اب تو بیٹیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سے زائد لڑکیوں کو مردہ ثابت کر دیا۔ اور آیت حجاب کے وقت زندہ کر دیا۔ حالانکہ دونوں واقعات ایک ہی سال کے ہیں۔ کاش کہ ملا جی اس باریکی کو سمجھتے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ لفظ "بنات" سے آپ کی حقیقی صاحبزادیاں نہیں۔ کیونکہ وہ اس وقت زندہ تھی ہی نہیں۔ بلکہ اس سے مراد آپ کی امت کی بیٹیاں ہیں۔ دوسری مثال یہ ہے کہ آپ کی ایک حقیقی بیٹی سیدہ خاتون جنت کے لیے بطور تعظیم جمع کا لفظ بولا گیا۔ اور ایسا کلام عرب میں بہت سے ملتا ہے۔

جواب:-

لفظ بنات والی آیت ۵ھ میں اتری ہے اس وقت تین بنات رسول زندہ تھیں

ان دونوں مولویوں کو بخوبی علم ہے کہ آیت حجاب کس سال نازل ہوئی اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کا وصال کس سال ہوا۔ کیونکہ اہل سنت اور اہل تشیع دونوں کا اس پر اتفاق ہے کہ آیت حجاب سورۃ احزاب کی ایک آیت ہے جو ۵ھ ہجری بوقت ولیمہ حضرت سیدہ زینب ام المومنین رضی اللہ عنہا نازل ہوئی۔ اور آپ کی ایک صاحبزادی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا وصال ۲ھ کو ہوا۔ جب غزوہ بدر سے واپسی ہوئی۔ سیدہ زینب کا وصال ۸ھ میں

ہوتا ہے۔ گویا نزول آیت کے وقت سیدہ زینب علاوہ گویا صاحبزادیاں ماسوا سیدہ زینب کے سبھی زندہ تھیں۔ ان تینوں صاحبزادیوں کا نزول آیت حجاب کے وقت موجود ہونا خود شیعہ کتب اس کی تصدیق کرتی ہیں۔

منہج الصادقین :-

(ترجمہ) جب سیدہ زینب کے ولیمہ سے فارغ ہو کر لوگ گفتگو میں مشغول ہو گئے۔ تو سیدہ زینب ام المؤمنین ایک دیوار کی طرف منہ کر کے بیٹھ گئیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے مجالست فرمائیں۔ تو ان لوگوں کی گفتگو اور ان کی مجلس آپ کے لیے مانع واقع ہوئی۔ آپ اٹھ کر مجلس سے باہر چلے۔ آپ کے ساتھ اکثر لوگ بھی چلے گئے۔ لیکن تین آدمی وہاں ہی گفتگو میں مشغول رہے۔ اور جب آپ واپس تشریف لائے۔ تو پھر بھی یہ کافی دیر تک گفتگو میں مشغول رہے اور پھر چلے گئے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب سیدہ زینب کے پاس آئے۔ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے آنا چاہا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اور انس کے درمیان پردہ ڈال دیا۔ اس پر آیت حجاب نازل ہوئی۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد نمبر ۷ زیر آیت مذکورہ)

لہذا معلوم ہوا کہ آیت حجاب اس وقت نازل ہوئی جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی دعوت ولیمہ تھی۔ اور ولیمہ چونکہ شادی کے بعد فوراً ہوتا ہے۔ اس لیے سیدہ زینب کی شادی کا سال تلاش کرنا پڑے گا۔ تو عقد زینب رضی اللہ عنہا

کے بارے میں کتب اہل تشیع یہ کہہ رہی ہے۔

منتخب التواریخ:

در سال پنجم از ہجرت مقدسہ آں بزرگوار زینب بنت جحش بن رباب را تزویج نمود و آں زن دختر عمہ آنحضرت و ہمشیرہ جناب عبد اللہ بن جحش باشد و در آں سال آیہ شریفہ حجاب نازل شد۔ و در آں سال غزوۂ خندق واقع شد و کہ او را غزوۂ احزاب ہم میگفتند۔

(منتخب التواریخ ص ۵۲ باب اوّل
در ذکر غزوۂ احزاب مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

ہجرت کے پانچواں سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ زینب بنت جحش سے شادی کی۔ یہ جناب عبد اللہ بن جحش کی ہمشیرہ تھیں اور اسی سال آیت حجاب بھی نازل ہوئی۔ اور غزوۂ خندق جسے غزوۂ احزاب بھی کہتے ہیں، اسی سال رونما ہوا۔

منتہی الآمال:

وقائع سال پنجم ہجری۔ و در سال پنجم ہجری حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زینب بنت جحش را بحبالۂ نکاح در آورد و در ہنگام زفاف او آیہ حجاب نازل گشت...... و در شوال سنہ پنج غزوۂ خندق پیش آمد و آں را غزوۂ احزاب نیز گویند۔

(منتہی الآمال وقائع سال پنجم ص ۴۸)

(جلد اول طبع ایران طبع جدید)

ترجمہ:

ہجرت کے پانچویں سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ زینب بنت جحش سے نکاح فرمایا۔ اور ان سے زفاف کے وقت پردہ کی آیت نازل ہوئی۔ اور سنہ ۵ ہجری میں ہی غزوہ خندق واقع ہوا۔ جسے غزوہ احزاب بھی کہتے ہیں۔

حیات القلوب:

دربیان جنگ خندق است کہ آں را غزوۂ احزاب نیز نامند۔ علی بن ابراہیم و شیخ مفید و شیخ طبرسی و غیر ایشاں روایت کردہ اند کہ غزوۂ احزاب در ماہ شوال سال پنجم ہجرت بود۔

(حیات القلوب جلد دوم ص ۹۰)
(باب سی و پنجم دربیان جنگ خندق)

ترجمہ:

جنگ خندق۔ جس کو غزوہ احزاب بھی کہتے ہیں۔ علی بن ابراہیم و شیخ مفید طبرسی وغیرہ نے روایت کی ہے کہ غزوہ احزاب سن پانچ ہجری ماہ شوال میں واقع ہوا۔

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ کہ آیت حجاب اور سیدہ زینب کے ولیمہ کا سال ایک ہی تھا۔ اور یہ سال ہجرت کا پانچواں سال تھا۔ اگرچہ بعض شیعہ اس میں اختلاف کرتے ہیں۔ کہ ان دونوں واقعات کا تعلق کس سال کے مہینہ سے تھا۔ آیت حجاب کو ماہ شوال میں نازل ہوا مانتے ہیں۔ اور واقعہ احزاب کو ماہ رمضان میں

واقعات پذیر ہو سکتے ہیں۔ لیکن اس اختلاف کے ہوتے ہوئے اس بات پر سبھی متفق ہیں۔ کہ یہ سب کچھ پانچویں سال ہجرت میں ہوا۔ لہٰذا ان دونوں طلاقوں کا اس کو ہجرت کے ساتویں یا آٹھویں سال کا واقعہ قرار دینا کس قدر ڈھٹائی ہے۔ اور مبلغ اعظم کا عظیم جھوٹ ہے۔

اس لیے تحقیق یہی ہوئی۔ کہ سورۃ احزاب ۵ھ ہجری میں نازل ہوئی اور آیت حجاب بھی اسی سورۃ کی ایک آیت ہے۔ لہٰذا وہ بھی اسی سال نازل ہوئی۔ اس کو ۸ھ ہجری میں نازل شدہ بتلانا بالکل جھوٹ ہے۔ اس لیے اس میں خطاب کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں ایک سے زائد موجود تھیں۔

اس کے بعد دوسرے مسئلہ کو لیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں ماسوائے سیدہ رقیہ موجود تھیں۔ تو پھر ان کا وصال اس واقعہ کے بعد کب ہوا۔ اس مسئلہ کے جواب میں کتب شیعہ سے حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

بنات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سن ہائے وفات

حیات القلوب:۔

و زینب در مدینہ در سال ہفتم ہجرت و بروایتے در سال ہشتم برحمت ایزدی واصل شد و رقیہ در مدینہ برحمت ایزدی واصل شد در ہنگامیکہ جنگ بدر بود و سوم ام کلثوم و او نیز عثمان بعد از رقیہ تزویج نمود و گویند کہ در سال ہفتم ہجرت برحمت ایزدی واصل شد

(حیات القلوب جلد دوم ص ۱۰۲۸ باب پنجاہ و دوم در احوال اولاد آنحضرت)

ترجمہ:

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا ہجرت کے ساتویں سال اور ایک دوسری روایت کے مطابق آٹھویں سال اس دنیا سے کوچ فرما گئیں۔ اور سیدہ رقیہ نے مدینہ منورہ میں وصال فرمایا۔ جبکہ جنگ بدر کا سامنا تھا۔ اور آپ کی تیسری صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا تھیں جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ ان کی ہمشیرہ سیدہ رقیہ کے وصال کے بعد شادی کی۔ کہتے ہیں کہ ہجرت کے ساتویں سال ان کا وصال ہوا۔

منتخب التواریخ:

اما مکرمہ زینب در سال پنجم از تزویج جناب خدیجۃ الکبری به پیغمبر (ص) متولد شد و در سال ہشتم ہجری در مدینہ طیبہ از دنیا رحلت فرمودند۔ و اما رقیہ (ص) بعد از ولادت حضرت زینب متولد شد و رحلت ایں مخدرہ در سال دوم ہجرت بود و اما مخدرہ مکرمہ ام کلثوم اسم شریفش آمنہ بود و بعد از رقیہ بعثمان تزویج شد لہذا عثمان را ذوالنورین گویند و جناب ام کلثوم در شعبان سال ہفتم یا ہشتم از ہجرت از دنیا رحلت فرمود۔

(منتخب التواریخ باب اول ص ۴۰ مطبوعہ
ایران جدید حالات ازواج و اولاد پیغمبر)

ترجمہ:

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی ولادت حضرت خدیجۃ الکبری کی شادی کے پانچویں سال ہوئی۔ اور ہجرت کے آٹھویں سال مدینہ میں ان کا انتقال ہوا۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی ولادت سیدہ زینب کے بعد ہوئی۔ اور ان کی

رقیہ کی ہجرت کے دوسرے سال ہوئی۔ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا اصل نام آمنہ تھا۔ سیدہ رقیہ کے بعد حضرت عثمان کے نکاح میں آئیں۔ ان دونوں کی وجہ سے حضرت عثمان کو ذوالنورین کہتے ہیں۔ اور سیدہ ام کلثوم کا شعبان المعظم ۹ھ ہجری میں انتقال ہوا۔

مذکورہ بالا حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ آپ کی صاحبزادی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ۲ھ میں

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا ۸ھ سن ہجری میں

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا ۹ھ ہجری میں اور

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ۱۱ھ میں وصال ہوا۔

گزشتہ حوالہ جات سے معلوم ہوا تھا کہ سورۂ احزاب ۵ھ میں نازل ہوئی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کو بھی پردہ کے احکام عطا ہو چکے گئے۔ تو دونوں قسم کے حوالہ جات سے نتیجہ یہ نکلا کہ آیت حجاب کے نزول کے وقت آپ کی صاحبزادیوں میں سے صرف سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا موجود نہ تھیں۔ کیونکہ ان کا ۲ھ میں انتقال ہو چکا تھا۔ ان کے علاوہ دیگر صاحبزادیاں ۸ھ، ۹ھ، ۱۱ھ اور چھ سال تقریباً بعد میں فوت ہوئیں۔ لہٰذا ان کے بارے میں یہ کہنا کہ بوقت نزول آیت حجاب ان میں سے کوئی بھی زندہ نہ تھی۔ وہ صرف حضرت فاطمہ زہرا تھیں، بالکل سفید جھوٹ ہے۔

شیعوں کی مذکورہ تاویل اصول نحو کی روشنی میں

دوسری تاویل یہ کی گئی کہ "بنات" سے مراد صرف حضرت خاتون جنت ہیں۔ اور جمع کا صیغہ ان کی تعظیم کے لیے مذکور ہوا۔ اس بارے میں ذرا اس ترکیب کو

پہلے سے دیکھ لیں۔ جو اہل تشیع کا مقبول و منظور ہے "اور اپنی بیٹیوں سے" اگر امت کی بیٹیاں مراد ہوتیں۔ تو ترجمہ یوں کیا جاتا "اور اپنی امت کی بیٹیوں" اسی ترجمہ کی تائید علامہ کاشانی نے بھی کی ہے۔ وَبَنَاتِكَ "ومر دختران خود را یعنی خاص حقیقی بیٹیوں کو فرما دیجئے" تو معلوم ہوا۔ کہ اس لفظ سے مراد آپ کی امت کی بیٹیاں نہیں۔ بلکہ آپ کی اپنی بیٹیاں ہیں۔ لہذا اس سے مجتہد اور ان کے مبلغ کی دال نہ گل سکی۔

علاوہ ازیں زبان عرب کا کوئی قانون بھی اس تاویل کا ساتھ نہیں دیتا۔ وہ اس طرح کہ لفظ بنات کا لفظ ازواج پر عطف ہوا تو معطوف ٹھہرا گیا۔ اور قانون کی رو سے معطوف اور معطوف علیہ دونوں کا ایک ہی حکم ہوتا ہے۔ لہذا اسی بے معنی تاویل کو لے کر لفظ ازواج میں بھی یہی تاویل کریں۔ تو معنی یہ ہو گا۔ "اے پیغمبر اپنی باعظمت بیوی کا خدیجۃ الکبریٰ یا کوئی ایک مقدسہ کو فرما دیجئے" تو جس طرح بنات سے مراد حضرت خاتون جنت ہو سکیں۔ اسی طرح ازواج سے مراد صرف آپ کی ایک بیوی ہی ہو گی۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ لفظ ازواج میں یہ تاویل کوئی بھی شیعہ تسلیم نہیں کرتا۔ بلکہ اسے سب مردود اور باطل ہی کہیں گے۔ کیونکہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ کا وصال تو ہجرت سے قبل ہو چکا تھا۔ لہذا وہ تو اس لفظ سے مراد نہیں ہو سکتیں۔ دوسری بات یہ کہ اہل تشیع اگرچہ صاحبزادیوں کا انکار کرتے ہیں۔ جس کی بنا پر وہ تاویل کرنا پڑی۔ لیکن آپ کی ازواج کا انکار کوئی شیعہ بھی نہیں کرتا۔ اگرچہ گستاخیاں کرتے ہیں۔ اور طعن وغیرہ کرتے ہیں۔ لہذا جب لفظ ازواج میں یہ تاویل باطل تو پھر اس کے معطوف میں بھی یہ تخصیص کی تاویل بالکل لا یعنی ہو گی۔

مباہلہ کے وقت آپ کی صاحبزادیوں کا شریک نہ ہونا

بعض شیعوں نے ایک اور کی منطق جھاڑی۔ اور معترضانہ کہا سنیو! اگر آپ کی بیٹیاں چار تھیں۔ تو جس طرح آیت حجاب کے وقت اُن کا زندہ ہونا اور ان کا طلب ہونا تم مانتے ہو۔ کیا وجہ ہے کہ وقت مباہلہ وہ غائب تھیں۔ اور تم ان کو مردہ مانتے ہو۔ حالانکہ دونوں واقعات ایک ہی سال ۵ھ ہجری کا میں ہوئے۔

گزشتہ سطور میں ہم نے جو حوالہ جات نقل کیے۔ اُن سے صاف صاف عیاں کہ آیت حجاب ۵ھ میں نازل ہوئی۔

اور یہی سال تھا۔ جب غزوۂ خندق المعروف غزوہ احزاب رونما ہوا۔

اب آئیے ذرا دیکھیں کہ مباہلہ کس سال رونما ہوا۔

منتہی الامال:

وقائع سال دہم ہجری:۔۔

قصہ مباہلہ و نصاریٰ نجران شیخ طبرسی و دیگران روایت کردہ اند الی آخرہ۔

(منتہی الامال جلد اول ص ۱۰۷ قصہ مباہلہ و نصاریٰ نجرانی۔)

ترجمہ :-

شیخ طبرسی اور دوسرے اکابر شیعہ محققین نے روایت کیا ہے۔
کہ واقعہ مباہلہ اور نصاریٰ نجران دس ہجری میں ظہور پذیر ہوا۔
اس واقعہ اور قصہ کی تفصیل صاحب منتہی الامال نے ذکر کی ہے۔ لیکن یہاں اس کی تفصیل مطلوب نہیں۔ بلکہ اس کے وقوع کا سال تلاش کرنا ہے۔ سو معلوم ہوا کہ شیعہ مجتہدین اس کے معتقد ہیں۔ کہ قصہ مباہلہ سن دس ہجری کا ہے۔ اب ان واقعات پر ذرا سرسری نظر دوڑائیں۔ تاکہ نتیجہ سامنے آ جائے۔

۱۔ آیت حجاب سنہ۵ھ میں نازل ہوئی۔ ۱۰ ہجری تک نا بہت بڑا جھوٹ ہے۔

۲۔ حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال سات یا آٹھ ہجری میں ہو گیا۔ یعنی مباہلہ کے قصہ سے دو تین سال قبل آپ دنیا سے پردہ فرما گئی تھیں۔

۳۔ سیدہ ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال بھی ہجرت کے ساتویں یا آٹھویں سال ہو گیا۔ گویا واقعہ مباہلہ کے دو تین سال قبل ان کا بھی انتقال ہو چکا تھا۔

۴۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال دو ہجری میں ہو چکا تھا۔ یعنی وقت مباہلہ سے آٹھ سال پہلے ہی اللہ کو پیاری ہو گئی تھیں۔

۵۔ سیدہ خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے سنہ۱۱ھ میں پردہ فرمایا۔
یعنی قصہ مباہلہ کے ایک سال بعد دنیا سے رخصت ہوئیں۔
آپ ان واقعات کا باہم ربط دیکھیں ہشتم ہجری میں تو ایسا شخص زندہ ہوگا

جس کا سنت یا ظہر پا گیا رہ گیا ہجری میں وصال ہوا۔ لیکن ستر ہجری میں ایسے شخص کا زندہ ثابت کرنا جو سنت یا ظہر سن ہجری میں فوت ہو گیا ہو کس قدر فریب دہی اور ظلم عظیم ہے۔

چیلنج :-

میں چیلنج کرتا ہوں کہ اگر کوئی شیعہ مستند اور صحیح ایک ایسی روایت پیش کرے۔ کہ جس میں واضح الفاظ میں موجود ہو کہ سورۃ احزاب حضرت عثمان پر اتری ہے۔ تو اس کو ایک ہزار روپیہ انعام پیش کروں گا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چار حقیقی صاحبزادیاں ہونے پر شیعہ کتب حدیث و تاریخ سے ٹھوس حوالہ جات

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں آپ کے بطن سے تھیں

اصول کافی:-

وَتَزَوَّجَ خَدِيجَةَ وَهُوَ ابْنُ بِضْعٍ وَعِشْرِينَ سَنَةً فَوُلِدَ لَهُ مِنْهَا قَبْلَ مَبْعَثِهِ الْقَاسِمُ وَرُقَيَّةُ وَزَيْنَبُ وَأُمُّ كُلْثُومٍ وَوُلِدَ لَهُ بَعْدَ الْمَبْعَثِ الطَّيِّبُ وَالطَّاهِرُ وَفَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ

(اصول کافی جلد اول ص ۴۳۹ کتاب الحجۃ باب مولد النبی
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مطبوعہ تہران طبع جدید۔)
(اصول کافی مترجم جلد اول ص ۴۴۲ مطبوعہ کراچی)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بیس سال سے زائد عمر میں شادی کی۔ اور ان کے بطن سے قبل بعثت "قاسم" رقیہ، زینب، ام کلثوم پیدا ہوئے۔ اور بعثت کے بعد طیب، طاہر اور فاطمہ پیدا ہوئے۔

نوٹ:

"اصول کافی" شیعہ حضرات کے ہاں ایسی بلند پایہ کتاب ہے۔ جس کے بارے میں "امام غائب" امام مہدی نے فرمایا "الکافی کاف لشیعتنا" ہمارے شیعوں کے لیے "کافی" کافی ہے۔ بلکہ ان کے نزدیک اس کا درجہ قرآن سے بھی بڑھ کر ہے۔ کیونکہ کثیر روایات ایسی ہیں۔ جن میں اس بات کی صراحت ہے۔ کہ موجودہ قرآن نامکمل ہے۔ ہم اس کو انشاء اللہ "تحریف القرآن" کے باب میں ذکر کریں گے۔

تو اس معتبر کتاب کی روایت سے ثابت ہوا کہ آپ کی حضرت خدیجہ کے بطن سے چار صاحبزادیاں تھیں۔ اور تین صاحبزادے تھے۔ اس تعداد میں کوئی اختلاف ذکر نہیں کیا۔ اگر اختلاف ذکر کیا۔ تو اس بارے میں کہ بعثت سے قبل اور بعثت کے بعد کون کون پیدا ہوئے۔ ایک روایت میں قبل بعثت "قاسم" "رقیہ" زینب، ام کلثوم، طیب، طاہر پیدا ہوئے۔ اور بعد بعثت صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔

حیات القلوب:

و مشہور آنست کہ دختران آنحضرت چہار نفر بودند۔ و ہمہ از خدیجہ بوجود آمدند۔ اول زینب و حضرت پیش از بعثت و حرام شدن دختر بکافران دادن او را بابی العاص بن ربیع تزویج نمود۔

(حیات القلوب جلد دوم ص۵۶۶ باب ۵۱ مطبوعہ نولکشور طبع قدیم)

ترجمہ: اور مشہور یہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں چار تھیں۔ اور یہ تمام حضرت خدیجہ کے ہاں پیدا ہوئیں۔ ان میں سے پہلی حضرت زینب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل اور کافروں کے ساتھ شادی بیاہ حرام ہونے سے قبل "ابو العاص بن ربیع" کی زوجیت میں تھیں۔

منتہی الامال:

حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا سے حضور کی صاحبزادیاں چار ہوئیں جن میں سے دو یکے بعد دیگرے عثمان غنی کے عقد میں آئیں:

در قرب الاسناد از صادق علیہ السلام روایت شدہ است۔ کہ از برائے رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم از خدیجہ متولد شدند طاہر و قاسم و فاطمہ و ام کلثوم و رقیہ و زینب و تزویج نمود فاطمہ را

بحضرت امیرالمومنین و زینب را بابی العاص بن الربیع کہ از بنی امیہ بود وام کلثوم را بعثمان بن عفان و پیش از آنکہ بخانہ عثمان برود برحمت الٰہی واصل شد و بعد از او حضرت رقیہ را باو تزویج نمود ۔

(۱) (منتہی الآمال مصنفہ شیخ عباس قمی جلد اول ص۱۲۵ در بیان احوال اولاد و امجاد آنحضرت فصل ہشتم باب اول مطبوعہ ایران)

(۲) ربالفاظ مختلف مروج الذہب جلد دوم ص۲۹۸ (مسعودی)

ترجمہ: قرب الاسناد میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت خدیجہ سے یہ اولاد پیدا ہوئی ۔ طاہر، قاسم، فاطمہ، ام کلثوم، رقیہ، زینب، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت زینب کی ابو العاص بن ربیع کے ساتھ ہوئی جو بنی امیہ سے تھا۔ اور ام کلثوم کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہوا لیکن رخصتی سے قبل انتقال فرماگئیں۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رقیہ کی ان سے شادی کردی ۔

حاشیہ منتہی الآمال:

تزویج زینب بابی العاص پیش از بعثت و حرام شدن دختر بکافران بود ۔ و از زینب امامہ دختر ابو العاص بوجود آمد و حضرت امیرالمومنین علیہ السلام بعد از فاطمہ سلام اللہ علیہا بمقتضائے وصیت آں مخدرہ

او را تزویج فرمود۔ و نقل شدہ کہ ابوالعاص در جنگ بدر اسیر شدہ و
زینب قلادہ کہ حضرت خدیجہ باو دادہ بود بنزد حضرت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فرستاد برائے فدائے شوہر خود چوں حضرت نظر بر
قلادہ افتاد خدیجہ را یاد نمود۔ و رقت کرد و از اصحاب طلب نمود
کہ فدائے او را بخشید و ابوالعاص را بلا فدا رہا کنند اصحاب چنین
کردند۔ حضرت از ابوالعاص شرط گرفت کہ چوں بمکہ برگردد زینب
را بخدمت آنحضرت فرستد۔ او بشرط خود وفا نمود۔ زینب را فرستاد۔
بعد از آں خود بمدینہ آمد و مسلمان شد و زینب در مدینہ سال ہفتم
و بقولے در سال ہشتم ہجرت برحمت ایزدی واصل شد۔

(حاشیہ منتہی الآمال جلد اول ص۱۲۵ باب اول
فصل ہشتم)

ترجمہ: حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شادی ابوالعاص کے ساتھ بعثت
سے قبل اور حرمت نکاح با کافران سے قبل ہوئی تھی ان کے ہاں
دو بچے پیدا ہوئے جن میں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت
فاطمہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد ان کی وصیت کے مطابق نکاح
کیا تھا۔ اور نقل کیا گیا ہے کہ ابوالعاص غزوہ بدر میں قیدی
ہو گئے تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے وہ ہار لے کر حضور کی
بارگاہ میں بھیجا۔ جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے انہیں دیا تھا۔
تاکہ فدیے کے طور پر آپ لے کر ان کے خاوند ابوالعاص کو
رہا کر دیا جائے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر اس ہار پر
پڑی۔ تو حضرت خدیجہ یاد آگئیں۔ اور آپ آبدیدہ ہو گئے۔

صحابہ کرام سے مشورہ فرمایا کہ ابو العاص کا فدیہ معاف کرکے بلا فدیہ کے رہا کر دو۔ صحابہ نے ایسے ہی کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو العاص سے وعدہ لیا کہ جب مکہ جاؤ گے۔ تو زینب کو میرے پاس بھیجنا ابو العاص نے اپنی شرط (وعدہ) پورا کیا۔ اور حضرت زینب کو حضور کے پاس بھیجا۔ اس کے بعد یہ خود بھی مدینہ آگیا۔ اور مسلمان ہو گیا۔ حضرت زینب مدینہ منورہ میں ساتویں یا آٹھویں سال ہجرت میں انتقال فرما گئیں۔

حیات القلوب:

چون فاطمہ علیہا السلام آن حضرت را دید گریست فرمود کہ چہ چیز ترا بگریہ آوردہ است ای دختر محمد صلے اللہ علیہ وسلم فاطمہ فرمود کہ عائشہ نام مادر مرا بردہ او را بنقص و کمی مرتبہ نسبت داد پس حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم در خشم شد و گفت بس کن حمیرا کہ خدا برکت می دہد زنے را کہ شوہر را بسیار دوست میدارد و بسیار فرزند آرد بدرستیکہ خدیجہ او را خدا رحمت کند از من طاہر و مطہر را بہم رسانید کہ او عبداللہ بود و قاسم را و رقیہ و فاطمہ و زینب و ام کلثوم را و تو از آنہائی کہ خدا رحم ترا عقیم گردانید کہ ہیچ فرزند از تو بہم نمی رسد۔

(حیات القلوب جلد دوم ص۵۶۱ مطبوعہ
نولکشور طبع قدیم باب نقل حدیث)

ترجمہ: جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ تو رونا شروع کر دیا۔ پوچھا۔ تمہیں کس نے رلایا۔ عرض کی۔ عائشہ

نے میری والدہ کا نام لے کر ان کے نقص بیان کئے۔ اور ایک مرتبہ کہا تو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آگیا اور فرمایا۔ حمیرا چپ ہو جاؤ۔
اللہ تعالیٰ اس عورت کو برکتوں سے نوازتا ہے۔ جو شوہر کی خدمتگار
ہو اور خاوند سے محبت کرنے کے ساتھ ساتھ صاحب اولاد
کثیرہ ہو۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اللہ انہیں غریق رحمت فرمائے۔
ان کے بطن سے طاہر اور مطہر، عبداللہ پیدا ہوئے۔ اور قاسم
کو اس نے جنا، رقیہ، فاطمہ، زینب، ام کلثوم بھی اسی سے پیدا ہوئیں
اللہ نے تیرے رحم کو بانجھ بنایا۔ جس سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔

تبصرہ

اس دلیل میں ملا باقر مجلسی شیعی نے اپنی تبرائی عادت کے مطابق ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں زبان طعن دراز کی۔ جو کسی شخص پہ مخفی نہیں۔ لیکن اس خبث باطنی کے باوجود ہم جس موضوع پر گفتگو کر رہے ہیں وہ بالکل صاف اور کھلے الفاظ میں اس نے بیان کر دیا۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں تھیں۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ کی فضیلت اس وجہ سے بیان کی۔ کہ وہ پانچ چھ بچوں کی ماں بنی تھیں۔ جن میں چار لڑکیاں اور باقی لڑکے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد "ازمن طاہر و مطہر بہم رسانید" وغیرہ سے یہ بات بھی بالکل عیاں ہے کہ آپ کی یہ سب اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آنے کے بعد ہوئی۔ نہ کہ حضرت خدیجہ پہلے خاوند سے پیدا شدہ اولاد ساتھ لائی تھیں۔

حیات القلوب:

در قرب الاسناد بسند معتبر از حضرت صادق روایت کردہ است کہ از برائے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از خدیجہ متولد شدند۔ طاہر و قاسم و فاطمہ و ام کلثوم و رقیہ و زینب۔

(حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۱ باب پنجاہ و یکم مطبوعہ نولکشور طبع قدیم)

ترجمہ: قرب الاسناد میں معتبر اسناد کے ساتھ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ حضرت خدیجہ الکبریٰ کے بطن اقدس سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ اولاد پیدا ہوئی۔ طاہر، قاسم، فاطمہ، ام کلثوم، رقیہ، زینب رضی اللہ عنہم۔

مرآت العقول:

قال ابن شہر آشوب فی المناقب ولد من خدیجۃ القاسم و عبد اللہ و ھما الطیب و الطاہر و اربع بنات زینب، رقیۃ و ام کلثوم و ھی آمنۃ و فاطمۃ

(مرآت العقول جلد ۱ صفحہ ۳۵۲)

ترجمہ: ابن شہر آشوب نے "المناقب" میں کہا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے یہ اولاد پیدا ہوئی۔ القاسم و عبد اللہ کہ دونوں کو طیب اور الطیب بھی کہتے ہیں۔ اور چار صاحبزادیاں۔ زینب و رقیہ و ام کلثوم (جن کو آمنہ بھی کہتے ہیں) اور فاطمہ۔

ترجمہ: ربیعہ سعدی کہتے ہیں کہ میں نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے چند مسائل پوچھے
حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا سنو اور یاد رکھو اور لوگوں کو بتا دینا۔
میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے
اپنے کانوں سے سنا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ آئے تو حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے کندھوں پر اٹھا لیا۔ پھر آپ نے فرمایا
لوگو! یہ حسین تمام لوگوں سے بہتر ہے نانا کے اعتبار سے کہ اس کا نانا
نہیں۔ اور اس کی نانی جیسی کوئی نانی نہیں۔ اس کا نانا اللہ کا رسول اور
اولاد آدم کا سردار ہے۔ اور اس کی نانی خدیجہ ہے۔ جسے تمام امت میں
سے ایمان لانے کی سبقت حاصل ہے۔ یہ حسین ماموں اور خالہ کے
اعتبار سے لوگوں سے بہتر ہے۔ اس کے ماموں صاحبزادہ ابراہیم
اور اس کی خالائیں زینب، رقیہ، ام کلثوم ہیں۔ اور یہ حسین چچا اور پھوپھی
کے اعتبار سے بھی سب سے بہتر ہے۔ اس کے چچا جعفر و عقیل اور
اس کی پھوپھی ام ہانی ہیں۔ یہ حسین باپ، ماں اور بہن بھائیوں کے
اعتبار سے بھی لوگوں سے افضل ہے۔ اس کا باپ علی، اس کی ماں فاطمہ
اور اس کا بھائی حسن اور اس کی بہنیں زینب و ام کلثوم ہیں۔ یہ کہہ کر کندھے
سے نیچے اتارا۔ اور اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا۔ پھر فرمایا لوگو! یہ وہ حسین
ہے کہ جس کا نانا، نانی، ماموں، خالائیں، چچا، پھوپھی، باپ، ماں
بھائی اور بہنیں سب جنتی ہیں۔ اور یہ خود بھی جنتی ہے۔

فصل دوم

چار عدد بنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والی شیعہ روایات کے راویوں پر شیعہ مولویوں کی ناجائز تنقید کا

محاسبہ

☆

حدیث بنات رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر مولوی اسماعیل کی جاہلانہ تنقید

پچھلے ابواب میں آپ قرب الاسناد کے حوالے سے امام جعفر کا قول پڑھ چکے کہ سیدہ خدیجہ کے بطن سے چار بیٹیاں نبی علیہ السلام کے گھر پیدا ہوئیں قرب الاسناد کے مصنف ابوالعباس عبداللہ حمیری قمی ہے جو شیعہ حضرات کا بہت بڑا امام ہے اور حدیث کے راوی مسعدہ بن صدقہ کے واسطے سے یہ حدیث امام جعفر سے نقل کر دی ہے پھر حیات القلوب وغیرہ میں معتبر شیعہ فقہا نے اس حدیث کو نقل کیا اور اس کی سند کو معتبر قرار دیا مگر آج کل کے شیعوں کو یہ حدیث ضعیف نظر آتی ہے۔

چنانچہ "فتوحات شیعہ" نامی ایک مناظرہ اور اس کی تفصیل نظر سے گزری یہ مناظرہ مولوی عبدالستار صاحب اور مولوی محمد اسماعیل صاحب کے درمیان اثبات رسول کے موضوع پر ہوا۔ محمد حسین نجفی نے اسے لکھ کر یوں نقل کیا ہے۔

فتوحات شیعہ:-

حضرات! مولوی عبدالستار صاحب تونسوی نے باوجود ہزار شور و غوغا کے کل تین روایات کتب شیعہ سے پیش کیں مختلف کتب سے بار بار انہیں کا تکرار کیا دیگر کوئی آیت اور حدیث کوئی روایت میدان مناظرہ میں پیش کرنے کی جرأت و ہمت ہوئی۔ روایت اول حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۸۱ سے پیش کی کہ قرب الاسناد میں بسند معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول خدا کی اولاد حضرت خدیجہ سے طاہر، قاسم، فاطمہ، ام کلثوم، رقیہ اور زینب متولد ہوئے۔ اس کا جواب اسی وقت دے دیا گیا کہ حضور یہ روایت سنیوں کی ہے شیعہ کی نہیں، ضعیف ہے صحیح نہیں کیونکہ اس کی سند یہ ہے۔

روی الحمیری فی قرب الاسناد عن هارون بن مسلم عن مسعدة بن صدقة عن جعفر عن ابيه عليهما السلام۔

اس سند میں ایک راوی حمیری ارشاد بہ تحریر ہے۔ اسی وقت تونسوی صاحب کو رجال مامقانی جلد اول ص ۱۲۳ سے دکھلایا گیا کہ انه کان یشرب الخمر یعنی وہ حمیری ہمیشہ شراب پیتا تھا حتیٰ کہ اس کا چہرہ سیاہ ہو چکا تھا۔ اور مزید آں یہ بھی عرض کیا گیا کہ ہمارے مقابلہ پر ہمیشہ ترقی کا الزام لگاتے ہو۔ اور خود شرابیوں کی روایات پیش کرتے ہو اور انہیں اپنا دین و ایمان بنائے پھرتے ہو۔ دوسرا راوی اس سند روایت کا مسعدہ بن صدقہ ہے جو سنی تبری ہے۔ چنانچہ رجال مامقانی جلد ۳

صفحہ ۲۱۲ شکال کر عبدالستار صاحب کے سامنے سے جا کر رکھ دی گئی کہ مسعدہ بن صدقہ عامی تبری ہے۔ روایت سنیوں کی ہے۔ کسی شیعہ راوی کی صحیح روایت پیش کرو مگر مست کہاں۔ ؟

(فتوحات شیعہ صفحہ ۲۰۳ مولانا محمد حسین ڈھکو نجفی

مطبوعہ لائل پور)

جواب :- مولوی اسماعیل نے کس ڈھٹائی سے جھوٹ بولا۔

اس بات پر سخت حیرانی ہوئی کہ مولوی اسماعیل صاحب نے کس ڈھٹائی کے ساتھ دعویٰ کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی چار صاحبزادیاں ہونے پر شیعہ کتب میں کوئی صحیح روایت موجود ہی نہیں اور اس بات پر مصر رہا کہ کسی شیعہ راوی کی صحیح روایت پیش کرو۔ مزید یہ کہ مولوی عبدالستار صاحب تونسوی کسی شیعہ راوی کی کوئی روایت پیش نہ کر سکے۔

اول ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ مولوی عبدالستار صاحب تونسوی نے مولوی اسماعیل صاحب کو کسی شیعہ کی روایت پیش نہ کی ہو۔ اور اگر واقعی تونسوی صاحب نے بنات رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حیات القلوب سے قرب الاسناد کی روایت پیش کی ہو اور مولوی اسماعیل صاحب نے وہ جواب دیا ہو جو فتوحات شیعہ میں مذکور ہے کہ اس روایت کے دو راوی مسعدہ بن صدقہ اور حمیری قابل اعتبار نہیں کیونکہ مسعدہ بن صدقہ تو سنی ہے اور حمیری اتنا بڑا شرابی ہے کہ کثرت شراب نوشی سے اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا تھا۔ لہٰذا یہ روایت قابل قبول نہیں۔ تو یہ مولوی اسماعیل صاحب کی پرلے درجے کی فراڈ بازی ہے۔

منصف مزاج قارئین کے سامنے اب ہم ان دونوں راویوں کے بہترین حالات پیش کر رہے ہیں تاکہ یہ فیصلہ کرنے میں آسانی ہو کہ یہ حدیث قابل قبول ہے یا نہیں؟ اور مولوی اسماعیل صاحب نے راویوں کے متعلق جو ڈرامہ کھیلا ہے اس کی کیا حقیقت ہے؟

شیعہ اسمائے رجال کی کتب معتبرہ سے مسعدہ بن صدقہ کے حالات

مولوی اسماعیل صاحب نے مسعدہ بن صدقہ کو شیعہ ثابت کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیوں کے متعلق حیات القلوب بحار قرب الاسناد کی حدیث کو غیر معتبر ٹھہرایا ہے۔ اور حوالہ دیا ہے تنقیح المقال ص۲۱۲ ج ۳ مگر جناب بھی حسب عادت اپنی روایتی بددیانتی اور خیانت سے باز نہیں آئے۔

ہم اسی صفحہ کی پوری عبارت نقل کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

تنقیح المقال :-

مَسْعَدَةُ بْنُ صَدَقَةَ الْعَامِیُّ الْبَتْرِیُّ عَنِ الْبَاقِرِ اِنْتَهٰی وَلٰکِنْ حُکِیَ عَنْ بَعْضِ اَجِلَّاءِ الْمُتَاَخِّرِیْنَ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّهٗ عَامِیٌّ تَبْرِیٌّ لٰکِنَّهٗ مُعْتَمَدٌ عَلَیْهِ فِی النَّقْلِ وَمَنْ تَتَبَّعَ اَخْبَارَهٗ یَحْصُلُ لَهُ الْعِلْمُ بِاَنَّهٗ اَثْبَتُ مِنْ کَثِیْرٍ مِنَ الْعُدُوْلِ اِنْتَهٰی وَیُنَافِیْهِ مَا نَقَلَهُ الْمُحَقِّقُ الْوَحِیْدُ عَنْ جَدِّہِ الْمَجْلِسِیِّ الْاَوَّلِ مِنْ قَوْلِهِ الَّذِیْ یَظْهَرُ مِنْ اَخْبَارِہِ الَّتِیْ فِی الْکُتُبِ اَنَّهٗ ثِقَةٌ لِاَنَّ جَمِیْعَ مَا یَرْوِیْهِ فِیْ غَایَةِ الْمَتَانَةِ مُوَافِقَةٌ

بِمَا يَرْوِيهِ الثِّقَاتُ مِنَ الْأَصْحَابِ وَلِذَا عَمِلَتِ الطَّائِفَةُ بِمَا رَوَاهُ وَأَمْثَالُهُ مِنَ الْعَامَّةِ بَلْ لَوْ تَتَبَّعْتَ وَجَدْتَ أَخْبَارَهُ أَسَدَّ وَأَمْتَنَ مِنْ أَخْبَارِ مِثْلِ جَمِيلِ بْنِ دَرَّاجٍ وَحَرِيزِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اِنْتَهٰى وَأَقُولُ الْإِنْصَافُ أَنَّ الْأَمْرَ كَمَا ذَكَرَهُ وَعَلَيْهِ فَيَكُونُ الرَّجُلُ مِنَ الْمُوَثَّقِ۔

(تنقیح المقال فی علم الرجال جلد سوم ص ۲۱۲
باب مسعدہ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: مسعدہ بن صدقہ عامی تبری ہے۔ یہ امام باقر علیہ السلام سے روایت کرتا ہے۔ لیکن بعض متاخرین آتقیاء نے بیان کیا ہے کہ وہ عامی تبری ہے لیکن روایت کے نقل کرنے میں وہ معتمد علیہ ہے اور جس نے اس کی روایات کا تتبع کیا ہے اسے معلوم ہو جائے گا کہ وہ اکثر عادل راویوں سے زیادہ معتبر ہے۔

انتہی۔ اور اس کے مطابق ہے وہ قول جسے محقق وحید نے اپنے حاشیہ اول سے نقل کیا وہ یہ ہے جو روایات اس (مسعدہ بن صدقہ) کی کتب میں موجود ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ثقہ راوی ہے۔ کیونکہ جو اس نے روایت کیا ہے وہ نہایت متانت رکھتا ہے اور ثقہ راویوں کی روایات کے موافق ہے۔ اسی لیے عمل کیا ایک گروہ نے اس کی روایات پر اور اس کی مثل عامہ کی روایات پر بلکہ اگر آپ چھان بین کریں گے تو اس کی روایات کو بہت درست اور مستحکم پائیں گے جمیل ابن دراج اور حریز بن عبداللہ جیسوں سے انتہی۔ میں کہتا ہوں کہ انصاف کی بات یہ ہے کہ جیسے محقق وحید

نے ذکر کیا ہے۔ لہٰذا اس سے ثابت ہوا کہ مسعدہ بن صدقہ ثقہ راویوں
میں سے ہے۔

لمحۂ فکریہ:۔

مولوی اسماعیل صاحب کی علمی خیانت آپ نے ملاحظہ فرمائی کہ اپنے مطلب کو
تو نقل کر دیا اور باقی عبارت کو شیرِ مادر سمجھ کر ہضم کر گئے۔ ان کا مقصد تو مطلب برآری
ہے اس سے غرض نہیں کہ حق کیسے ہی یا تصوف کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ تنقیح المقال کی
عبارت اور تحریر سے معلوم ہو گیا کہ مسعدہ بن صدقہ نہایت معتبر اور ثقہ راوی ہے۔ اور یہ
امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے راویوں میں ہیں اس کی شکل راوی کی جہت کم ہے۔ مولوی صاحب
نے راوی مذکور کی وجہ سے اس کی روایت کو ناقابل اعتماد ٹھہرایا اور اپنے قول کی تائید کے لیے
تنقیح المقال کا نام ذکر کر دیا اور کوئی حوالہ نہیں دیا۔ جبکہ اس عبارت سے یہ ثابت ہو رہا
ہے کہ یہ راوی اتنا سچا اور ثقہ ہے کہ اس کی روایت سے علم یقین حاصل ہو جاتا ہے۔
بلکہ خیر مجتہد محقق وحید نے تو یہ فرما دیا کہ اس کی تمام روایات نہایت متانت میں ہیں۔ یعنی
اس کی کوئی روایت ایسی نہیں جس کو مردود اور ناقابل قبول کہا گیا ہو۔ مزید برآں عبداللہ
مامقانی صاحب تنقیح المقال نے بھی اپنا فیصلہ درج کر دیا کہ انصاف کی بات یہ ہے کہ
فیصلہ مسعدہ بن صدقہ کے متعلق حق ہے جو محقق وحید نے کیا ہے اور محقق وحید کے فیصلہ
کی وجہ سے میں (عبداللہ مامقانی) مسعدہ بن صدقہ کو ثقہ راویوں میں شمار کرتا ہوں۔
فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ جس راوی کو محقق وحید مجتہد شیعہ اور عبداللہ مامقانی
صاحب تنقیح المقال ثقہ اور سچا کہیں اور یہ فیصلہ دیں کہ اس کی تمام
مرویات صحیح ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی مردود اور ناقابل قبول نہیں ہے۔ ایسے راوی کو
چودھویں صدی کا ایک شیعہ ملاں ناقابل قبول ٹھہرائے۔ اس کی روایت کو مردود کہے

زرد روہی کی عبادت میں کفر تو یہ ثبت اور دھوکہ دہی سے مگر بات اس کی یکی یا مذہب شیعہ کے آئمہ کی یاد اگر کوئی مرزوی اسماعیل صاحب کا ایسی خوردہ نوش اعتراض کرے کہ مسعود بن صدقہ تو راوی تو ہے مگر بنات رسول کے متعلق اس کی روایات غیر معتبر ہیں تو اس کا جواب بھی ہم کتب شیعہ سے پیش کئے دیتے ہیں۔

زیر بحث حدیث غیر معتبر ہے؟

حیات القلوب :-

باب پنجاہ و دیکم در بیان احوال اولاد امجاد آنحضرت است۔ در قرب الاسناد بسند معتبر از حضرت صادق روایت کردہ است کہ از برائے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم از خدیجہ متولد شدند طاہر و قاسم و فاطمہ و ام کلثوم و رقیہ و زینب۔

(حیات القلوب جلد دوم ص ۷۰۲
باب پنجاہ و دیکم ذکر اولاد امجاد آنحضرت
مطبوعہ نولکشوری طبع جدید)

ترجمہ:- باب اکیاون حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی اولاد امجاد کے بارے میں ہے قرب الاسناد میں معتبر سند کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی یہ اولاد سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئی وہ یہ ہے۔ طاہر، قاسم، فاطمہ، ام کلثوم، رقیہ اور زینب (رضی اللہ عنہم)

حیات القلوب :-

در حدیث معتبر از حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام منقول است کہ چونکہ

حضرت رسول خدا داخل شد دید که عائشه بر روی حضرت فاطمه علیها السلام فریاد
میکند و میگوید: ای دختر خدیجه تو گمان میکنی که مادر ترا بر ما فضیلتی بوده
است او را چه زیادتی بر ما هست او نیز مثل یکی از ما بود. پس چون فاطمه
علیها السلام آن حضرت را دید گریست. فرمود که چه چیز ترا گریانید ای دختر
محمد. فاطمه علیها السلام فرمود که عائشه نام مادرم را برد و او را تنقیص
کرد مرتبه نیست را. پس حضرت رسول صلی الله علیه وآله وسلم در خشم شد و گفت
بس کن ای حمیرا که خدا برکت میدهد در زنی که دوست
دارد و بسیار فرزند زاید و خدیجه رحمها الله از من طاهر و مطهر را
بهم رسانید که او رحم تو عقیم شد و بهم نرسانید قاسم را و عبدالله و رقیه و فاطمه و زینب و ام کلثوم
از او بهم رسید۔

(حیات القلوب جلد دوم ص ۷۰۵ باب پنجم
فضائل حضرت خدیجہ و حال تزویج مطبوعہ
نولکشور لکھنؤ قدیم)

ترجمہ: حدیث معتبر میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک دن
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت
سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے گفتگو کر رہی
ہیں کہ اے خدیجہ کی دختر! تیرا گمان ہے کہ تیری ماں کو ہم پر فضیلت
حاصل ہے۔ انہیں ہم پر کیا فضیلت ہے؟ وہ تو ہم جیسی ہی تھیں۔
جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو دیکھا تو
رونے لگیں۔ آپ نے فرمایا اے میری بیٹی! تجھے کس چیز نے رلایا
ہے؟ سیدہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

نے میری ماں کا نام لیا ہے اور ان کے مرتبہ کی کمی کی ہے۔ اور تنقیص کا اظہار کیا ہے۔ پس حضور علیہ السلام یہ سن کر ناراض ہو گئے۔ اور فرمایا۔ اے حمیرا۔ (سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا لقب) بس کر۔ خدا اس عورت کو برکت دیتا ہے جو اپنے خاوند سے بہت محبت رکھے اور زیادہ اولاد جنے۔ حضرت خدیجہ، خدا ان پر رحمت کرے کہ ان سے میرے لیے طاہر و مطہر یعنی عبداللہ و قاسم پیدا ہوئے۔ اور میری بیٹیاں (رقیہ، فاطمہ، زینب اور ام کلثوم رضی اللہ عنہن) پیدا ہوئیں۔

انوارِ نعمانیہ:-

فَاَقُوْلُ امْرَاٰۃٌ تَزَوَّجَتْ خَدِیْجَۃُ بِنْتُ خُوَیْلِدٍ وَکَانَتْ قَبْلَہٗ عِنْدَ عَتِیْقِ بْنِ عَائِذِ الْمَخْزُوْمِیِّ فَوَلَدَتْ لَہٗ جَارِیَۃً ثُمَّ تَزَوَّجَہَا اَبُوْ ہَالَۃَ الْاَسَدِیُّ فَوَلَدَتْ لَہٗ ہِنْدَ بْنَ اَبِیْ ہَالَۃَ ثُمَّ تَزَوَّجَہَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَرَبّٰی ابْنَہَا ہِنْدًا فَقَالَ مَا حَمَلْتَ وَوَلَدَتْ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ مُحَمَّدٍ وَہُوَ الطَّیِّبُ الطَّاہِرُ وَوَلَدَتْ لَہُ الْقَاسِمَ وَقِیْلَ اِنَّ الْقَاسِمَ اَکْبَرُ وَلَدِہٖ وَکَانَ یُکَنّٰی بِہٖ وَالنَّاسُ یَغْلَطُوْنَ فَیَقُوْلُوْنَ وُلِدَ لَہٗ مِنْہَا اَرْبَعُ بَنِیْنَ الْقَاسِمُ وَعَبْدُ اللّٰہِ

وَالطَّيِّبُ وَالطَّاهِرُ وَإِنَّمَا وُلِدَتْ لَهُ ابْنَانِ وَأَرْبَعُ بَنَاتٍ زَيْنَبُ وَرُقَيَّةُ وَأُمُّ كُلْثُومٍ وَفَاطِمَةُ.

(الانوار النعمانیہ جلد اول صفحہ ۳۶۷ ذکر مولد النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مطبوعہ تبریز طبع)

ترجمہ:

ترجمہ: سب سے پہلی خاتون جن سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فرمایا حضرت خدیجہ بنت خویلد تھیں۔ آپ پہلے عتیق بن عائذ مخزومی کے نکاح میں تھیں۔ ان سے ایک لڑکی پیدا ہو گئی۔ پھر آپ (حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا) سے ابو ہالہ اسدی نے نکاح کیا۔ اس سے آپ کے ہاں ہند اور ہالہ پیدا ہوئے۔ پھر آپ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عقد شریف فرمایا اور آپ کے بیٹے ہند کی تربیت فرمائی۔ پس سب سے پہلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جو اولاد آپ کے بطن اطہر سے پیدا ہوئی وہ حضرت عبداللہ تھے جو کہ طیب و طاہر کہلائے گئے۔ پھر حضرت قاسم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ کہا گیا ہے کہ حضرت قاسم حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی اولاد میں سب سے بڑے تھے۔ انہی کے نام سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ابوالقاسم مشہور ہوئی۔ لوگ اس بارے میں غلطی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے چار صاحبزادے قاسم، عبداللہ، طیب اور طاہر پیدا ہوئے۔ حالانکہ آپ کے دو صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں حضرت زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہن تھیں۔

انوار نعمانیہ:۔

وَسَمَّيْتُهُ كِتَابَ الْأَنْوَارِ النُّعْمَانِيَّةِ فِي بَيَانِ مَعْرِفَةِ النَّشْأَةِ الْإِنْسَانِيَّةِ .... فَقَدِ الْتَزَمْتُ أَنْ لَا أَذْكُرَ فِيهِ إِلَّا مَا أَخَذْنَاهُ عَنْ أَرْبَابِ الْعِصْمَةِ الطَّاهِرِينَ أَوْ مَا صَحَّ عِنْدَنَا مِنْ كُتُبِ النَّاقِلِينَ۔ (الانوار النعمانیہ جلد اول ص ۲ مطبوعہ

تبریز طبع جدید)

ترجمہ:۔ میں (مصنف انوار نعمانیہ) نے اس کتاب کا نام انوار نعمانیہ فی معرفت نشأة الانسانیہ رکھا ہے۔ اور ہم نے اس بات کا التزام کیا ہے کہ ہم اس میں کوئی اور ذکر نہیں کریں گے مگر وہ جو ہم نے آئمہ معصومین سے اخذ کیا ہے۔ یا جو کتب ناقلین سے ہمارے نزدیک صحیح ثابت ہوا ہے۔

مندرجہ بالا عبارات سے حسب ذیل امور بالصراحت ثابت ہو گئے۔

۱۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیوں کا ثبوت معتبر سند کے ساتھ ہے۔ یعنی مسعدہ بن صدقہ والی قرب الاسناد کی روایت کو ملا باقر مجلسی نے حیات القلوب میں معتبر قرار دیا ہے۔ اسی طرح نعمت اللہ جزائری نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیوں کا ثبوت اپنی کتاب انوار نعمانیہ میں پیش کیا ہے۔ اور اپنی کتاب میں اس التزام کا ذکر کیا ہے کہ اس کتاب میں صرف وہ روایات لائے

کی جائیں گی جو ائمہ معصومین سے مروی ہیں یا ان قطعی کتب سے ہم تک صحیح آئی ہیں پس معلوم ہوا کہ چار صاحبزادیوں کی سند معتبر ہے اور اس سند کو ائمہ معصومین اور مجتہدین شیعہ نے سچی اور قابل اعتبار مانا ہے۔ لہٰذا اس روایت پر مولوی اسماعیل صاحب کا اعتراض کرنا عقل و نقل کا خون کرنے کے مترادف ہے۔ ورنہ وہ جانتے تھے کہ اس روایت کی سند معتبر ہے۔

۲۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی پہلے خاوندوں (عتیق اور ہند ابی ہالہ) سے زینب، رقیہ یا ام کلثوم نامی کوئی بیٹی نہیں ہے۔ جیسے شیعہ لوگ ربیبہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ سیدہ خدیجہ کی پہلے شوہروں سے ان نام کی جب کوئی اولاد ہی نہیں تو ربیبہ ثابت کرنا چہ معنی دارد؟ حضور علیہ السلام کی ان صاحبزادیاں میں سے دو کا عقد چونکہ عثمان ذوالنورین کے ساتھ ہوا تھا۔ پس شیعہ لوگ بغض عثمان رضی اللہ عنہ کی وجہ سے اس قسم کے پاپڑ بیلتے ہیں۔

۳۔ مذکورہ کتب شیعہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان چاروں صاحبزادیوں، سیدہ زینب، سیدہ رقیہ، سیدہ ام کلثوم اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہن کو آپ کی حقیقی اور صلبی قرار دیا گیا ہے۔

دوسرے راوی ''حمیری'' کے احوال از شیعہ کتب اسمائے رجال

حدیث بنات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سند پر جرح کرتے ہوئے مولوی محمد اسماعیل صاحب شیعہ کہتے ہیں کہ اس روایت کا دوسرا راوی ''حمیری'' ہے جو شراب نوش ہے اور کثرت شراب نوشی سے اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا تھا۔ لہٰذا یہ

روایت قابل قبول نہیں ہے۔ مولوی اسماعیل صاحب کی دھوکہ دہی اور فریب کاری کا اندازہ اس
واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں خوف خدا ہے نہ شرم نبی۔ یہی تو آپ کی دیانت کے ساتھ
دیانت کے کتب میں فرق نظر آتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ تنقیح المقال صفحہ ۱۲۱ پر موجود ہے
کہ حمیری وہ شرابی تھا اور بوقت موت اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا تھا۔ مگر وہ لعنۃ اللہ علی
الکاذبین ہمارا سوال ہے کیا یہی وہ حمیری ہے جو بنات رسول والی حدیث کا راوی ہے؟
جھوٹ بولنے میں اسماعیل صاحب کا جواب نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جس حمیری کو
اسماعیل صاحب نے محل طعن کی اور اسے شرابی کہا ہے وہ اسماعیل بن محمد حمیری
ہے جس کا ذکر تنقیح المقال صفحہ ۱۲۱ پر ہے۔ اور جو زیر بحث حدیث بنات رسول کا راوی
ہے وہ ابو العباس عبد اللہ بن جعفر حمیری ہے۔ جس کا تذکرہ تنقیح المقال کے ص ۱۷۲ پر
ہے۔ اور یہی صاحب قرب الاسناد ہے۔

اسماعیل صاحب اور ان کے حواری اسی کذب بیانی پر تقلید کیا ہے تھے۔

دو فتوحات شیعہ میں ایک صریح جھوٹ یہ بھی لکھا گیا ہے کہ حدیث بنات رسول
کی سند اس طرح ہے روی الحمیری عن ابیه عن هارون بن مسلم عن
مسعدة بن صدقة حالانکہ بنات رسول کی حدیث میں روی الحمیری
کے الفاظ سرے سے موجود ہی نہیں۔ مولوی صاحب کو معلوم تھا کہ حمیری سے
مراد یہ ابو العباس عبد اللہ بن جعفر حمیری ہی ہے۔ مگر عوام کو دھوکہ میں ڈالنے کے
لیے روی الحمیری کے الفاظ کا اضافہ کر دیا۔

بہر صورت ہم اس بات کی وضاحت کے لیے کہ بنات رسول کی حدیث کا
راوی اسماعیل بن محمد حمیری نہیں جو شرابی تھا بلکہ ابو العباس عبد اللہ بن جعفر حمیری ہے
اور اسماعیل صاحب کے جھوٹ کے ڈھول کا پول کھولنے کے لیے شیعہ اسماء رجال
کی کتب معتبرہ کی عبارات پیش کر رہے ہیں جس سے واضح ہو جائے گا کہ یہ لوگ

کس قدر مکار اور دھوکہ باز ہیں۔ دیکھئے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

تنقیح المقال:-

عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرِ الْحِمْيَرِيُّ هُوَ ابْنُ جَعْفَرِ ابْنِ الْحَسَنِ أَوِ الْحُسَيْنِ بْنِ مَالِكِ بْنِ جَامِعٍ الْحِمْيَرِيُّ أَبُو الْعَبَّاسِ قُمِّيٌّ ...... قُمِّيٌّ ثِقَةٌ مِنْ أَصْحَابِ الْعَسْكَرِيِّ ...... وَقَالَ فِي الْفِهْرِسْتِ عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرِ الْحِمْيَرِيُّ يُكَنَّى أَبَا الْعَبَّاسِ الْقُمِّيُّ ثِقَةٌ لَهُ كُتُبٌ مِنْهَا كِتَابُ الدَّلَائِلِ كِتَابُ الْغَيْبَةِ كِتَابُ الْإِمَامَةِ كِتَابُ التَّوْحِيدِ وَالِاسْتِطَاعَةِ وَالْأَفَاعِيلِ وَالْبَدَاءِ كِتَابُ قُرْبِ الْإِسْنَادِ۔

(تنقیح المقال جلد دوم ص ۱۷۴ باب عبد اللہ
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: عبد اللہ بن جعفر حمیری وہ ابن جعفر بن الحسن یا حسین بن مالک بن جامع حمیری ابو العباس قمی ہے ...... قمی ثقہ راوی اور امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے ہے ...... اور فہرست میں کہا عبد اللہ بن جعفر حمیری کی کنیت ابو العباس قمی ہے۔ وہ ثقہ راوی ہے اور اس نے متعدد کتب تصنیف کیں۔ ان میں سے کتاب الدلائل، کتاب الغیبہ، کتاب الامامۃ، کتاب التوحید و الاستطاعۃ و الافاعیل و البداء ہے اور کتاب قرب الاسناد بھی اسی کی ہے۔

رجال العلامۃ الحلی :-

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ مَالِكِ بْنِ جَامِعِ الْحِمْيَرِيُّ بِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ اَبُو الْعَبَّاسِ الْقُمِّيُّ شَيْخُ الْقُمِّيِّيْنَ وَوَجْهُهُمْ قَدِمَ الْكُوْفَةَ سَنَةَ نَيِّفٍ وَتِسْعِيْنَ وَمِائَتَيْنِ ثِقَةٌ مِّنْ اَصْحَابِ اَبِي مُحَمَّدٍ الْعَسْكَرِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۱) رجال العلامۃ الحلی مصنفہ حسن بن یوسف الحلی ص ۱۰۶ باب عبداللہ مطبوعہ قم ایران طبع جدید

(۲) جامع الرواۃ مصنفہ محمد بن علی اردبیلی جلد اول ص ۴۷۹ مطبوعہ قم ایران

ترجمہ :-

عبداللہ بن جعفر بن حسین بن مالک بن جامع الحمیری حا مہملہ کے ساتھ ابوالعباس قمی ہے جو اہل قم کا شیخ اور بلند پایہ تھا۔ وہ کوفہ میں تقریباً سنہ ۲۹۰ھ میں آیا۔ وہ ثقہ راوی تھا اور امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے تھا۔

قرب الاسناد۔ (ترجمۃ المؤلف)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ اِنَّ مِنْ اَصْحَابِنَا الْاِمَامِیَّۃِ الَّذِیْنَ کَانُوْا یَعِیْشُوْنَ فِی النِّصْفِ الْاَخِیْرِ مِنَ الْقَرْنِ الثَّالِثِ ھُوَ الشَّیْخُ الْمُحَدِّثُ الْجَلِیْلُ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ الْحَسَنِ اَوِ الْحُسَیْنِ ابْنِ مَالِکِ ابْنِ جَامِعِ الْحِمْیَرِیُّ اَبُو الْعَبَّاسِ الْقُمِّیُّ کَانَ فَقِیْھًا ثِقَۃً وَّجِیْھًا فِیْ اَصْحَابِنَا الْقُمِّیِّیْنَ قَالَ النَّجَاشِیُّ قَدِمَ الْکُوْفَۃَ سَنَۃَ نَیِّفٍ وَّ سَبْعِیْنَ وَمِائَتَیْنِ وَ فِیْ بَعْضِ النُّسَخِ بَدَلُ سَبْعِیْنَ تِسْعِیْنَ فَسَمِعَ مِنْہُ اَھْلُھَا وَ اَکْثَرُوْا اِنْتَھٰی فِیْہِ دَلَالَۃٌ عَلٰی سِعَۃِ عِلْمِہٖ وَعُلُوِّ مَقَامِہٖ کَمَا لَا یَخْفٰی عَلَی الْخَبِیْرِ بِاَحْوَالِ الْمُحَدِّثِیْنَ وَھُوَ فِیْمَا رَتَّبْنَاہُ مِنَ الطَّبَقَاتِ مِنْ کُتُبِ الطَّبَقَۃِ الثَّامِنَۃِ۔

(قرب الاسناد جلد اول مصنفہ ابو العباس عبد اللہ بن جعفر الحمیری القمی مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ بے شک ہمارے اصحاب امامیہ

ہیں سے وہ بھی ہیں جنہوں نے زندگی پائی تیسری صدی کے نصف آخر تک
وہ شیخ محدث جلیل عبد اللہ بن جعفر بن حسن یا حسین بن مالک بن جامع حمیری
ابو العباس قمی ہے۔ جو فقیہ، ثقہ اور ہمارے قمی اصحاب میں وجیہ تھا۔ نجاشی
نے کہا کہ وہ کوفہ میں تقریباً ۲۹۰ھ میں وارد ہوا۔ بعض نسخوں میں ۲۹۰ھ کی بجائے
۲۹۷ھ مذکور ہے۔ اہل کوفہ نے اس سے حدیث کی سماعت کی اور سماعتیں
کی تعداد کثیر ہے۔ انتہی۔ اس میں اس کی وسعت علمی اور علو مرتبت پر دلالت
ہے جیسا کہ محدثین کے احوال کی بصیرت رکھنے والے پر مخفی نہیں۔ وہ پہلے
ترتیب شدہ طبقات میں سے آٹھویں طبقہ میں شمار ہوتا ہے۔

لمحۂ فکریہ:

قارئین کرام! دیکھا آپ نے مولوی اسماعیل صاحب نے کتنی عیاری سے جھوٹ
کو سچ ثابت کرنے کی سعی لا حاصل کی؟ راوی حدیث سے عبد اللہ بن جعفر حمیری ہیں جس
کے بارے میں شیعہ اسماء رجال کی معتبر کتب کے حوالے سے آپ جان چکے کہ
اہل تشیع کے سب سے بڑے مرکز "قم" کے تمام علماء میں سے اپنے وقت کا سب
سے بڑا فقیہ اور وجیہ تھا۔ اور امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے
تھا۔ لیکن ناموس کے مبلغ جناب اسماعیل صاحب نے صرف دھوکے کی خاطر حقیقت سے
فرار اختیار کرتے ہوئے کذب صریح کا کمزور سہارا لیا۔ مولوی اسماعیل صاحب
حقیقت کو پوری طرح جانتے تھے جس کی دلیل اس حدیث کی سند کا ان کا مکمل نقل
کرنا ہے۔ لیکن صرف لفظ "حمیری" لا کے دھوکہ دے کر راوی حدیث کو کذاب اور
وضاع ثابت کرنے کی کوشش کی اور اس پر طعن کی۔ حالانکہ جو "حمیری" اشتراکی
ہے اس کا پورا نام محمد بن اسماعیل حمیری ہے اور یہ اس حدیث کا راوی ہی نہیں ہے

بلکہ اس حدیث کا راوی ابو العباس عبد اللہ بن جعفر حمیری صاحب قرب الاسناد ہے جو امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کا ساتھی اور ان کے بڑے علماء میں سے ہے۔

اسماعیل صاحب نے تبرا بازی میں اس قدر غلو کیا کہ بیگانے تو بیگانے اپنوں کو بھی معاف نہیں کیا۔ دیکھئے امام عسکری کے دوست اور ساتھی کو کذاب، وضاع، شرابی اور روسیاہ ثابت کر دیا اور لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ کا طوق ماتھے پر سجا لیا ہے

یوں نظر دوڑے نہ برچھی تان کر
اپنے بیگانے ذرا پہچان کر!

یہ ہے معصومین کی محبت اور اہل بیت کا حال۔ اسماعیل صاحب کا یہ سیاہ کارنامہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تین صاحبزادیوں کو آپ کی اولاد سے نکال دینے کے لیے ہے۔

بنات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسری اسناد سے ثبوت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیوں والی روایات کا سلسلہ انہی دو راویوں (مسعدہ بن صدقہ اور حمیری) سے ہی نہیں چلتا کہ شیعہ لوگ کہہ سکیں۔ کہ یہی دو راوی تھے جن کی اسماعیل (شیعہ) نے تردید کر دی ہے۔ (اگرچہ ہم نے ان کے اس فراڈ کی تار پود بکھیر کے رکھ دی ہے) بلکہ ان کے علاوہ کتب شیعہ میں اس حدیث کی اور اسناد بھی ہیں جیسا کہ ملا باقر مجلسی نے ان کو نقل کیا ہے۔

اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو۔

مرأة العقول:۔

رَوَى الصَّدُوْقُ فِي الْخِصَالِ بِإِسْنَادِهِ عَنْ أَبِيْ بَصِيْرٍ عَنْ أَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ وُلِدَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ مِنْ خَدِيْجَةَ الْقَاسِمُ وَالطَّاهِرُ وَ هُوَ عَبْدُ اللّٰهِ وَ أُمُّ كُلْثُوْمٍ وَ رُقَيَّةُ وَ زَيْنَبُ وَ فَاطِمَةُ۔

(مرأة العقول شرح الاصول والفروع جلد اول ص ۳۵۲)

ترجمہ:۔ شیخ صدوق نے خصال میں اپنی سند کے ساتھ ابو بصیر سے روایت کی اور اس نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے کہ آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے حضرت قاسم طاہر اور ان کو عبد اللہ کہتے ہیں، ام کلثوم، رقیہ، زینب اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہم پیدا ہوئے۔

مرأة العقول:۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَوَّلُ مَنْ وُلِدَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ قَبْلَ النُّبُوَّةِ الْقَاسِمُ وَيُكَنّٰى بِهٖ ثُمَّ زَيْنَبُ ثُمَّ رُقَيَّةُ ثُمَّ فَاطِمَةُ ثُمَّ أُمُّ كُلْثُوْمٍ ثُمَّ وُلِدَ لَهٗ

فِي الْإِسْلَامِ عَبْدُ اللّٰهِ فَسُمِّيَ الطَّيِّبَ وَالطَّاهِرَ وَأُمُّهُمْ جَمِيْعًا خَدِيْجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ۔

(مرآۃ العقول مصنفہ ملا باقر مجلسی جلد ۵ ص ۲۵۲)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے قبل از نبوت حضرت قاسم پیدا ہوئے جن کی وجہ سے آپ کی کنیت ابوالقاسم تھی۔ پھر حضرت زینب پھر سیدہ رقیہ پھر سیدہ فاطمہ پھر سیدہ ام کلثوم پیدا ہوئیں۔ پھر بعد از اعلان نبوت آپ کے ہاں حضرت عبداللہ پیدا ہوئے جن کو طیب و طاہر کہا جاتا ہے۔ اور ان سب کی والدہ ماجدہ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا تھیں۔

معلوم ہو گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں صاحبزادیاں حقیقی یا صلبی ہیں۔ جس کا ثبوت آپ نے شیعہ مسلک کی معتبر کتب کے مختلف حوالہ جات سے ملاحظہ فرما لیا۔
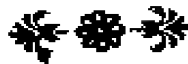
چار عدد بنات رسول صلی اللہ علیہ وسلم والی حدیث خصائل

صدوق رئیس شیعی کی بدحواسی

قول مقبول:۔

حدثنا محمد بن الحسن بن احمد بن الوليد قال
حدثنا محمد بن الحسن الصفار عن احمد
بن محمد بن خالد قال حدثني ابو علي
الواسطي عن عبد الله بن عصمة عن يحيى بن
عبد الله بن عمرو بن ابي المقدام عن ابيه عن
ابي عبد الله عليه السلام قال دخل رسول
الله منزله فاذا عائشة مقبلة على فاطمة
تصايحها وهي تقول والله يا بنت خديجة
ما ترين الا ان لامك علينا فضلا واي
فضل كان لها علينا ما هي الا كبعضنا فسمع
مقالتها فلما رأت فاطمة رسول الله بكت
فقال ما يبكيك يا بنت محمد قالت ذكرت
امي فتنقصتها فبكيت فغضب رسول الله ثم قال
مه يا حميراء فان الله تبارك وتعالى بارك في الودود
الولود وان خديجة ولدت مني طاهرا وهو
عبد الله وهو المطهر وولدت مني القاسم

وَفَاطِمَةَ وَرُقَيَّةَ وَاُمَّ كُلْثُوْمٍ وَزَيْنَبَ وَ اَنْتِ مِمَّنْ اَعْقَمَ اللّٰهُ رَحِمَهٗ فَلَمْ تَلِدِیْ شَيْئًا۔

(خصال الشیخ الصدوق الباب السبع جلد ۲ ص ۴۰۴)

ترجمہ: (بحذف اسناد) راوی کہتا ہے۔ کہ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کاشانہ اقدس میں تشریف فرما ہوئے۔ اور عائشہ بی بی جناب فاطمہ کے خلاف چلا رہی تھی۔ اور کہہ رہی تھی۔ کہ اے بنت خدیجہ تو عقیدہ رکھتی ہے۔ کہ تیری ماں کو ہم پر فضیلت ہے۔ حالانکہ اسے ہم پر کیا فضیلت ہے۔ وہ بھی ہم عورتوں میں سے ایک عورت تھی۔ نبی کریم نے عائشہ کی یہ بات سُن لی جب فاطمہ نے رسول کریم کو دیکھا تو رو پڑیں۔

حضور نے رونے کا سبب پوچھا۔ تو آپ نے عرض کیا۔ کہ عائشہ نے میری ماں کا ذکر کیا ہے۔ اور اس کی تنقیص کی ہے۔ پس میں رو پڑی۔ حضور پاک غضبناک ہوئے۔ پھر فرمایا۔ اے حمیرا تو ان باتوں سے رک جا تحقیق اللہ نے محبت کرنے والی اور بچے جننے والی بیویوں میں برکت دی ہے۔ اور خدیجہ نے مجھ سے یہ بچے جنے۔ عبداللہ۔ قاسم، فاطمہ، رقیہ، ام کلثوم، زینب اور تو اے عائشہ ان عورتوں سے ہے۔ اللہ نے جن کے رحم کو بند اور بانجھ فرمایا ہے۔ پس تو نے کچھ بھی جنا نہیں۔

کتب شیعہ میں مذکورہ حدیث کی آج تک کسی شیعہ عالم نے تردید نہیں کی۔ اور نہ ہی اس کے صحیح ہونے کی آج تک کسی شیعہ مجتہد نے تصدیق کی ہے۔ معلوم ہوا۔ کہ مذکورہ روایت معتبر نہیں ہے اور اس کے غیر معتبر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا راوی عمرو بن ابی المقدام ہے۔ اور کتب شیعہ جامع الرواۃ ص ۶۱۹ ج ۱ کتاب شیعہ معرفت اخبار رجال ص [illegible] اور

کتاب تنقیح شفاء الصدور شرح زیارۃ العاشور ص۲۰۳ میں لکھا ہے۔ کہ عمرو بن ابی المقدام پہلے درجے کا جھوٹا ہے۔ اور زیادہ مقدار میں مخلوق خدا کو اس نے گمراہ کیا ہے۔ پس جھوٹے اور گمراہ کرنے والے راوی کی روایت غیر معتبر ہے۔ اور جب روایت ہمارے امام کا فرمان ہی نہیں ہے۔ تو ہم جواب کس بات کا دیں؟

(قول مقبول فی اثبات وحدۃ بنت الرسول ص۱۹۹ تا ۲۰۳
مولفہ غلام حسین نجفی شیعی مطبوعہ ماڈل ٹاؤن لاہور)

جواب :-

نجفی کی بحث کا تحقیقی جواب ذکر کرنے سے پہلے چند سطور قول مقبول کے مصنف کے انداز تحریر اور سوال و جواب کے متعلق گوش گذار کرنے ضروری سمجھتا ہوں۔ تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ کس فکری سوچ کا شاہسوار ہے۔ اور اس کے قلب و دماغ میں حماقت و تعصب کے کس قدر سیاہ بادل چھائے ہوئے ہیں۔

اہل سنت کی طرف سے ان مسائل و واقعات میں مذکورہ حوالہ جات دیگر کتب شیعہ سے دیئے جاتے ہیں ان کو ذکر کرنے کے بعد تمسیدی طور پر یہ شخص عجیب و غریب لن ترانیاں کرتا ہے۔ کہ میں سنیوں کی اس دلیل کا منہ توڑ جواب دوں گا۔ کوئی شخص اس کا رد کر سکے گا وغیرہ وغیرہ۔ ایسے ادعیا نہ دعاوی کے بعد جب بقول خود "لا جواب" جواب تحریر کرنے لگتا ہے۔ تو پھر دل کی جلن تبرہ بازی کے ذریعہ پوری کرتا ہے۔ اور ان دعوہ جات اور تبرہ بازیوں میں اس قدر مشغول ہو جاتا ہے۔ کہ پڑھنے والا یہ سمجھنے لگتا ہے۔ کہ اس کا جواب صرف تبرہ بازیاں ہی ہیں۔ اور ہر قاری یہ محسوس کرتا ہے۔ کہ اس نجفی شیعی کی وہی کیفیت ہے۔ جب بلی کسی شیر کی گرفت میں آجانے کا یقین کر لیتی ہے۔ تو بدحواسی اور بیچارگی کے عالم میں اس سے جو ہو سکتا ہے۔ کرتی ہے یا پھر قرآن کریم کی گئی کی جو

کہ بات مذکور ہوئی۔ وہ یہ کہ اگر اس پہ بوجھ ڈالو تب بھی زبان نکالے ہانپتا رہتا ہے۔ اور
اگر نہ بوجھ ہو تو بھی اس کی زبان تالو سے نہیں لگتی۔ صرف فرق اتنا ہے کہ اس کی
زبان تھی اور اس کا قلم ہے۔ جا بجا قلم سے اس نے حضرات صحابہ کرام پر اعتراض کا مشغلہ بنا
لیا ہے۔ دس دس بارہ بارہ صفحات اسی کیفیت کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ جب حسب
معمول اپنا کام کر لیتا ہے۔ تو پھر ان یا تک چند دعووں کے مطابق جواب شروع کرتا
ہے۔ لیکن وہ محض ریت کا ٹیلہ یا راکھ کا ڈھیر ہوتے ہیں۔ جو تحقیق و تدقیق کی ہواؤں کی ہوا
کے سامنے ٹھہرنے کی سکت نہیں رکھتے۔ یا یوں کہہ لیجئے۔ کہ ان کے ادعا کے مطابق وہ
ابرہہ کے ہاتھی ہیں۔ جو ابابیل کی پھینکی ہوئی بظاہر معمولی کنکریوں سے اُگلے ہوئے
بھُوسہ کی طرح ختم ہو جاتے ہیں۔ اکثر جوابات ایسے ہیں۔ جن میں کسی اصول کے تحت
گفتگو ہی نہیں کی گئی۔ پس ڈوبتے کو جب تنکا مل گیا۔ تو اسے شمشیر سمجھ بیٹھا اور اسی پر
ملت شیعہ کا وکیل بن بیٹھا۔ خود بھی غرق ہوا۔ اور موکلین کو بھی خوب غوطے دلوائے۔

حدیث زیر بحث کے ذکر کرنے سے پہلے ہم نے چند اس موضوع پر اہل سنت کے
اعتراضات ذکر کئے۔ اور ان میں سے ہر ایک کا یہی جواب دیا گیا۔ کہ نیابت رسول کے متعلق
جو روایات اہل سنت نے ہماری کتب سے پیش کی ہیں۔ وہ بے سند ہیں۔ لہٰذا وہ حجت
نہیں بن سکتیں۔ لیکن اس حدیث کو چونکہ سند کے ساتھ ذکر کیا گیا۔ اس لئے اس کا جواب
وہ تو نہ بن سکا۔ جو اس سے پہلے اعتراضات کا دیا گیا۔ لہٰذا گرگٹ کی طرح اب رنگ
بدلا۔ اور اہل سنت کے اکابر پر طعن سب و تبرا بازی کر کے اپنی غذا حاصل کی۔ نتیجہ
جو نکلا۔ وہ یہ کہ اس حدیث کا ایک راوی "عمرو بن ابی المقدام" جھوٹا اور مخلوق خدا کو
گمراہ کرنے والا ہے۔ جیسا کہ چند کتب شیعہ کا حوالہ بھی دیا۔ لہٰذا ایسے کذاب و مضل کی
روایت کا جواب کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔

ان کتابوں میں سے دو کتب میں بقول نجفی عمرو بن ابی المقدام کو جھوٹا وغیرہ کہا گیا ہے۔

فی الحال میرے پاس تنقیح المقال مؤلفہ شیخ عبداللہ مامقانی نہیں۔ لیکن معرفت اخبار رجال اور جامع الرواۃ میرے سامنے ہیں۔ ان کی ورق گردانی کی۔ تو مذکور راوی کے متعلق ان دونوں کتابوں میں یہ مضمون ملا۔ "ایک آدمی نے کہا کہ ہم کعبہ شریف کے صحن میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر تھے۔ کسی نے آپ سے پوچھا۔ اس سال تو بہت سے لوگوں نے سعادت حج حاصل کی۔ آپ نے یہ سن کر فرمایا۔ نہیں نہیں۔ بلکہ بہت کم لوگوں نے یہ سعادت پائی ہے۔ اسی گفتگو کے دوران عمرو بن ابی المقدام کا وہاں سے گذر ہوا۔ تو امام موصوف نے فرمایا یہ ہے ایک وہ شخص جو حجاج کرام میں سے ہے۔

(۱) معرفت اخبار رجال معروف رجال کشی ص۳۲۳ مطبوعہ کربلا

(۲) جامع الرواۃ جلد اول ص۶۱۲ مطبوعہ قم جدید)

ان دونوں کتابوں کو ہم نے بغور دیکھا۔ کسی ایک کتاب یں کہیں بھی کوئی ایسی تحریر نہ ملی جس سے عمرو بن ابی المقدام کے بارے میں وہ لفظ ہوں جو نجفی شیعی نے جواب کے۔ ہاں اگر کچھ تحریر دستیاب ہوئی۔ تو وہی جو اوپر مذکور ہوئی۔ اس تحریر سے تو نجفی پہ اور قیامت ٹوٹ پڑی جس شخص کو امام جعفر رضی اللہ عنہ حجاج کرام میں ایک خوش نصیب فرد قرار دیں۔ جو بصیرت قلبی کے ساتھ مناسک ادا ہوا۔ اور خوش قسمت کو ایک قسمت کھلا "جھوٹا اور گمراہ کنندہ" قرار دے۔ ؎ برایں عقل و دانش بباید گریست۔

علامہ الحلی نے اپنا فیصلہ اسی راوی کے بارے میں یوں تحریر کیا۔ جو ابن غضائری کے فیصلہ کا آئینہ دار ہے۔ "جن لوگوں نے عمرو بن ابی المقدام پر طعن کیا ہے۔ وہ غلط ہے بلکہ میرے نزدیک وہ ثقہ ہے۔"

دراصل ان جوابات کی ضرورت اسی قسم کے "ہٹ دھرم" لوگوں کو اس لیے پیش آتی ہے کہ وہ کسی طور پہ ماننے کے لیے تیار نہیں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں چار تھیں۔ کیونکہ اس اقرار کے بعد مجبوراً منطقی طور پر نہیں یہ ماننا پڑتا ہے کہ حضرت عثمان

قُرَيْشٍ قَالَ كُنَّا بِفِنَاءِ الْكَعْبَةِ وَأَبُو عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَاعِدٌ فَقِيلَ لَهُ مَا أَكْثَرَ الْحَاجَّ فَقَالَ مَا أَقَلَّ الْحَاجَّ فَمَرَّ عَمْرُو بْنُ أَبِي الْمِقْدَامِ فَقَالَ هٰذَا مِنَ الْحَاجِّ وَعَنْوَنَهُ الْعَلَّامَةُ تَارَةً فِي الْقِسْمِ الْأَوَّلِ مِنَ الْخُلَاصَةِ ...... وَقَالَ فِي كِتَابِهِ الْآخَرِ عَمْرُو بْنُ أَبِي الْمِقْدَامِ ثَابِتٌ الْعِجْلِيُّ مَوْلَاهُمْ الْكُوفِيُّ طَعَنُوا عَلَيْهِ مِنْ جِهَةٍ وَلَيْسَ عِنْدِي كَمَا زَعَمُوا وَهُوَ ثِقَةٌ

(تنقیح المقال جلد دوم ص۳۲۳ من ابواب العین
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔ ابن غضائری کی ایک دوسری کتاب سے بہت سے شیعہ علماء نے عمرو بن ابی المقدام کی توثیق کی ہے۔ علامہ کشی صاحب رجال کشی نے روایت کی۔ کہ ایک قریشی نے بیان کیا۔ ہم کعبہ مکرمہ کے صحن میں تھے۔ اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ وہاں تشریف فرما تھے۔ آپ سے کہا گیا۔ حضرت اس سال حاجیوں کی کتنی کثیر تعداد ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اس سال کتنے کم حاجی ہیں۔ (دونوں اقوال بطور تعجب ہیں) اس دوران عمرو بن ابی المقدام وہاں سے گزرا۔ تو امام موصوف نے فرمایا۔ یہ اصل حاجیوں میں سے ہے۔

علامہ حلی نے یعنی عمرو بن ابی المقدام کو اپنی اسماء رجال کی کتاب خلاصہ میں قسم اول کے راویوں میں شمار کیا اول درجہ کے ثقہ لوگوں میں سے

اور ابن غضائری نے اپنی ایک اور کتاب میں کہا کہ یہ شخص عمر بن المقدام
ثابت العجلی مولائی کوفی ہے لوگوں نے ایک وجہ سے طعن کیا ہے لیکن ان
کا یہ زعم ہے میں اس شخص کو توثقہ مانتا ہوں۔

تنقیح المقال:-

وَتَنْقِيحُ الْمَقَالِ فِي حَالِ الرَّجُلِ أَنَّهُ لَا
شُبْهَةَ فِي كَوْنِهِ شِيعِيًّا إِمَامِيًّا كَمَا
يَظْهَرُ مِنْ عَدَمِ غَمْزِ النَّجَاشِيِّ وَالشَّيْخِ
فِي مَذْهَبِهِ وَيُسْتَفَادُ مِنْ جُمْلَةِ أَخْبَارِهِ
مِثْلُ مَا رَوَاهُ فِي كَشْفِ الْغُمَّةِ عَنْهُ قَالَ
كُنْتُ إِذَا نَظَرْتُ إِلَى أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
عَلِمْتُ أَنَّهُ مِنْ سُلَالَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَآلِهِ وَرَوَاهُ فِي الْمَنَاقِبِ عَنْ حِلْيَةٍ عَنْهُ
إِلَّا أَنَّهُ أَبْدَلَ النَّبِيَّ بِالنَّبِيِّينَ وَمَا
رَوَاهُ فِي الرَّوْضَةِ عَنْهُ قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ
إِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى زَيَّنَ شِيعَتَنَا بِالْحِلْمِ
وَغَشَّاهُمْ بِالْعِلْمِ لِعِلْمِهِ بِهِمْ قَبْلَ أَنْ
يَخْلُقَ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَإِنَّهُ لَوْ لَا
كَوْنُهُ شِيعَتَنَا لَمَا قَالَ الْقَوْلَ الْأَوَّلَ
وَلَمَا قَالَ لَهُ الصَّادِقُ مَا قَالَ وَحَيْثُ
كَانَ إِمَامِيًّا أَمْكَنَ إِدْرَاجُهُ فِي الْحِسَانِ

بِاعْتِبَارِ رِوَايَةِ ابْنِ اَبِيْ عُمَيْرٍ وَالْحَسَنِ بْنِ مَحْبُوْبٍ وَصَفْوَانَ بْنِ يَحْيٰى وَغَيْرِهِمْ مِنَ الْاَجِلَّةِ عَنْهُ وَظُهُوْرِ كَوْنِهِ مُعْتَمَدًا مَقْبُوْلَ الرِّوَايَةِ عِنْدَ الصَّدُوْقِ مِنْ كَلَامِهِ فِيْ صِفَةِ وُضُوْءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ۔

(تنقیح المقال جلد دوم ص۳۲۳ باب عمرو۔ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: ابن مرولیعنی عمرو بن ابی المقدام کے متعلق حقیقت حال یہ ہے کہ یہ بلاشک شیعہ امامی تھا۔ جیسا کہ شیخ طوسی اور نجاشی سے اس کی مذہب پر تنقید ذکر نے کی وجہ ظاہر ہے۔ اور اس کی تمام روایتوں سے استفادہ کیا جاتا ہے ان میں سے ایک روایت جو کشف الغمہ میں مذکور ہے۔ یہ کہ ابو عمرو بن ابی المقدام جب بھی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے چہرہ کو تک کو دیکھتا تو مجھے یقین ہو جاتا کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشہ ہیں۔ اور مناقب میں حلیتہ سے روایت کرتے ہوئے یہی کہا۔ لیکن یہاں سلالۃ النبی کی جگہ سلالۃ النبیین کہا۔ اور روضہ میں اس سے ایک روایت یوں آئی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے شیعوں کو علم وافر عطا کیا۔ اور بڑو باری سے مزین فرمایا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے قدیم علم کی وجہ سے جانتا تھا۔ کہ شیعہ ایسے ہی ہوں گے۔ جب کہ حضرت آدم ابھی پیدا ہی نہیں کیا ہوئے تھے لہٰذا اگر وہ عمرو بن ابی المقدام شیعہ نہ ہوتا۔ تو چہلا مذکورہ قول نہ کرتا۔ اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اس کے بارے میں وہ کچھ نہ فرماتے۔ جو

انھوں نے فرمایا۔ جبکہ اس کا امامی ہونا ظاہر ہے۔ تو اس کی روایت کو حسن روایات میں شامل کرنا درست ہوا۔ کیونکہ ابن ابی عمیر، حسن بن محبوب۔ حسن بن محبوب، صفوان بن یحییٰ وغیرہ جلیل القدر حضرات نے اس سے حدیث کی روایت کی۔ اور قابل اعتبار، مقبول الروایت ہونے کی بڑی دلیل یہ ہے کہ شیخ صدوق نے اپنی کلام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کی ترکیب میں عمرو بن ابی المقدام کی روایات لی ہیں۔

تنقیح المقال:۔

صاحب تنقیح المقال نے عمرو بن ابی المقدام کے حالات زندگی اور اس کی روایت کے مقام پر جرح و تعدیل کے ضمن میں خاصی لمبی چوڑی تحریر کے بعد لکھا۔ کہ میرے گمان میں اس کے متعلق جو ابن غضائری نے یہ لکھا کہ ہمارے اصحاب نے اس پر طعن کیا۔ اس سے مقصد و مراد یہ ہے کہ لوگوں نے اسے شیعوں میں سے فرقہ زیدیہ میں شمار کیا ہے۔ کیونکہ اس کا باپ، اس کا چچا زاد بھائی اور اس سے آگے روایت کرنے والوں کی ایک بہت بڑی تعداد زیدیہ تھی۔ لیکن صاحب تنقیح المقال اس کے زیدی ہونے کی تردید کرتا ہے۔

وَاَنْتَ خَبِيْرٌ بِاَنَّهٗ لَا مُلَازَمَةَ بَيْنَ كَوْنِ اَبِيْهِ وَعَمِّهٖ وَمَنْ يَرْوِيْ عَنْهُ مِنَ الزَّيْدِيَّةِ وَبَيْنَ كَوْنِهٖ زَيْدِيًّا سِوَى الْمَظَنَّةِ وَلَا يَبْعُدُ عَلٰى هٰذَا اَنْ يَكُوْنَ الْغَضَائِرِيُّ فَحَصَ عَنْ زَيْدِيَّتِهٖ فَوَجَدَهٗ اِمَامِيًّا ثِقَةً وَبِذٰلِكَ رَدَّ الْغَضَائِرِيُّ عَلَيْهِ بِقَوْلِهٖ وَهُوَ لَيْسَ عِنْدِيْ كَمَا زَعَمُوْا

وَهُوَ ثِقَةٌ وَاَقُوْلُ يَشْهَدُ بِشَهَادَةٍ قَوِيَّةٍ بِكَوْنِهٖ اِمَامِيًّا مَا رَوَاهُ فِي الْكَافِيْ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيٰى ...... عَنْ عَمْرِو بْنِ اَبِي الْمِقْدَامِ قَالَ رَاَيْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ بِالْمَوْقِفِ وَهُوَ يُنَادِيْ بِاَعْلٰى صَوْتِهٖ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ الْاِمَامَ ثُمَّ كَانَ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ ثُمَّ الْحَسَنُ ثُمَّ الْحُسَيْنُ ثُمَّ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ ثُمَّ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ ثُمَّ هَـٰهْ فَيُنَادِيْ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ لِمَنْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَعَنْ يَمِيْنِهٖ وَعَنْ يَسَارِهٖ وَمِنْ خَلْفِهٖ اِثْنَا عَشَرَ صَوْتًا ...... بَلْ ظَاهِرُ رِوَايَتِهٖ لَهٗ كَوْنُهٗ مُزْعِجًا بِهٖ مُصَدِّقًا بِمَضْمُوْنِهٖ مُؤْمِنًا بِاِمَامَةِ قَائِلِهٖ كَمَا لَا يَخْفٰى.

(تنقیح المقال جلد دوم ص ۳۲۲ باب عمرو)

ترجمہ: تم بخوبی جانتے ہو کہ عمرو بن ابی المقدام کے باپ، چچا اور اس سے روایت کرنے والوں کے زیدی ہونے سے خود اس کا زیدی ہونا ثابت کرنا محض ایک تہمت ہے۔ یعنی ممکن ہے کہ علامہ غضائری نے اس کے زیدی ہونے کی تحقیق کرتے کرتے اس کو ثقہ امامی پایا ہو۔ اسی وجہ سے اس (عمرو بن ابی المقدام) پر طعن کرنے والوں کا رد کرتے ہوئے لکھا۔ میرے نزدیک مذکورہ عمرو ان طعن کرنے والوں کے گمان سے

مطابق پورا نہیں اترتا۔ کیونکہ وہ ایک ثقہ آدمی ہے "

میں کہتا ہوں۔ کہ عمرو بن ابی المقدام کے امامی ہونے کی ایک بہت بڑی قوی شہادت وہ روایت ہے۔ جو الکافی میں اس سے مروی ہے۔ وہ یہ کہ محمد بن یحییٰ الاخر عمرو بن ابی المقدام سے روایت کرتا ہے کہ اس نے کہا میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو موقف میں دیکھا۔ آپ اس وقت باآواز بلند فرما رہے تھے "لوگو! تمہارے سب سے پہلے امام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ ان کے بعد حضرت علی پھر امام حسن، پھر امام حسین پھر ان کے بیٹے علی، پھر علی کے بیٹے محمد الاخر" تو یہ اعلان آپ نے تین مرتبہ سامنے کی طرف تین مرتبہ دائیں جانب اور تین مرتبہ بائیں طرف پیچھی اور تین مرتبہ طرف پیچھی طور پر بارہ مرتبہ فرمایا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بلکہ اس عمرو بن ابی المقدام کی اس روایت سے بالکل ظاہر ہے کہ وہ اس مضمون کی تصدیق کرتا ہے۔ اور اس پر اس کا یقین ہے۔ اور اس کلام کے قائل کے بارے میں امامت کا معتقد ہے۔ کما لا یخفیٰ۔

مذکورہ تین حوالہ جات سے درج ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ عمرو بن ابی المقدام بہت سے شیعہ علماء کے نزدیک ثقہ راوی ہے۔

۲۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ یہ شخص اصل حاجی ہے جس کا حج عند اللہ مقبول ہے۔

۳۔ ابن غضائری نے اس کی ثقاہت کو اس قدر پختگی کے ساتھ ذکر کیا۔ کہ ضعف کہنے والوں کی تردید کردی۔

۴۔ شیخ طوسی اور نجاشی نے بھی کوئی تنقید و طعن اس پر نہیں کیا۔

فصل سوم

بنات رسول کو آپ کی ربیبہ ثابت کرنے پر نجفی شیعی کے چودہ دلائل اور ان کے دندان شکن جوابات

دلیل اوّل: وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ۔ (پ۲ البقرہ آیت ۲۲۱)

ترجمہ:۔ اے مسلمانو مشرک عورتوں سے اس وقت تک نکاح نہ رچاؤ جب تک وہ حلقہ بگوش اسلام نہ ہو جائیں۔ اور ایمان والی لونڈی مشرک عورت سے کہیں بہتر ہے اگرچہ وہ (مشرک عورت) تمہیں بھلی ہی کیوں نہ لگے۔ اور مشرک مردوں کو بغیر ایمان قبول کئے تم رشتہ مت دو۔ اور مومن غلام مشرک آدمی سے کہیں بہتر ہے۔ اگرچہ وہ مشرک تمہیں اچھا ہی کیوں نہ لگے۔

ارباب انصاف! میں ایک گزارش کرنا چاہتا ہوں۔ کہ جن لڑکیوں کے بارے میں جھگڑا ہے۔ کہ وہاں اہل حدیث کا عقیدہ و ایمان ہے۔ کہ وہ نبی پاک کی اپنی لڑکیاں تھیں۔ اور شیعہ بھائیوں کا عقیدہ ہے۔ کہ وہ حضور کی پالتو تھیں۔

ان لڑکیوں کے بارے میں تاریخ اسلام نے ایک بہت پریشانی بھی مسلمانوں کے شامل

دی ہے۔ کہ ابتداء میں وہ تین لڑکیاں زینب، ام کلثوم، رقیہ ان تین کافروں سے بیاہی
گئی تھیں۔ زینب ابوالعاص سے، رقیہ عتبہ سے اور ام کلثوم عتیبہ سے چونکہ کفار کو بیٹی دینا
گناہ ہے۔ اور شیعوں کے نزدیک نبی پاک ہر گناہ سے پاک ہیں۔ اگر وہ لڑکیاں حضور کی اپنی
تھیں۔ تو لازم آئے گا۔ کہ نبی پاک معاذ اللہ گناہگار تھے۔ اور تاریخ نے یہ بھی بتایا ہے۔ کہ وہ
لڑکیاں حضور پاک کی بیوی خدیجہ کی پالتو تھیں۔ اس صورت میں حضور کی عزت پر کوئی حرف
نہیں آتا۔ پس شیعہ لوگ نبی پاک کی عصمت کی حفاظت کی خاطر یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ وہ
لڑکیاں نبی پاک کی اپنی نہ تھیں۔ خدیجہ کی پالتو تھیں۔ اور اس عقیدے کے صحیح ہونے پر شیعہ
بحمداللہ قرآن و حدیث اور عقل و تاریخ سے ثبوت بھی رکھتے ہیں۔

(قول مقبول فی اثبات وحدۃ بنت رسول مصنفہ غلام حسین نجفی شیعی
صفحہ ۱۴۳ - ۱۴۵)

خلاصہ دلیل:

نجفی شیعی نے قول مقبول میں جو کچھ لکھا۔ اس کا خلاصہ یہ ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن
مجید میں مشرکین کے ساتھ مسلمانوں کو عقد نکاح دینے سے منع فرمایا۔ کیونکہ یہ ایک برا فعل
ہے۔ لہٰذا اگر یہ مان لیا جائے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹیوں کا مشرکین سے عقد کیا
تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک بہت بڑے گناہ کے مرتکب ہوئے۔ حالانکہ نبی گناہوں سے
معصوم ہوتا ہے۔ اس لیے جب مذکورہ تین بیٹیاں حضور کی حقیقی نہ ہوں۔ تو اس سے آپ صلی اللہ
علیہ وسلم کی ذات مقدسہ پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔

جواب:

نجفی شیعی کے اس فریب بھرے استدلال کا جواب دینے سے قبل ہم ضروری
سمجھتے ہیں۔ کہ دو ایک اصول اور ضابطے ذکر کر دیئے جائیں۔ جن پر اہل تشیع و جملہ مسلک اتفاق

ہے کیونکہ ان ضوابط کے ذکر کے بعد بھی شیعی کے بہت سے اسی موضوع پر دلائل خود بخود بے بنیاد ثابت ہوں گے۔ اور حق و باطل نکھر کر سامنے آ جائیں گے۔

۱۔ قرآن پاک یک مرتبہ مکمل طور پر نازل نہ ہوا۔ بلکہ آہستہ آہستہ موقع و محل کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اتارا۔ اس لیے نبی دور میں ناسخ اور منسوخ کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ جیسا کہ تحریف قرآن کی بحث میں ہم اس کی پوری تفصیل لکھ چکے ہیں

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال میں سے کوئی فعل اس وقت تک آپ کے ساتھ مخصوص نہیں ہوتا جب تک اس کی تخصیص کی کوئی بیّن دلیل نہ ہو۔ ورنہ وہ فعل عام افعال کے زمرے میں آئے گا۔

۳۔ جو احکامات ابتداء اسلام میں امت محمدیہ کے لیے نازل ہوئے۔ وہ بلا استثناء تمام امت کے لیے ہوتے ہیں۔ تمام صحابۂ کرام، اہل بیت اور دیگر افراد امت اس پر عمل کرنے کے پابند ہوتے ہیں۔ ہاں اگر کسی صحابی یا اہل بیت کے فرد کے بارے میں کوئی تخصیصی نص وارد ہو۔ تو وہ ان احکامات سے مستثنیٰ ہو گا۔

۴۔ احکامات شرعیہ کے نزول سے قبل اور نزول کے بعد ان میں فرق ایک بدیہی امر ہے۔ یعنی بہت سی باتیں شریعت کے نزول سے قبل کسی سابقہ شریعت کے مطابق عملی طور درست تھیں۔ لیکن شریعت محمدی نے اس کو تبدیل کر کے کوئی نئی صورت جاری فرما دی۔ ان تمام امور پر اہل تشیع کا بھی اجماع اور اتفاق ہے۔

حضرات قارئین و ناظرین! ان مذکورہ ضوابط کی وضاحت اور تشریح کی خاطر چند ایک مثالیں ذکر کر دی جاتی ہیں۔ تاکہ بات واضح ہو جائے۔

۱۔ اسلام کے ابتدائی دور میں حکم یہ تھا۔ کہ اگر کسی عورت کا خاوند فوت ہو جائے۔ تو وہ ایک سال پوری عدت گزارے۔ لیکن بعد میں اس عدت کو منسوخ کر دیا گیا۔ اور نئے

سرے سے ایسی عورت کی عدت چار ماہ دس دن مقرر کر دی گئی۔

(حوالہ لوامع التنزیل جلد اوّل)

۲۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بہت سے احکامات شرعیہ کے ظاہری طور پر اسی طرح پابند تھے جس طرح ایک عام امتی پابندی کرتا ہے۔ یہی وجہ تھی۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یکے بعد دیگرے اپنی دو صاحبزادیوں کا عقد حضرت عثمان غنی ذوالنورین سے کیا۔

(انوار نعمانیہ جلد اوّل)

۳۔ اللہ تعالیٰ کا چار تک عورتوں سے شادی کرنے کی اجازت دینا ہر ایک امتی کے لیے عام ہے۔ کوئی صحابی ہو یا اہل بیت کا فرد یا کوئی عام امتی ہو۔ ان تمام کو چار تک بیویاں رکھنے کی اجازت ہے۔ لیکن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جب حضرت خاتون جنت سے شادی کی۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ان کی موجودگی میں کسی دوسری عورت سے شادی کرنا منع فرمایا تھا۔

(جلاء العیون)

۴۔ جب تک شریعت نے کسی مسلمان کی زندگی کے بعد اس کے دفنانے سے قبل نماز جنازہ کا کوئی حکم نہ تھا۔ تو بہت سے مسلمان مرد اور عورت بغیر نماز جنازہ پڑھے دفن کیے گئے۔ پھر جب نماز جنازہ لازم قرار دی گئی۔ تو ہر مسلم کو دفنانے سے قبل اس کی ادائیگی فرض ٹھہری۔ اسی طرح جب پانچ وقت کی نماز فرض نہ ہوئی تھی۔ تو کسی صحابی یا اہل بیت کے فرد نے پانچ وقت کی نماز فرض سمجھ کر نہیں پڑھی۔

ذکر شدہ چار ضوابط اور ان کی مثالوں کے بعد حضرات ناظرین کرام! میں آپ سے پوچھتا ہوں۔ کہ ابتدائے اسلام کے وقت بیوہ کی عدت ایک سال منسوخ ہونے کے بعد کسی صحابی یا اہل بیت کے کسی فرد نے چار ماہ دس دن سے زائد مدت مقرر ہوئی یا تمام مدت

گذرنے کا کہیں حکم دیا؟ نہیں بلکہ یہ حکم امت کی تمام عورتوں کے لیے برابر ہے جو بیوہ ہو جائیں۔ (اور حاملہ نہ ہوں)۔ اسی طرح جب شریعت مطہرہ نے چار تک بیویاں رکھنے کی پابندی لگا دی۔ تو کیا کسی صحابی یا اہل بیت کے کسی فرد کو یہ اجازت باقی رہی۔ کہ وہ چار سے زائد عورتوں کو بیک وقت نکاح میں رکھ سکے؟

اسی طرح کہیں اس بات کا ثبوت ہو۔ کہ پانچ نمازوں کی فرضیت سے قبل کسی صحابی یا اہل بیت نے پانچ وقت کی نماز فرض سمجھ کر پڑھی؟ اور نماز جنازہ کے احکامات سے قبل کسی صحابی یا اہل بیت کی نماز جنازہ پڑھی گئی؟

اب آیئے اصل جواب کی طرف۔ ان مذکورہ ضوابط اور اصول کے بیان کرنے کے بعد نجفی شیعی کی من گھڑت شریعت سے ان کا موازنہ کریں۔ آپ دیکھیں گے۔ کہ اس کی من گھڑت باتوں کو مد نظر رکھ کر کیا کیا خرابیاں اور کیا کیا اعتراضات لازم آتے ہیں۔ ضابطہ یہ تھا۔ کہ اللہ کا حکم نہ ماننا بڑا کام ہے۔ اور نبی سے ایسے کام کا ہو جانا ناممکن ہے۔

۱۔ ہم پوچھتے ہیں۔ کہ اگر کوئی آدمی اس نجفی شیعی سے دریافت کرے۔ اور بطور الزام اس سے یہ پوچھے۔ کہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا پانچ وقت کی نماز فرض نہیں ادا کرتی تھیں۔ اور ایسا کرنا بہت بڑا کام ہے۔ تو اس برے کام سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نہ روکا۔ نہ روکنا بھی برائی ہے۔ لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم باوجود معصوم ہونے کے اس برائی کے (معاذ اللہ) مرتکب ہوئے۔ اور نجفی شیعی کی من گھڑت دلیل کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم گنہگار ٹھہرے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) بلکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پنجگانہ کے فرض ہونے سے قبل یہ نماز ادا نہ کرنے کی وجہ سے بہت بڑے گنہگار ہوں گے۔ (معاذ اللہ)

۲۔ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے جب اس دارفانی سے انتقال فرمایا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھے بغیر انہیں دفنا دیا تھا۔

(حالانکہ احترام مسلم کے پیش نظر کسی مسلمان مرد و عورت کے فوت ہونے کے بعد اس کی نماز جنازہ نہ پڑھنا بُرا کام ہے۔) اب نجفی شیعی کی گھڑی گھڑائی شریعت کے پیش نظر اس کا نتیجہ یہ نکلنا ضروری ہے۔ کہ کسی مسلمان کی نماز جنازہ نہ پڑھنا بُرا کام ہے۔ اور وہ شخص جو بُرا کام کرے۔ گنہگار ہے۔ لہٰذا (معاذ اللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے انتقال کے بعد ان کی نماز جنازہ نہ پڑھ کر (بزعم شیعہ) بُرا کام کیا۔ اس لیے اس کی وجہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام گنہگار ٹھہرے۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی نماز جنازہ کی عدم ادائیگی اور حضرت خدیجہ کا پنج وقتی فرضی نماز ادا نہ کرنے کی وجوہات

سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا پنجگانہ فرضی نماز ادا نہ کرنا اور ان کے وصال شریف کے بعد ان پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز جنازہ ادا نہ کرنا اگرچہ ہمارا موضوع نہیں لیکن ایک ضابطہ اور اصل کی تشریح کے ضمن میں جب یہ بحث چل نکلی۔ تو میں نے مناسب سمجھا۔ کہ کتب شیعہ سے ہی اس کی وجوہات بیان کر دی جائیں۔ تاکہ خود نجفی شیعی کے من گھڑت اصول کا طلسم تباہ کر دوں۔ اور ساتھ ہی ساتھ اس کی علمی گراوٹ اور بددیانتی و خیانت کا بھانڈہ بھی پھوٹ جائے۔

کشف الغمہ: عن عروۃ بن الزبیر قال توفیت خدیجۃ قبل ان تفرض الصلوٰۃ ..... فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ فی حفرتہا ولم یکن یومئذ سنۃ الجنازۃ۔ (کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ مصنفہ

عیسٰی بن ابی الفتح اردبیلی جلد اول طبع ۵۱۲

مطبوعہ تبریز طبع جدید ۲

ترجمہ :- حضرت عروۃ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس دار فانی سے کوچ فرمایا۔ اس وقت ابھی نماز پنجگانہ فرض نہ ہوئی تھی ۔ ۔ ۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بغیر نماز جنازہ پڑھائے قبر میں اتارا۔ کیونکہ ان دنوں جنازہ پر نماز پڑھنے کا حکم نہ ہوا تھا۔

بحار الانوار :-

تُوُفِّيَتْ خَدِيجَةُ قَبْلَ اَنْ تُفْرَضَ الصَّلٰوةُ ۔ ۔ ۔ ۔

تُوُفِّيَتْ خَدِيجَةُ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ سَنَةَ عَشْرٍ مِنَ النُّبُوَّةِ وَهِيَ ابْنَةُ خَمْسٍ وَّسِتُّوْنَ سَنَةً فَخَرَجْنَا بِهَا مِنْ مَنْزِلِهَا حَتّٰى دَفَنَّاهَا بِالْحُجُوْنِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ فِيْ حُفْرَتِهَا وَلَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ صَلٰوةٌ عَلَى الْجَنَازَةِ ۔

(بحار الانوار جلد ۱۹ ص ۱۳ و ۱۴ مصنفہ ملا باقر مجلسی مطبوعہ تہران جدید)

ترجمہ :- حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نماز فرض کئے جانے سے پہلے ہی انتقال کر گئیں۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ماہ رمضان المبارک نبوت کے دسویں سال ۶۵ برس کی عمر میں وصال فرمایا۔ ہم ان کو ان کے گھر سے لے کر نکلے۔ یہاں تک کہ انہیں حجون کے مقام پر ہم نے دفن کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں قبر میں اتارنے کے لیے قبر میں اترے۔ ان دنوں نماز جنازہ نہ تھی۔

نجفی شیعی کی من گھڑت شریعت کی رُو سے کوئی نبی اعلان نبوت سے قبل کوئی ایسا کام نہیں کرسکتا۔ کہ جس کو بعد میں کسی وقت اللہ تعالیٰ منع کردے۔ کیونکہ اس نے جس انداز سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تین بیٹیوں کے بیٹیاں ہونے سے انکار کے لیے جو دلیل پیش کی۔ وہ اسی اصول کے تحت بنائی گئی۔ یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں کسی مسلمان کو اس بات کی اجازت نہ دی۔ کہ وہ اپنی کسی عورت (بیٹی وغیرہ) کی شادی کسی مشرک مرد سے کردے۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی یہی حکم بطریق اولیٰ ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ آپ نے اپنی تین بیٹیوں (رقیہ۔ ام کلثوم و زینب) کی شادیاں مشرک مردوں سے کی تھیں۔ آپ کو گنہگار ثابت کرنا ہے۔ اس لیے اس جرم کی بجائے آپ کی ان تینوں کو سرے سے بیٹیاں ہی نہ سمجھا جائے۔ تو بہتر ہے۔

تو اس من گھڑت ضابطہ شرعیہ کے بارے میں اس نجفی شیعی سے میں یہ پوچھ سکتا ہوں۔ کہ بغرض محال چلو اس دلیل سے تم نے اپنا اُلّو سیدھا کر لیا ہوگا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بچیوں کا نکاح کفار سے نہیں کیا تھا۔ کیونکہ آپ ان کے باپ نہ تھے۔ کسی اور نے کیا ہوگا۔ جس پر کوئی اعتراض نہیں۔ جب یہ تینوں حضور کی لڑکیاں ہی نہ قرار پائیں۔ تو حضرت عثمان غنی کو آپ کی دامادی کا شرف کیونکر حاصل ہوا۔ لیکن فیصلہ طلب بات یہ ہے۔ کہ آیت مذکورہ میں دونوں طرف سے شادی بیاہ کی ممانعت ہے۔ یعنی جس طرح کسی کافر و مشرک کو مسلمان عورت کا رشتہ دینا اور بیاہنا ممنوع ہے۔ اسی طرح کسی مسلمان کو کافرہ یا مشرکہ کو اپنی زوجیت میں لانا بھی ممنوع قرار دیا گیا۔ لہٰذا چلو تمہارے باطل و لغو ضابطہ کی بنا پر نہ وہ حضور کی صاحبزادیاں تھیں۔ نہ　　نے انہیں مشرکین سے بیاہا۔ لیکن خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی شادی کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔ جب آپ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے شادی کی

تھی۔ اس وقت وہ ایمان دار نہ تھیں۔ کیونکہ شادی کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ کی عمر ۲۵ برس تھی۔ اور اعلان نبوت اس کے ۱۵ برس بعد آپ نے فرمایا اور نبوت کے اعلان کے بعد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا مشرف باسلام ہوئیں یعنی پندرہ سال نکاح میں بغیر ایمان کے رہیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس نکاح کے کرنے سے (معاذ اللہ) تمہارے اصل و ضابطہ کے مطابق گناہگار ہوئے یا نہ؟ اور آپ کی عصمت پر اس سے کوئی حرف آتا ہے یا نہیں آتا؟ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت فرمانے کے بعد عورتوں میں سے اولین مشرف باسلام ہونا کتب شیعہ سے ثابت ہے۔

بحار الانوار:

وَبِاِسْنَادِہٖ یَرْفَعُہٗ اِلٰی مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ

فَكَانَتْ خَدِيْجَةُ اَوَّلَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَصَدَّقَتْ بِمَا جَاءَ مِنْ عِنْدِهٖ۔

(بحار الانوار مصنفہ ملا باقر مجلسی جلد [illegible] ص [illegible] تاریخ نبینا صلی اللہ وآلہ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: سند مرفوع کے ساتھ مروی ہے کہ محمد بن اسحاق راوی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے ایمان لانے والی سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا تھیں۔ اور ان تمام احکامات کی تصدیق کی۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے دے کر بھیجا۔

نجفی شیعی کے استدلال کے مطابق عصمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

تقاضے کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح جناب خدیجہ سے (معاذ اللہ) ناجائز ٹھہرا۔ تو چلو جناب رقیہ، زینب اور کلثوم کو تم ویسے بھی آپ کی حقیقی بیٹیاں نہیں سمجھتے۔ لیکن ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر خدا کو گواہ بنا کر بتلاؤ۔ کہ جب تمہارے مجتہد حضرات کے ضابطے کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت خدیجہ سے نکاح ہی ناجائز ٹھہرا۔ تو پھر ایسے نکاح سے پیدا ہونے والی اولاد کے بارے میں کیا کہو گے؟ سوچو اور فیصلہ کرو۔ ایمان چاہتے ہو تو اب بھی توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔

قارئین کرام! ہم نے بوجہ احقاق حق اور ابطال باطل یہ چند سطور تحریر کیں۔ تاکہ آپ کو نجفی شیعی کے مجتہد حضرات اصول کی خرابیاں اور ان سے پیدا ہونے والی قباحتوں کی نشاندہی کرتے چلیں۔ تاکہ اس قسم کے غلط اور باطل پروپیگنڈہ سے بچا جا سکے۔ ورنہ ان باتوں کو زبان و قلم کے ذریعہ ظاہر کرنا کسی طرح بھی ایک مسلمان کو زیب نہیں دیتا۔ نقل کفر کفر نہ باشد۔

خلاصہ کلام:-

ہم اہل سنت وجماعت کا مسلک یہ ہے۔ کہ آیت مذکورہ کے نازل ہونے کے بعد اس کے احکامات نافذ ہوئے۔ اور اس سے پہلے ان احکامات کی کوئی پابندی نہ تھی خود نجفی شیعی بھی اس کو تسلیم کرتا ہے۔ مگر جب اللہ تعالیٰ ہی گمراہی سے نہ نکالنا چاہے۔ یا ہدایت سے دور رکھے۔ تو اس کا کیا علاج؟ اس گمراہ کن قرار تے وکیل اہل تشیع نے خود ساختہ اصول کے تحت اس آیت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مشتق قرار دے کر یہ ثابت کرنے کی لاحاصل کوشش کی۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی حاصل نہ تھی۔ ہم اپنے مسلک کی تائید قرآن پاک میں مذکور حضرت لوط علیہ السلام کے واقعہ سے بھی کرتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ جب فرشتے شکل انسانی میں ان کے ہاں آئے۔ تو قوم

نے اپنی بُری عادت سے پیش نظر اس سے دوسری برائی کی خواہش کی۔ بالآخر حضرت لوط علیہ السلام نے قوم سے فرمایا۔ اگر تم خواہشات نفسانی کی بہر صورت تکمیل کرنا چاہتے ہو۔ تو (هٰؤُلَاءِ بَنَاتِي هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ) یہ میری بیٹیاں ہیں۔ وہ تمہارے لیے حلال ہیں۔ یعنی ثابت ہوا۔ کہ حضرت لوط علیہ السلام کی شریعت میں مسلمان عورت کی کافر سے شادی درست تھی۔ اور یہی حکم ابتدائے اسلام میں رو بعمل ہوا۔ جس کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹیوں کی شادی مشرکین سے کی۔ پھر وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ الخ والی آیت نے اس پہلے حکم کو منسوخ کر دیا۔

نجفی شیعی کی غلط بیانی:۔

نجفی شیعی حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹیوں کے قصہ کی بابت یہ کہتا ہے۔ کہ حضرت لوط علیہ السلام کا قوم کفار کو اپنی بیٹیاں دینا اس کی کوئی اصل نہیں۔ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبہ و عتیبہ وغیرہ کو رقیہ و ام کلثوم کا رشتہ دینا غلط اور باطل ہے۔ اسی طرح لوط علیہ السلام کا واقعہ غلط اور بے بنیاد ہے۔ بلکہ اصل واقعہ یوں ہے۔ کہ حضرت لوط علیہ السلام اپنی نہیں بلکہ اپنی قوم کی بیٹیاں دینے کی پیش کش کی تھی۔ اور اگر اپنی حقیقی مراد لی جائیں۔ تو۔

"پھر مقصد یہ تھا۔ کہ تم مسلمان ہو جاؤ۔ اور میری ان لڑکیوں سے نکاح کر لو۔ جناب لوط کا مقصد یہ ہرگز نہ تھا۔ کہ اس کافر قوم کو ان کے کفر کے با وجود بھی آنجناب لڑکیاں دینے کو تیار تھے۔ اور تمام مذاہب کے پڑھے لکھے علماء بھی میرے مذکور بیان کی تائید کرتے ہیں۔"

(قول مقبول فی اثبات وحدۃ بنت رسول صفحہ ۱۹۱)

دلیل کا خلاصہ:-

نجفی شیعی ثابت یہ کرنا چاہتا ہے کہ جس طرح حضرت لوط علیہ السلام کے دورِ نبوت کی شریعت میں کسی کافر کو کفر پر جتے ہوئے رشتہ دینا جائز نہ تھا۔ اس طرح ہماری شریعت میں کسی کافر و مشرک کو حالت کفر و شرک میں رشتہ دینا جائز نہیں۔ لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی صاحبزادی کی کسی مشرک سے ہرگز شادی نہیں کی۔

ثبوت غلط بیانی:-

کیا سچ کہا کسی نے کہ جب تعصب و عناد کی پٹی آنکھوں پر باندھ لی جائے۔ تو حقائق بالکل اوجھل ہو جاتے ہیں۔ نجفی نے مرا اپنی کتابوں کو دیکھا اور ذرا دیکھتا اور ذرا کہاں میں حضرت لوط علیہ السلام کے قصے کے ذیل میں کیا لکھا ہوا ہے۔ ہم پیش کر دیتے ہیں۔

تفسیر منہج الصادقین:-

هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِیْ ۔ وایشاں دختران من اند ایشاں را بخواہید ہُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ ایشاں پاکیزہ تراند مرشمارا۔ تزویج دختراں با ایشاں بشرط ایمان بود یا در شریعت او تزویج مومناں بکفار جائز بود چنانکہ در بدایت اسلام حضرت رسالت دختری از دختراں خود را بعتبہ داد و دختر دیگر با ابوالعاص و بعد ازاں ایں حکم منسوخ شد۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد چہارم صفحہ ۴۴۶ مطبوعہ تہران)

ترجمہ:- سیدنا لوط علیہ السلام نے قوم سے کہا۔ یہ میری بیٹیاں ہیں۔ ان کی تم خواہش کر سکتے ہو۔ وہ تمہارے لیے بہت پاکیزہ ہیں۔ لڑکیوں کی کفار کے ساتھ شادی یا تو ایک شرط کے ساتھ مشروط تھی۔ وہ یہ کہ خواہش رکھنے والے

کافر ایمان لے آئیں۔ پھر شادی ہو سکتی ہے۔ یا حضرت لوط علیہ السلام کی شریعت میں یہ بات جائز تھی۔ کہ کسی مومن (مرد و عورت) کی کسی کافر سے شادی (اپنے اپنے دین پر رہتے ہوئے) کر لے۔ یا اسی طرح ہے کہ جس طرح شروع اسلام میں حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادیوں میں سے ایک عتبہ کے ساتھ بیاہی۔ دوسری صاحبزادی کا ابو العاص سے نکاح ہوا۔ (جو دونوں اس وقت کافر تھے) اس کے بعد یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

تفسیر صافی:۔

قال يا قوم هؤلاء بناتي فتزوجوهن وفدى بهن أضيافه كرما وحمية في الكافي والعياشي عن الصادق عليه السلام عرض عليهم التزويج والعياشي عن أحدهما عليهما السلام أنه وضع يده على الباب ثم ناشدهم فقال اتقوا الله ولا تخزون في

(تفسیر صافی جلد اول ص[illegible] سورۃ ہود مطبوعہ تہران طبع جدید)۔

(تفسیر عیاشی مصنفہ ابن مسعود بن عیاش السلمی القمی جلد دوم ص۱۵۰ تا ۱۵۱ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔ حضرت لوط علیہ السلام نے کہا اے میری قوم! یہ میری بیٹیاں ہیں۔ ان سے شادی کر لو۔ آپ نے یہ قربانی اپنے مہمانوں کے احترام اور حمایت میں کی۔

کافی اور عیاشی میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں شادی کی پیشکش فرمائی۔ اور عیاشی امام باقر یا امام جعفر رضی اللہ عنہما میں سے کسی ایک سے روایت کرتا ہے۔ کہ حضرت لوط علیہ السلام نے دروازے پر ہاتھ رکھ لیا۔ پھر ان کفار کو خدا کی قسم دلا کر فرمایا اللہ سے ڈرو۔ مجھے میرے مہمانوں کے معاملہ میں ذلیل نہ کرو۔ پھر آپ نے اپنی صاحبزادیوں کو نکاح کی خاطر ان پر پیش کیا۔

فروع کافی :-

وَقَالَ هٰؤُلَاءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَدَعَاهُمْ اِلَى الْحَلَالِ فَقَالُوْا مَا لَنَا فِيْ بَنَاتِكَ مِنْ حَقٍّ۔

(فروع کافی جلد ۵ صفحہ ۵۴۴ کتاب النکاح

باب اللواط مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا۔ یہ میری بیٹیاں ہیں۔ تمہارے لیے پاکیزہ ہیں۔ یہ کہہ کر گویا آپ نے ان کفار کو حرام سے حلال کی طرف آنے کی دعوت دی۔ تو وہ بولے۔ ہمیں آپ کی بیٹیوں سے کوئی سروکار نہیں ہے۔

خلاصۂ کلام :-

اہل تشیع کی معتبر کتاب منہج الصادقین نے دو ٹوک انداز میں لکھا کہ حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی بیٹیاں ہی نکاح کے لیے کفار کو پیش کیں۔ لیکن ایسا کرنے میں اعتراض اس لیے نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ان کی شریعت میں کفار سے رشتہ ناطہ درست اور جائز تھا۔ اور اگر اسے ناجائز و حرام قرار دیا جائے۔ تو لازم آئے گا کہ وقت کا پیغمبر حرام کی

توصلہ افزائی کرے۔ اور دعوت اہل الحرام کرے۔ حالانکہ کوئی پیغمبر ایسا کام کرہی نہیں سکتا جیسا کہ تفسیر عیاشی نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے نقل کیا۔ تفسیر منہج الصادقین نے کفار کو ناطہ رشتہ دینے کے جواز کو ایک تاریخی حقیقت سے واضح کیا۔ وہ یہ کہ پہلی امتوں میں اسی طرح کفار کو رشتہ دینا یا ان سے لینا درست تھا جس طرح ابتدائے اسلام میں رہا۔

اسی تفسیر میں یہ بات بھی صراحت اور وضاحت کے ساتھ بیان کر دی گئی کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادیوں کا عقد کفار سے کیا۔ کیونکہ ابھی یہ حکم منسوخ نہ ہوا تھا۔ تاکہ اس پر کسی قسم کا اعتراض کیا جا سکے۔

اب نجفی شیعی کو بعینہ اسی طرح کہ جس طرح وہ اہل سنت و جماعت کے حق میں بولنے والا ہوا۔ اپنے اکابر علماء کاشانی عیاشی اور ابو یعقوب کلینی وغیرہ کے حق میں کہنا چاہیے۔ کیونکہ جو نظریہ اور مسلک اہل سنت کا ہے وہی ان کی کتابوں سے ثابت ہے خلاصہ یہ کہ اہل سنت و جماعت یہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادیوں کا نکاح کفار سے کیا۔ اس میں کوئی انکار کی بات نہیں کیونکہ یہ سب کچھ آپ نے وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا الخ کے نزول سے قبل کیا۔ جب کہ کفار کو رشتہ ناطہ دینا پہلی شریعتوں سے جائز چلا آ رہا تھا۔ لہذا حضرت رقیہ، ام کلثوم اور زینب رضی اللہ عنہن کا نکاح عتبہ، عتیبہ اور ابوالعاص سے کرنے پر آپ کی ذات مقدسہ کو کوئی طعن نہیں ہو سکتا۔ جو نجفی شیعی کو نظر آیا۔ وہ اس کی اپنی اختراع ہے۔

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شان میں نجفی کی مذموم گستاخی

قول مقبول :-

وَ ذَكَرَ الْعَدُوُّ كَرَّبِيْ تَزَوَّجَ عُثْمَانُ رُقَيَّةَ كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ

ترجمہ: دولابی نے ذکر کیا۔ کہ عثمان کی شادی رقیہ سے عثمان کے زمانہ کفر میں ہوئی۔

نوٹ:-

اہل اسلام کا اتفاق ہے۔ کہ زمانہ جاہلیت سے مراد زمانہ کفر ہے۔ اور جناب عثمان نے اپنے اسلام لانے سے پہلے رقیہ سے شادی کی تھی۔ پہلی تو تعجب کی بات یہ ہے۔ کہ رقیہ اور ام کلثوم کا نکاح ان کے بالغ ہونے سے پہلے عتبہ اور عتیبہ ان دونوں کافروں سے ہوا۔ اور ان دونوں نے اسلام دشمنی کی وجہ سے ان لڑکیوں کو طلاق دے دی۔ پس جب ان لڑکیوں کو غیر مسلم خاوندوں نے طلاق دے دی۔ تو پھر ہمارے نبی کو کیا مجبوری تھی۔ کہ نابالغ لڑکیاں پھر ایک ایسے شخص کو دے دیتے ہیں۔ کہ وہ بھی ابھی غیر مسلم ہے۔

(قول مقبول فی اثبات وحدۃ بنت الرسول مصنفہ غلام حسین نجفی شیعی صفحہ ۱۹۳)

جواب گستاخی:-

نجفی شیعی کے بارے میں ہم پہلے عرض کر چکے ہیں۔ کہ یہ حضرت اس قدر متعصب اور متعاند ہیں۔ کہ اگر انہیں اپنے مقصد کی خاطر گدھے کو باپ بنانا پڑے۔ تو بھی دریغ نہ کریں۔ گھوڑا تو ان کا باوا ہے ہی۔ "ذکر الدولابی الخ" الفاظ اس نے جس کتاب سے نقل کیے۔ وہاں بھی ڈنڈی ماری۔ تاکہ بے ایمانی چھپی رہے۔ ذخائر العقبیٰ نامی کتاب سے نقل عبارت کی گئی۔ ہم اس کو مکمل ذکر کرتے ہیں۔

وَذَكَرَ الدُّولَابِيُّ أَنَّ تَزْوِيجَ عُثْمَانَ رُقَيَّةَ كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَذَكَرَ غَيْرُهُ مَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّ تَزْوِيجَهُ إِيَّاهَا بَعْدَ إِسْلَامِهِ

(ذخائر العقبیٰ صفحہ ۱۶۳)

ترجمہ: دولابی نے ذکر کیا کہ حضرت عثمان کی سیدہ رقیہ سے شادی دور جاہلیت میں ہوئی۔ اور دولابی کے علاوہ دوسرے تمام تر حضرات نے جو ذکر کیا۔ اس سے یہ دلیل ملتی ہے۔ کہ یہ شادی حضرت عثمان کے اسلام لے آنے کے بعد ہوئی۔

حضرات قارئین! آپ نے اصل کتاب ذخائر العقبی کی مکمل عبارت کو دیکھا۔ کہ صاحب ذخائر العقبی نے صرف یہی نہیں لکھا۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی حضرت رقیہ سے شادی اسلام لانے سے قبل دور جاہلیت میں ہوئی اور اس پر سب کا اتفاق ہے بلکہ یہ لکھا۔ کہ یہ قول صرف دولابی کا ہے۔ اس کے برخلاف جمہور کا مسلک یہ ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی کی شادی اسلام لانے کے بعد ہوئی۔ لیکن نجفی شیعی نے اپنے خبث باطنی کے اظہار کے لیے جس قدر عبارت کو تائید میں پایا۔ ذکر کر دی۔ اور پھر اس سے اپنا مقصد و مطلب ثابت کر کے دکھایا۔ یہ بددیانتی اور بدخیانتی کی ایک بہت بڑی مثال ہے۔ جس سے نجفی عوام کو دھوکہ دینے کی کوشش کر رہا ہے۔ اور ہم نے اس کا بھانڈہ چوراہے میں پھوڑ دیا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں سے شادی اسلام لانے کے بعد ہوئی

مجھے اس بات میں حیرانی ہے۔ کہ نجفی شیعی کو اگر کہیں سے کوئی ضعیف سے ضعیف تر قول دستیاب ہو جائے۔ جس کو کھینچ تان کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی گستاخی کے ضمن میں ذکر کیا جا سکے۔ تو وہ اس کو بڑی شد و مد کے ساتھ پیش کرتا ہے اس کے برعکس اگر مضبوط اور قوی دلائل بھی ہوں۔ پھر خاص کر اہل تشیع کی کتب میں درج ہوں۔ تو ان کو قبول کرنے کی قطعاً جسارت نہیں کرتا۔ یوں لگتا ہے۔ کہ اس کا اوڑھنا بچھونا صرف

صحابہ کرام کی گستاخی اور نقائص کی تلاش ہے اس مقصد کے لیے اگر اس کو اپنے بڑوں پر بھی چھری چلانی پڑے۔ تو دریغ نہیں کرتا۔ آخر زنجیر زن اور تلوار زن ہے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کو بلا کر معاف نہ کیا۔ ان کو کہاں چھوڑے گا۔

کتب شیعہ میں بھی کے اکابرین نے بالکل واضح الفاظ میں لکھا ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ شادی کے معاملہ میں اس بات کا انکار کرنا کوئی زیب نہیں دیتا۔ کہ ان کی زوجیت میں آنے والی بیویاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیاں نہ تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انہیں حقیقی صاحبزادیاں مانا جائے۔ یا ان کی لے پالک بچیاں۔ عثمان غنی کے ساتھ عقد ماننے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی اعتراض نہیں آتا کیونکہ بوقت عقد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مشرف با سلام ہو چکے تھے۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہماری طرح ظاہری شریعت کے پابند تھے۔ لہٰذا آپ نے حضرت عثمان کے مسلمان ہونے کی بنا پر یکے بعد دیگرے اپنی دو صاحبزادیوں کا ان سے عقد فرمایا۔ اس مضمون کی کتب شیعہ سے عبارت و وضاحت ملاحظہ ہو۔

انوار النعمانیہ:۔

وَهٰذَا الْاِخْتِلَافُ لَا اَثَرَ لَهٗ لِاَنَّ عُثْمَانَ فِيْ زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ قَدْ كَانَ مِمَّنْ اَظْهَرَ الْاِسْلَامَ وَاَبْطَنَ النِّفَاقَ وَهُوَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَدْ كَانَ مُكَلَّفًا بِظَوَاهِرِ الْاَحْكَامِ كَمَا اَنَّا نَحْنُ اَيْضًا۔

(انوار نعمانیہ مصنفہ نعمت اللہ الجزائری۔ جلد اول صفحہ نور مرتضوی مطبوعہ تبریز طبع جدید)

ترجمہ:۔ اس اختلاف کا حق یا اختلاف کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو حقیقی بیٹیاں تھیں یا ربیبہ کہ جن کا عقد حضرت عثمان سے ہوا کوئی فائدہ نہیں۔ کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اقدس میں ان لوگوں میں سے تھے۔ جنہوں نے اسلام کا اظہار کیا تھا۔ اور نفاق کو پوشیدہ رکھا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اسلام کے ظاہری احکامات کی اسی طرح مکلف تھی۔ جس طرح ہم اس کے مکلف ہیں۔

نوٹ:

صاحب انوار نعمانیہ نے اپنی اسی کتاب کے مقدمہ میں مسئلہ پر یہ لکھا ہے کہ اس کتاب میں جو کچھ لکھا جائے گا۔ وہ ائمہ معصومین کا فرمان ہو گا۔ اور کسی دوسری کتاب سے نقل کروں گا۔ وہ بات ایسی ہو گی۔ جو ہم شیعوں کے نزدیک صحیح ہو گی"

انوار نعمانیہ کی مذکورہ عربی عبارت سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنی بیٹیوں کی شادی تب کر کے دی جب وہ مسلمان ہو چکے تھے۔ کیونکہ ہماری طرح خود رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی شریعت کے پابند تھے۔ تو اس تحریر سے نجفی کے دونوں من گھڑت اصول ٹوٹ گئے۔

۱۔ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کوئی ایسا فعل اعلان نبوت سے قبل نہیں کرتے جو بعد میں ممنوع قرار پا جائے" یہ اصل یوں ٹوٹ گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ظاہری شریعت کے اسی طرح پابند تھے۔ جس طرح ہم عوام پابند ہوتے ہیں۔ لہٰذا نجفی شیعی کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے بلا دلیل مستثنیٰ قرار دینا خود اپنی گھڑی ہوئی شریعت ہے۔ ورنہ ائمہ اہل بیت کا مسلک دیکھ لیجئے۔ وہی ہے جو اہل سنت کا ہے۔

نوٹ:۔

حضور پرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سے زائد بیٹیاں ہونے سے انکار پر چونکہ شیعی مجتہد الاسلام غلام حسین نجفی نے بہت سے دلائل پیش کئے ہیں ان میں سے دلیل اول چونکہ خود نجفی شیعی کے ہاں بہت وزنی اور ناقابل تردید دلیل تھی جس کی وجہ سے اُسے "دلیل اول" ہونے کا شرف بخشا گیا۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ اس کا باتفصیل جواب تحریر کیا جائے اور وہ بھی ذیل شیعی کی ہی کتب معتبرہ کے حوالہ جات سے ہو۔ اس کا ایک جواب ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ یہ دوسرا جواب پیش خدمت ہے۔ جو بطور محاکمہ ہوگا۔

شیعہ سنی کے مابین بنات رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اختلافات پر

علامہ مامقانی شیعی کا محاکمہ

جواب دوم:۔

جواب تحریر کرنے سے قبل میں چاہتا ہوں کہ "دلیل اول" بطور اختصار ذکر کر دوں۔ تاکہ اس کا مفہوم و معنی ذہن میں پھر سے تازہ ہو جائے اور جواب سمجھنے میں قدرا آسانی ہو جائے۔ نجفی شیعی کی دلیل اول کا خلاصہ یہ ہے۔

"قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَلَا تُنكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا۔ مسلمانو! شرک مردوں سے ایمان دار عورت کا ہرگز نکاح نہ کرو۔ یہاں تک کہ وہ شرک ایمان لے آئے (پھر نکاح کرنے میں کوئی ممانعت نہیں ہے) اس آیت کریمہ میں عام مسلمان مومن کو اس بات سے منع کیا گیا ہے۔ کہ وہ کسی ایمان دار عورت کو شرک یا کافر کے نکاح میں دے۔ تو یہی حکم بطریق اولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی ہے۔ اور اگر آپ کی صاحبزادیاں ایک سے زائد تسلیم کر لی جائیں۔ تو جن کو صاحبزادیاں

ثابت کیا جا رہا ہے۔ ان کا نکاح مشرکین سے ہوا۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے۔ تو نبی کی بیٹی ہو، اور اس کا کافر و مشرک سے نکاح ہو، یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

دلیل کو پیش نظر رکھ کر میں چاہتا ہوں۔ کہ نجفی کی اس دھوکہ دہی اور جعل سازی کو خود ان کے مسلک کی ایک ایسی کتاب سے واضح کروں۔ جس کتاب پر اہل تشیع کی روایات و احادیث کی صحت اور عدم صحت کا دارومدار ہے۔ یعنی اگر آپ نے مسلک شیعہ کی تائید میں کسی حدیث کے معیار و مقام کو معلوم کرنا ہو۔ تو یہ کتاب حرفِ آخر ہے۔ اس کتاب کی واضح عبارت کو بھی اگر نجفی تسلیم نہ مانے۔ تو سمجھ لیجئے۔ کہ اس نے اپنی عادت دیرینہ اور مکاری و عیاری سے اس کتاب کے مصنف کو تو ذلیل کر ہی دیا۔ لیکن درحقیقت مسلک شیعہ کی بیخ کنی کر دی۔ آخر "حجۃ الاسلام" سے یہ توقع نہ ہو۔ تو اور کون جرأت کرے گا۔

وہ کتاب جس کا اوپر سطور میں ذکر ہوا۔ علامہ مامقانی کی تصنیف ہے۔ اور "تنقیح المقال" اس کا نام ہے۔ اس کتاب کے مصنف نے مسئلہ بنات رسول پر جتنے اعتراضات کئے گئے ان تمام کا جامع اور مدلل جواب ذکر کیا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں چار ہونا صرف اہل سنت کا ہی عقیدہ نہیں۔ بلکہ شیعہ سنی اور خاص و عام کا اس پر اجماع ہے۔ کتاب کی عبارت ملاحظہ کریں۔

تنقیح المقال:

زَيْنَبُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَأُمُّهَا خَدِيْجَةُ وَهِيَ أَكْبَرُ بَنَاتِهِ عَلَى الْأَشْهَرِ وَالْأَظْهَرِ وُلِدَتْ وَلِرَسُوْلِ اللهِ (ص) ثَلٰثُوْنَ سَنَةً وَمَاتَتْ سَنَةَ ثَمَانٍ فِيْ حَيٰوةِ رَسُوْلِ اللهِ (ص) وَنَزَلَ (ص) فِيْ قَبْرِهَا

وَهُوَ مَهْمُومٌ مَحْزُونٌ فَلَمَّا خَرَجَ سُرِّيَ
عَنْهُ وَقَالَ كُنْتُ ذَكَرْتُ زَيْنَبَ وَضَعْفَهَا فَسَأَلْتُ
اللهَ تَعَالَى أَنْ يُخَفِّفَ عَنْهَا ضِيقَ الْقَبْرِ وَغَمَّهُ
فَفَعَلَ وَهَوَّنَ عَلَيْهَا وَيَكْفِي فِي جَلَالَتِهَا
قَوْلُ رَسُولِ اللهِ (ص) مَعَاشِرَ النَّاسِ إِلَّا
أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ النَّاسِ خَالًا وَخَالَةً
قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ (ص) قَالَ الْحَسَنُ وَ
الْحُسَيْنُ خَالُهُمَا الْقَاسِمُ وَخَالَتُهُمَا زَيْنَبُ
بِنْتُ رَسُولِ اللهِ (ص) ثُمَّ إِنَّهُ قَدِ اسْتَفَاضَتِ
الْأَخْبَارُ الْعَرِيقَيْنِ بِأَنَّهُ تَزَوَّجَهَا أَبُو الْعَاصِ بْنُ
رَبِيعَةَ وَهُوَ مِنْ بَنِي أُمَيَّةَ وَرُوِيَ أَنَّ
الْإِسْلَامَ قَدْ فَرَّقَ بَيْنَ زَيْنَبَ وَبَيْنَ
أَبِي الْعَاصِ حِينَ أَسْلَمَتْ إِلَّا أَنَّ
رَسُولَ اللهِ (ص) كَانَ لَا يَقْدِرُ عَلَى
أَنْ يُفَرِّقَ بَيْنَهُمَا وَكَانَ رَسُولُ اللهِ (ص)
مَغْلُوبًا بِمَكَّةَ لَا يُحِلُّ وَلَا يُحَرِّمُ
فَلَمَّا تَمَكَّنَ فِي التَّفْرِيقِ فَرَّقَ
بَيْنَهُمَا فَإِنْ أَسْلَمَ أَبُو الْعَاصِ فَرَدَّهَا
إِلَيْهِ بِنِكَاحٍ جَدِيدٍ أَوْ بِالنِّكَاحِ الْأَوَّلِ
وَلِلسَّيِّدِ أَبِي الْقَاسِمِ الْعَلَوِيِّ الْكُوفِيِّ
فِي الْاِسْتِغَاثَةِ فِي بِدَعِ الثَّلَاثَةِ كَلَامٌ

طَوِيْلٌ اُصِرَّ فِيْهِ عَلٰى اَنَّ زَيْنَبَ الَّتِيْ كَانَتْ
تَحْتَ اَبِي الْعَاصِ بْنِ الرَّبِيْعِ وَرُقَيَّةَ الَّتِيْ
كَانَتْ تَحْتَ عُثْمَانَ لَيْسَتَا ابْنَتَيْهِ (ص)
بَلْ رَبِيْبَتَاهُ وَلَمْ يَاْتِ اِلَّا بِمَا
زَعَمَهُ بُرْهَانًا حَاصِلُهُ عَدَمُ تَعَقُّلِ
كَوْنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ (ص) قَبْلَ الْبِعْثَةِ عَلٰى
دِيْنِ الْجَاهِلِيَّةِ بَلْ كَانَ فِيْ زَمَنِ الْجَاهِلِيَّةِ
عَلٰى دِيْنٍ يَرْتَضِيْهِ اللّٰهُ مِنْ غَيْرِ دِيْنِ
الْجَاهِلِيَّةِ وَحِيْنَئِذٍ فَيَكُوْنُ مِمَّا لَا
اَنْ يُزَوِّجَ اِبْنَتَهُ مِنْ كَافِرٍ مِنْ غَيْرِ
ضَرُوْرَةٍ دَعَتْ اِلٰى ذٰلِكَ وَهُوَ مُخَالِفٌ
لَهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ عَارِفٌ بِكُفْرِهِمْ وَ
اِلْحَادِهِمْ ثُمَّ اَخَذَ فِيْ نَقْلِ مَا
يَقْتَضِيْ الْوُجُوْدَ بِنْتَيْنِ لِاُخْتِ خَدِيْجَةَ
مِنْ اُمِّهَا اِسْمُهُمَا زَيْنَبُ وَرُقَيَّةُ وَ
اَنَّهُمَا اللَّتَانِ كَانَتَا تَحْتَ اَبِي الْعَاصِ
وَعُثْمَانَ وَهٰذَا لُبُّ كَلَامِهِ تَرَكْنَا
سَنَدَهُ لِطُوْلِهِ وَهُوَ اِنْ اَتْعَبَ نَفْسَهُ
اِلَّا اَنَّهُ لَمْ يَاْتِ بِمَا يُغْنِيْ عَنْ
تَكَلُّفِ النَّظَرِ وَالثُّبُوْتِ وَ اَنَّهُ
كَبَيْتِ الْعَنْكَبُوْتِ اِنْ اَوْلًا فَلِاَنَّهُ

يَتَنَبَّهُ الْإِجْتِهَادَ فِيْ قِبَالِ النُّصُوْصِ
مِنَ الْمَوْثُوْقِيْنَ عَنِ النَّبِيِّ (ص)
وَعَنْ أَئِمَّتِنَا عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَ
أَمَّا ثَانِيًا فَلِأَنَّا وَ إِنْ كُنَّا نُسَلِّمُ
أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ (ص) لَمْ يَكُنْ فِيْ
زَمَنِ الْجَاهِلِيَّةِ عَلٰى دِيْنِ الْجَاهِلِيَّةِ
بَلْ عَلٰى دِيْنٍ يَرْتَضِيْهِ اللّٰهُ تَعَالٰى وَلٰكِنَّ
رَسُوْلَ اللّٰهِ (ص) لَيْسَ مُشَرِّعًا بَلْ كُلُّ
حُكْمٍ كَانَ يَنْزِلُ عَلَيْهِ كَانَ يَلْتَزِمُ
بِهٖ تَمَامَ الْإِلْتِزَامِ وَلَمْ يَكُنْ
يُشَرِّعُ مِنْ قِبَلِ نَفْسِهٖ حُكْمًا
وَالْأَحْكَامُ كَانَتْ تَنْزِلُ تَدْرِيْجًا
وَعِنْدَ تَزْوِيْجِهٖ زَيْنَبَ وَرُقَيَّةَ
لَمْ يَكُنِ الْكَفَاءَةُ فِي الْإِيْمَانِ
شَرْطًا شَرْعِيًّا فَتَزَوَّجَ بِنْتَيْهِ مِنَ
الرَّجُلَيْنِ تَزْوِيْجًا صَحِيْحًا شَرْعًا
فِيْ ذٰلِكَ الزَّمَانِ ثُمَّ لَمَّا أَنْزَلَ
اللّٰهُ تَعَالٰى قَوْلَهٗ وَلَا تُنْكِحُوا
الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا فَرَّقَ
بَيْنَ أَبِي الْعَاصِ وَبَيْنَ زَيْنَبَ وَ
لَوْ كَانَتِ الْكَفَاءَةُ فِي الْإِسْلَامِ

شَرطٌ قَبلَ ذٰلِكَ كَمَا اَنزَلَ اللهُ سُبحَانَهُ الاٰيَةَ فَمَا ذَكَرَهُ لَا وَجهَ لَهُ وَ اَمَّا ثَانِيًا فَلِاَنَّهُ لَا شُبهَةَ فِي كَونِ زَينَبَ وَ رُقَيَّةَ اللَّتَينِ تَحتَ اَبِي العَاصِ وَ عُثمَانَ مُسلِمَتَينِ كَمَا لَا شُبهَةَ فِي كَونِ تَزوِيجِهِمَا مِن رَسُولِ اللهِ (ص) وَ بِاِذنِهِ وَ اِجَازَتِهِ فَلَا يَفرِقُ الحَالُ بَينَ اَن تَكُونَا اِبنَتَيهِ اَو رَبِيبَتَيهِ اَوِ ابنَتَي اُختِ خَدِيجَةَ مِن اُمِّهَا اَو غَيرِ ذٰلِكَ لِاِشتِرَاكِ الجَمِيعِ فِيمَا جَعَلَهُ عِلَّةَ الاِنكَارِ فَمَا ذَكَرَهُ سَاقِطٌ بِلَا شُبهَةٍ۔

(تنقیح المقال تصنیف عبداللہ المامقانی
الشیعی جلد سوم ص۷۷ باب الکنی والالقاب
والذای المعجمہ من فصل النساء مطبوعہ
تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی بیٹی حضرت زینب (رضی اللہ عنہا) حضرت خدیجہ کے بطن سے تھیں۔ ان کی ولادت کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف تیس برس کی تھی اور وہ آٹھ ہجری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی ظاہری زندگی میں انتقال فرما گئیں حضور خود ان کی قبر میں اترے آپ اس وقت غم زدہ
اور پریشان تھے۔ جب باہر تشریف لائے تو آپ خوش و خرم نظر آ رہے تھے
فرمایا میں اپنی بیٹی زینب کی کمزوری اور ان کے برزخی حالات کے سوچ و بچار
میں تھا میں نے اللہ تعالیٰ سے ان کی قبر کی سختی اور تنگی کی بابت سوال کیا کہ
اس میں کمی فرما دی جائے۔ تو اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرما کر اس پر آسانی
کر دی۔ حضرت زینب کی بزرگی اور عظمت کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کا یہی ارشاد کافی ہے۔ آپ نے لوگوں سے فرمایا۔ لوگو! کیا میں تمہیں ایک ایسی
شخصیت نہ بتلاؤں جو ماموں اور خالہ کے اعتبار سے تم سب میں سے بہتر ہے
لوگوں نے عرض کیا۔ ہاں یا رسول اللہ! فرمایا وہ حسن و حسین ہیں کہ جن کا ماموں
قاسم اور خالہ زینب ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ہیں۔

پھر دونوں فریق (شیعہ، سنی) کی طرف سے اخبار مستفیض کے ذریعہ ثابت
ہے کہ زینب رضی اللہ عنہا کی ابو العاص بن ربیع سے شادی ہوئی [illegible]
سے متعلق تھی۔ اور یہ بھی روایت آئی ہے کہ جب زینب مشرف با اسلام ہو گئیں۔
تو ان دونوں کے مابین تفریق ہو گئی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کے درمیان
تفریق کو عملی جامہ پہنانے میں معذور تھے۔ کیونکہ آپ مکہ مکرمہ میں مغلوبی کی زندگی
بسر فرما رہے تھے۔ اور حلال و حرام کا اختیار نہ رکھتے تھے۔ پھر
جب آپ اس امر پر قادر ہو گئے۔ تو آپ نے ان دونوں کے درمیان عملاً تفریق
کر دی۔ کچھ عرصہ بعد ابو العاص مشرف باسلام ہو گئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
نکاح جدید یا نکاح اول کے ساتھ حضرت زینب کو ان کی زوجیت میں
دے دیا۔

سید ابو القاسم علوی کوفی نے اپنی تصنیف الاستغاثہ فی بدع الثلاثہ

یہ طویل کلام ذکر کرکے اس پر اظہار کیا ہے کہ زینب اور رقیہ جو کہ بالترتیب ابوالعاص اور عثمان غنی کے نکاح میں تھیں۔ یہ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹیاں نہ تھیں۔ بلکہ آپ کے گھر ان کی صرف پرورش ہوئی تھی۔ ابوالقاسم نے اپنے اس اعتراض پر اپنے زعم کے مطابق ایک برہان پیش کی۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بعثت سے قبل دین جاہلیت پر ہونا غیر معقول بات ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ آپ بعثت سے قبل ایسے دین کے مطابق زندگی بسر کر رہے تھے۔ جو اللہ کے ہاں پسندیدہ تھا۔ لیکن وہ دین جاہلیت تھا اس حقیقت کے پیش نظر یہ کہنا ناممکن ہے۔ کہ آپ نے اپنی بیٹی (زینب) کی شادی ایک کافر (ابوالعاص) سے بغیر کسی مجبوری کے کر دی تھی۔ حالانکہ وہ (ابوالعاص) آپ کے دین کا مخالف تھا۔ اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کے مکر و فریب اور بے دینی سے اچھی طرح آگاہ تھے۔ اس کے بعد ابوالقاسم علوی نے یہ ثابت کرنا چاہا کہ رقیہ اور زینب حضرت خدیجہ کی مادر زاد بیٹیاں نہ تھیں۔ ان دونوں لڑکیوں کا نام زینب اور رقیہ تھا۔ اور یہ بھی وہ دو لڑکیاں ہیں۔ جن میں پہلی کی شادی ابوالعاص اور دوسری کی عثمان غنی سے ہوئی۔ یہ تھا خلاصہ ابوالقاسم کی طویل عبارت کا کہ جسے ہم نے طوالت کے باعث نقل نہ کیا۔ اس طویل عبارت میں اگرچہ ابوالقاسم نے اپنے آپ کو خواہ مخواہ پریشانی میں ڈال کر مشقت جھیل دی۔ مگر اپنے مقصود میں کوئی ایسی دلیل دینے میں ناکام رہا۔ جو نظر و ثبوت کے اعتبار سے تکلف کے طور پر ذکر نہ کی گئی ہو۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ اس کی ساری عبارت مکڑی کے جال کی طرح (نہایت کمزور) ہے۔

دلیل یہ کہ اس نے کلام کی بنیاد بہت اچھا رکھا ہے۔ اور وہ بھی ایسا

اجتہاد جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نقل کردہ فریقین کی نصوص کے مقابلہ
میں ہے وہ مانند ہمارے ائمہ عترات کی روایات منصوصہ کے مقابل ہے

دوم یہ کہ ہم اگرچہ تسلیم کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دور جاہلیت
میں دین جاہلیت پر کاربند نہ تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین پر تھے
لیکن اس دور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم شریعت کے بانی کی حیثیت سے نہ
تھے۔ بلکہ جو حکم آپ پر اترتا۔ آپ اسی کو اپنے اوپر لازم کرنے کا اہتمام
فرماتے تھے۔ اپنی طرف سے کوئی حکم گھڑنا آپ کے لئے ناممکن ہے۔ اور
احکام جب نازل ہوتے تھے۔ جب آپ نے زینب اور رقیہ کی شادی
کی۔ تو اس دور میں میاں بیوی کے درمیان اسلام کی شرط از روئے شرع نہ تھی
لہٰذا آپ کا دونوں بیٹیوں کی شادی غیر مسلموں سے کرنا نکاح صحیح تھا۔
پھر جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ مسلمانو! مشرک مردوں
سے ایمان قبول کئے بغیر یعنی ایماندار عورتوں کی شادی مت کرو۔ تو ابو العاص
اور زینب کے درمیان جدائی ہو گئی۔ دیکھو نکاح اب اسلام نکاح میں
بطور شرط مقرر ہو گیا ہے اور اگر اس آیت کریمہ کے اترنے سے پہلے بھی
یہ اسلام کا شرط ہوتی۔ تو اللہ تعالیٰ پھر اس کو نازل نہ فرماتا۔ لہٰذا ابو القاسم
علوی نے جو ذکر کیا اس کی کوئی وجہ نہیں تھی۔

تیسری بات یہ کہ حضرت زینب اور حضرت رقیہ کا مسلمان ہوتے ہوئے
ابو العاص اور عثمان غنی کے نکاح میں ہونا جس طرح بلاشبہ ہے اسی طرح
یہ بھی بات بلاشبہ ہے کہ ان دونوں کی شادی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
اجازت سے ہوئی تھی۔ لہٰذا اگر یہ دونوں بیٹیاں آپ کی حقیقی بیٹیاں ہوں یا
یا لے پالک ہوں یا حضرت خدیجہ کی اس بھائی بہن کی بیٹیاں ہوں یا کوئی اور

ہوں، تو بھی وہ وجہ ہر صورت میں موجود ہے، جس کی وجہ سے ابوالقاسم علوی نے ان دونوں کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹیاں ماننے سے انکار کیا ہے، یعنی یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دین حق پر ہوتے ہوئے بے دینوں کے ساتھ نکاح کیسے کر سکتے ہیں؟ لہٰذا جو کچھ اس نے ذکر کیا، وہ یقیناً ساقط ہے۔

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیوں میں سے سب سے بڑی صاحبزادی جناب زینب رضی اللہ عنہا تھیں، جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن اقدس سے تھیں۔

۲۔ حسنین کریمین کے بہت سے فضائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ کی خالہ کی طرح کسی دوسرے کی خالہ نہیں۔ اور آپ کی خالہ کا اسم گرامی زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بڑی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شادی دور جاہلیت میں ابوالعاص بن ربیعہ سے ہوئی تھی۔ جو ان کے مشرف باسلام ہونے تک قائم رہی۔

۴۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے اسلام لانے پر دونوں میاں بیوی میں تفریق ہو گئی بعد میں ابوالعاص کے مسلمان ہونے پر پھر زوجیت کا رشتہ از سر نو یا پہلا ہی بحال ہو گیا۔

۵۔ ابوالقاسم علوی نے حضرت زینب اور رقیہ رضی اللہ عنہا کو جس برہان زعمی سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ یہ دونوں آپ کی حقیقی صاحبزادیاں نہیں۔ بلکہ آپ کے گھر پرورش پانے والی یا حضرت خدیجہ کی ماں جائی بہن کی بیٹیاں تھیں۔ اور

انکار کی علت یہ بیان کی کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹیاں تسلیم کریں۔ تو
ابوالعاص کافر کے ساتھ ایک مسلمان عورت کا نکاح از روئے قرآنی آیت درست
نہیں۔ اس لیے اختلاف دین علت ہے کہ یہ دونوں حضور کی حقیقی صاحبزادیاں نہیں تھیں
اس برہان پر صاحب تنقیح الاستدلال نے جاہلوں کے اعتراضات کے کانٹے کو دور کر دیا۔
ایک یہ کہ یہ برہان نصوص شیعہ و سنی جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں۔ اور حضرات
ائمہ سے منقول ہیں۔ ان کے مقابلہ میں اجتہاد ہے لہذا مردود ہے۔
دوسرا یہ کہ قبل بعثت حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس دین پر زندگی بسر فرما رہے تھے۔
اس میں غیر مسلم کے نکاح میں مسلمان عورت کو دینے پر پابندی نہ تھی۔ یعنی فریقین کا اسلام
میں ایک دوسرے کا شامل ہونا شرط نہ تھا۔ اس لیے یہ نکاح اس دور کے حالات کے
پیش نظر درست اور صحیح تھا۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شرط کے
اترنے کے بعد تفریق کا حکم دیدیا۔
تیسرا یہ کہ اگر علت یہ قرار دی جائے کہ اس نکاح میں اختلاف دین ہے اور حضور صلی اللہ
علیہ وسلم سے ایسے کام کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ تو پھر یہ علت تو بہر حال موجود ہے
کیونکہ یہ نکاح آپ کی رضامندی اور اجازت سے ہوا تھا۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کی رضامندی اور اجازت پر اعتراض نہیں پڑتا۔ ضرور پڑتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ جس
علت کی بنا پر ابوالقاسم نے ان دونوں کو حضور کی حقیقی صاحبزادیاں ماننے سے انکار
کرتا ہے۔ وہی علت صاحبزادیاں نہ بھی ہوں۔ تب بھی موجود ہے۔

لمحہ فکریہ

تنقیح الاستدلال کے حوالہ سے معلوم ہوا۔ کہ نجفی شیعی کا استدلال اور ابوالقاسم علوی کی
بنیاد صرف ایک ہی وجہ علت کی وجہ سے نہیں ہیں۔ تو جس طرح ابوالقاسم کو علامہ مامقانی نے

غالباً اور کا قریب اور اس کے دلائل کو تار عنکبوت سے کہیں زیادہ کچا اور ناقص ثابت کیا اسی طرح نجفی شیعی کی دلیل کا بھی یہی حشر ہوگا۔ بس نام کا فرق ہے۔ ابوالقاسم کی جگہ نجفی شیعی پڑھیں اور پھر جو اعتراضات علامہ ماتقانی نے ابوالقاسم پر کئے بعینہٖ وہی نجفی شیعی پر وارد ہوتے ہیں یعنی احادیث نبوی اور احادیث ائمہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

جو ان دونوں کی مرکزی دلیل ہے روایت

کہ یہ حضرت زینب اور ابوالعاص کے درمیان نکاح ہو جانے کے بعد نازل ہوئی۔ جب نازل ہوئی۔ تو آپ نے ان دونوں کے مابین تفریق کرا دی۔ اگر پہلے نکاح ہوا ہی نہ تھا تو پھر تفریق کا کیا مطلب؟ اہل تشیع سے ایک سوال ہے۔ کہ اگر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا اس آیت کریمہ کے نزول سے قبل کسی کافر سے نکاح ناجائز تھا۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح کر دیا۔ تو یہ نکاح ناجائز ہی رہے گا اور ناجائز کرنے والے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی (معاذ اللہ) بلکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا نکاح جو حضرت خدیجہ سے ہوا بعثت سے قبل کی مدت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی اہلیہ محترمہ کی خلوت تمہارے نزدیک کیسی خلوت ہو گی۔ اور اگر درست تھا۔ تو یہی ہمارا مدعا ہے۔

تو معلوم ہوا۔ کہ جس دلیل کے ذریعہ حضرت رقیہ اور زینب رضی اللہ عنہما کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیاں ہونے سے انکار کی علت بنایا جا رہا ہے۔ وہ علت دراصل اہانت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خود حضور کی انتہا درجہ کی توہین ہے علامہ ماتقانی باوجود اس کے کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے کٹر دشمنوں میں سے ہے اس نے بھی اس دلیل کو مکڑی کی تار جیسی ناقص اور کمزور قرار دیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیوں کے حق میں ہوا۔

جواب سوم بطریق اجماع۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی چار صاحبزادیاں ہونے پر فریقین (شیعہ سنی) کا اجماع ہے

علامہ مامقانی اور ملا باقر مجلسی نے اپنی اپنی تصنیف میں اس بات کو صراحت کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹیاں چار تھیں۔ اور اس پر فریقین کا اجماع ہے۔ دونوں کی کتب کے حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

تنقیح المقال:۔

اِنَّ كُتُبَ الْفَرِيْقَيْنِ مَشْحُوْنَةٌ بِاَنَّهُ وُلِدَتْ لِلنَّبِيِّ (ص) اَرْبَعُ بَنَاتٍ زَيْنَبُ وَ اُمُّ كُلْثُوْمٍ وَ فَاطِمَةُ وَ رُقَيَّةُ وَ خَدِيْجَةُ اَوْلَادُ الْقَاسِمِ وَ الطَّيِّبُ وَ الطَّاهِرُ وَ كَانَ يُكَنّٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ بِالْقَاسِمِ وَ مَاتَتْ اَوْلَادُهُ الذُّكُوْرُ قَبْلَ الْاِسْلَامِ وَ يَذْكُرُ بَعْضُهُمْ وِلَادَةَ غَيْرِ الْقَاسِمِ مِنْهُ لَهُ. وَ اَمَّا بَنَاتُهُ فَاَدْرَكْنَ الْاِسْلَامَ وَ هَاجَرْنَ مَعَهُ وَاتَّبَعْنَهُ اِلٰى آخِرِهٖ

([illegible])

من فصل النساء، مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:-

شیعہ سُنی دونوں فریق کی کتب میں اس بات کی تائید یں بھری پڑی ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صلبی بیٹیاں چار تھیں۔ جن کے نام یہ ہیں۔ زینب ام کلثوم، رقیہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہن۔ اور آپ کے تین صاحبزادے تھے قاسم، طیب، اور طاہر۔ اور آپ کی کنیت اپنے صاحبزادے قاسم کے نام پر ابو القاسم تھی۔ آپ کے جملہ صاحبزادے اسلام سے قبل ہی انتقال کر گئے۔ بعض نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن سے صرف ایک بیٹے قاسم کے ہونے کا اقرار کیا۔ اور دوسروں کا انکار کیا۔ لیکن آپ کی تمام صاحبزادیاں مشرف باسلام ہوئیں۔ آپ کے ساتھ ہجرت کرنے میں شامل تھیں۔ آپ کے اتباع میں تھیں۔ اور آپ پر ایمان لائی تھیں۔

مرآۃ العقول:-

اِجْتَمَعَ اَهْلُ النَّقْلِ عَلٰى اَنَّهَا
وَلَدَتْ لَهٗ اَرْبَعَ بَنَاتٍ كُلُّهُنَّ
اَدْرَكْنَ الْاِسْلَامَ وَهَاجَرْنَ زَيْنَبُ
وَرُقَيَّةُ وَاُمُّ كُلْثُوْمٍ وَفَاطِمَةُ
وَاجْمَعُوْا عَلٰى اَنَّهَا وَلَدَتْ لَهٗ وَلَدًا
سَمَّاهُ الْقَاسِمَ وَكَانَ بِهٖ يُكَنّٰى وَ
اخْتَلَفُوْا هَلْ وَلَدَتْ لَهٗ ذَكَرًا
غَيْرَهٗ فَقِيْلَ وَلَدَتْ ثَلٰثًا عَبْدَ اللّٰهِ

وَ الطَّيِّبَ وَ الطَّاهِرَ وَ الْحَدِيْثُ فِيْ ذٰلِكَ كَثِيْرٌ وَ مَاتَ الْقَاسِمُ بِمَكَّةَ صَغِيْرًا قَبْلَ اَنْ يَّمْشِيَ وَ قِيْلَ اِنَّهُ لَمْ يَعِشْ اِلَّا اَيَّامًا يَسِيْرَةً وَ لَمْ يَكُنْ لَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ خَدِيْجَةَ وَلَدٌ غَيْرَ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ لَدَتْهُ مَارِيَةُ الْقِبْطِيَّةُ وَ لَدَتْهُ بِالْمَدِيْنَةِ وَ بِهَا تُوُفِّيَ وَ هُوَ رَضِيْعٌ وَ تُوُفِّيَ جَمِيْعُ اَوْلَادِهٖ فِيْ حَيَاتِهٖ اِلَّا فَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَاِنَّهَا تُوُفِّيَتْ بَعْدَهٗ بِسِتَّةِ اَشْهُرٍ۔

(مرآۃ العقول تصنیف ملا باقر مجلسی۔
جلد ۵ ص ۱۸۰ کتاب الحجۃ باب
مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

اہل نقل کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں تھیں۔ اور انہوں نے اسلام قبول کیا اور ہجرت بھی کی۔ نام یہ ہیں زینب رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ۔ اور اہل نقل کا اس پر بھی اجماع ہے کہ حضرت خدیجہ کے بطن سے آپ کا بیٹا قاسم پیدا ہوا۔ اور آپ نے اسی کے ساتھ

اپنی کیفیت رکھی تھی ۔ ان میں اختلاف ہے کہ کیا حضرت خدیجہ نے قاسم کے علاوہ کوئی بچہ جنا یا نہیں گیا ہے کہ تین اور بیٹے عبد اللہ ، طیب اور طاہر بھی ان کے ہاں پیدا ہوئے ۔ اس میں بہت اختلاف ہے ۔ جناب قاسم کا مکہ میں انتقال ہوا ۔ اور ابھی آپ چلنے کے قابل بھی نہ ہوئے تھے ۔ بعض کا کہنا ہے کہ چند دنوں کے بعد ہی ان کا انتقال ہو گیا تھا ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد حضرت خدیجہ کے علاوہ کسی اور بیوی سے نہ تھی ۔ صرف جناب ابراہیم تھے جو ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں پیدا ہوئے ۔ مدینہ منورہ میں ان کی ولادت اور وہیں ان کا انتقال بھی ہوا ۔ اس وقت آپ دودھ پیتے بچے تھے ۔ آپ کی تمام اولاد ماسوائے حضرت فاطمہ کے آپ کی زندگی میں ہی خدا کو پیاری ہو گئی ۔ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا آپ کے وصال کے چھ ماہ بعد ہی دنیا سے رخصت ہوئیں ۔

لمحہ فکریہ :

شیعہ مذہب کی کتب اسمائے رجال میں "تنقیح المقال" کا مقام نہایت بلند و بالا ہے ۔ اور ہر حدیث کی صحت و عدم صحت اور راویوں کے حالات کے متعلق تمام اہل تشیع بعد نجفی طوسی اسی کتاب کا سہارا لیتے ہیں ۔ اس کے مصنف علامہ مامقانی کا عقائد و نیابت رسول کے متعلق آپ ملاحظہ کر چکے ہیں ۔ اس تازہ حوالہ میں اس نے اسی مسئلہ کے متعلق یہاں تک کہہ دیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صلبی چار صاحبزادیاں ہونے پر شیعہ سنی کسی کا اختلاف نہیں ۔ یعنی یہ اجماعی مسئلہ ہے فریقین کی کتب میں یہ مسئلہ وضاحت و صراحت کے ساتھ کئی مرتبہ مذکور ہے ۔ یہ چاروں صاحبزادیاں مشرف باسلام بھی ہوئیں اور انہوں نے ہجرت بھی فرمائی ۔

دوسرے حوالہ میں مسلک شیعہ کے خاتم المجتہدین ملا باقر مجلسی کا بھی یہی کہنا ثابت ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صاحبزادیوں کی تعداد چار ہونے میں فریقین کے تمام علماء کا اتفاق اور اجماع ہے۔ اگرچہ ملا باقر مجلسی نے اپنے قول کو علامہ قرطبی کی طرف منسوب کر کے بیان کیا لیکن بیان کرنے کا انداز اور پھر اس پر کسی قسم کی جرح نہ کرنا خود ملا باقر مجلسی کی رضا کی دلیل ہے مختصر یہ کہ اس امر پر شیعہ سنی دونوں متفق ہیں کہ آپ کی صاحبزادیاں چار تھیں۔ اس اجماع و اتفاق نے مسئلہ زیر بحث کو یقینی بنا دیا۔ اب اگر فریقین میں سے کوئی اجماع کا انکار کرے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کے متعلق یہ خیال رکھتا ہو کہ وہ آپ کی زیر تربیت تھیں یا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بھانجیاں تھیں وغیرہ وغیرہ۔ تو یہ قائل اجماع کا منکر ٹھہرے گا۔ لہٰذا اس کا قول بالاتفاق مردود اور ناقابل قبول قرار پائے گا۔

جواب چہارم بطریق مکالمہ:

دو مرکزی شیعہ مجتہد شیخ مفید اور شیخ مرتضیٰ کا حضور کی چار حقیقی صاحبزادیاں تسلیم کرنے کے بعد حضرت عثمان غنی کے ساتھ ان میں سے دو کی شادی ہونے پر مکالمہ

مکالمہ شیخ مفید:

شیخ مفید نے جب یہ ثابت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت سے قبل اپنی صاحبزادیوں میں سے دو کا عقد ان مردوں سے کیا جو کافر اور بت پرست تھے۔ بعثت کے بعد آپ نے ان میں تفریق کرا دی۔ پھر شیخ مفید اس مسئلہ میں ایک اعتراض کے ضمن میں یہ جوابات تحریر کرتا ہے۔ اعتراض یہ ہے۔ جب چاروں صاحبزادیاں آپ کی حقیقی بیٹی تھیں تو بعثت کے بعد ان میں سے دو کا عقد یکے بعد دیگرے عثمان

سے کیا گیا۔ حالانکہ عثمان اہل تشیع کے نزدیک درحقیقت مسلمان نہیں تھے بعثت سے قبل تو جواز کی وجہ ہو سکتی ہے۔ لیکن بعثت کے بعد ایسا کیوں کیا گیا؟

شیخ مفید کی عبارت بحار الانوار میں ملا باقر مجلسی نے ذکر کی۔ ملاحظہ ہو۔

بحار الانوار۔

قَالَ الشَّيْخُ الْمُفِيْدُ قَدَّسَ
رُوْحَهُ فِي الْمَسَائِلِ السَّرَوِيَّةِ فِيْ
جَوَابِ مَنْ سَأَلَ عَنْ تَزْوِيْجِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ ابْنَتَهُ زَيْنَبَ وَرُقَيَّةَ
مِنْ عُثْمَانَ قَالَ رَحِمَهُ اللهُ بَعْدَ
اِيْرَادِ بَعْضِ الْأَجْوِبَةِ عَنْ تَزْوِيْجِ أَمِيْرِ
الْمُؤْمِنِيْنَ بِنْتَهُ عُمَرَ وَلَيْسَ ذٰلِكَ
بِأَعْجَبَ مِنْ قَوْلِ لُوْطٍ " هٰؤُلَاءِ
بَنَاتِيْ هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ " فَدَعَاهُمْ
إِلَى الْعَقْدِ عَلَيْهِمْ بِبَنَاتِهِ وَهُمْ
كُفَّارٌ ضُلَّالٌ قَدْ أَذِنَ اللهُ فِيْ
هَلَاكِهِمْ وَقَدْ زَوَّجَ رَسُوْلُ اللهِ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ بِنْتَيْهِ قَبْلَ
الْبَعْثَةِ كَافِرَيْنِ كَانَا يَعْبُدَانِ الْأَصْنَامَ
أَحَدُهُمَا عُتْبَةُ بْنُ أَبِيْ لَهَبٍ وَالْآخَرُ
أَبُو الْعَاصِ بْنُ الرَّبِيْعِ فَلَمَّا بُعِثَ

رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ فَرَّقَ بَيْنَهُمَا وَبَيْنَ ابْنَتَيْهِ فَمَاتَ عُتْبَةُ عَلَى الْكُفْرِ وَأَسْلَمَ أَبُو الْعَاصِ فَرَدَّهَا عَلَيْهِ بِالنِّكَاحِ الْأَوَّلِ وَلَمْ يَكُنْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ فِي حَالٍ مِنَ الْأَحْوَالِ كَافِرًا وَلَا مُوَالِيًا لِأَهْلِ الْكُفْرِ وَقَدْ زَوَّجَ مَنْ تَبَرَّأَ مِنْ دِينِهِ وَهُوَ مُعَادٍ لَهُ فِي اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَهُمَا اللَّتَانِ زَوَّجَهُمَا عُثْمَانُ بَعْدَ هَلَاكِ عُتْبَةَ وَمَوْتِ أَبِي الْعَاصِ وَإِنَّمَا زَوَّجَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ عَلَى ظَاهِرِ الْإِسْلَامِ ثُمَّ إِنَّهُ تَغَيَّرَ بَعْدَ ذٰلِكَ وَلَمْ يَكُنْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ تَبِعَةٌ فِيمَا يَحْدُثُ فِي الْعَاقِبَةِ هٰذَا عَلَى قَوْلِ بَعْضِ أَصْحَابِنَا وَعَلَى قَوْلِ فَرِيقٍ آخَرَ أَنَّهُ زَوَّجَهُ عَلَى الظَّاهِرِ وَكَانَ بَاطِنُهُ مَسْتُورًا عَنْهُ وَيُمْكِنُ أَنْ يَسْتُرَ اللهُ عَنْ نَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ نِفَاقَ كَثِيرٍ مِنَ الْمُنَافِقِينَ فَقَدْ قَالَ اللهُ سُبْحَانَهُ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ

حُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى النَّبِيِّ لَا تَعْتَصِمُهُمْ نَحْنُ
نَعَمْ لِعِصْمَتِهِمْ) فَلَا يَبْعُدُ اَنْ يَكُوْنَ فِيْ بَعْضِ
حُرْمَتِهٖ كَذٰلِكَ وَالنِّكَاحُ عَلَى الظَّاهِرِ دُوْنَ
الْبَاطِنِ وَاَيْضًا وَيُمْكِنُ اَنْ يَكُوْنَ اللّٰهُ
تَعَالٰى قَدْ اَبَاحَهٗ مُنَاكَحَةَ مَنْ تَظَاهَرَ
الْاِسْلَامَ وَاِنْ عَلِمَ مِنْ بَاطِنِهِ النِّفَاقَ
وَخَصَّهٗ بِذٰلِكَ وَرَخَّصَ لَهٗ فِيْهِ كَمَا
خَصَّهٗ فِيْ اَنْ يَجْمَعَ اَكْثَرَ مِنْ اَرْبَعِ
حَرَائِرَ فِي النِّكَاحِ وَاَبَاحَهٗ اَنْ يَنْكِحَ
بِغَيْرِ مَهْرٍ وَلَمْ يَحْظُرْ عَلَيْهِ الْمُوَاصَلَةَ
فِي الصِّيَامِ وَلَا الصَّلٰوةَ بَعْدَ قِيَامِهٖ مِنَ
النَّوْمِ بِغَيْرِ وُضُوْءٍ وَاَشْبَاهَ ذٰلِكَ مِمَّا
خُصَّ بِهٖ وَحُظِرَ عَلٰى غَيْرِهٖ مِنْ عَامَّةِ
النَّاسِ فَهٰذِهٖ اَجْوِبَةٌ ثَلَاثَةٌ عَنْ تَزْوِيْجِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ عُثْمَانَ وَكُلٌّ
وَاحِدٍ مِّنْهَا كَافٍ بِنَفْسِهٖ مُسْتَغْنٍ عَمَّا سِوَاهُ
وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ لِلصَّوَابِ۔

(بحار الانوار تصنیف ملا باقر مجلسی
جلد ۲۲ ص ۱۰۳ تا ۱۰۹ تاریخ نبینا
صلی اللہ علیہ وسلم - مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ:

"مسائل السرویہ میں شیخ مفید نے چند ایسے سوالات کا جواب تحریر کیا جو ایک سائل نے دریافت کئے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیوں کی شادی حضرت عثمان سے کیوں کی گئی! اس سے پہلے شیخ مفید نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کی شادی جو حضرت عمر سے ہوئی تھی۔ اس کے جوابات تحریر کئے ہیں۔

یہ کوئی حضرت لوط علیہ السلام کے قول سے بڑھ کر تعجب خیز معاملہ نہیں حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا۔ "یہ میری بیٹیاں ہیں جو تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ ہیں۔ یعنی کہ آپ نے ان لوگوں کو اپنی بیٹیوں سے شادی کرنے کی دعوت دی۔ حالانکہ وہ کافر گمراہ تھے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کے ہلاک کرنے کا اعلان بھی فرما چکا تھا۔ یہ بھی امر واقع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت سے قبل اپنی دو بیٹیوں کی شادی دو کافروں سے کی تھی۔ یہ دونوں بتوں کے پجاری تھے۔ ان میں سے ایک کا نام عتبہ بن ابی لہب تھا اور دوسرے کا نام ابو العاص بن ربیع تھا۔ پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو آپ نے اپنی صاحبزادیوں اور ان کے خاوندوں کے درمیان جدائی کرا دی۔ عتبہ تو کفر پر ہی مر گیا۔ اور ابو العاص مسلمان ہو گیا۔ آپ نے اس کے عقد میں دی ہوئی بیٹی اسی عقد کے ذریعہ واپس لوٹا دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی حال میں بھی حالت کفر پر نہ رہے، اور نہ ہی کافروں کے ساتھ آپ کا کبھی یارانہ رہا آپ نے ایسے شخص کو اپنی بیٹی بیاہ دی۔ جو آپ کے دین سے بیزار تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں آپ کا دشمن تھا۔ آپ نے اپنی دو صاحبزادیوں کی شادی

حضرت عثمان سے کر دی۔ جو پہلے عتبہ اور ابو لہب کی زوجیت میں تھیں اور یہ دونوں مر چکے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شادی عثمان کے ظاہری اسلام کو دیکھ کر کی۔ پھر شادی ہو جانے کے بعد عثمان نے ظاہری اسلام بھی چھوڑ دیا تھا اس لیے جائز ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی ایسے معاملہ اور واقعات کے مکلف نہ تھے۔ جو بعد میں رونما ہونے والے ہوں۔ یعنی جو کچھ فی الحال نظر آیا آپ اسی کے مکلف تھے۔ جیسا کہ فی الحال عثمان مسلمان تھا۔ لیکن انجام کیا ہوتا ہے۔ آپ اس کے مکلف نہ تھے۔ تاکہ عثمان کے اسلام ظاہری سے برگشتہ ہونے کی صورت میں آپ شروع سے ہی اس کو اپنی لڑکی نہ دیتے۔ یہ جواب ہمارے بعض اصحاب کے قول کے مطابق دیا گیا ہے۔

ایک اور فریق کے قول کے مطابق جواب یہ ہوگا۔ کہ آپ نے یہ شادی ظاہری اسلامی حالت کو دیکھ کر کی۔ اور عثمان کا باطن آپ سے مخفی تھا اور ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے منافقین کے نفاق کو آپ سے چھپا کر رکھا ہو۔ دیکھئے خود اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "مدینہ کے کچھ لوگ نفاق میں بہت بڑھے ہوئے ہیں۔ انہیں تم نہیں جانتے۔ ہم بخوبی جانتے ہیں" لہٰذا جب مدینہ میں ایسے اشخاص موجود تھے تو کیا کریں ان کا رد ہونا ممکن تو نہیں ہوگا۔ اور نکاح تو ہوتا ہے ظاہری حالت کو دیکھ کر نہ کہ باطن کو سامنے رکھ کر۔

اور یہ بھی جواب دینا ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر اس شخص سے نکاح کرنے کی اجازت دیدی ہو۔ اور از روئے شرع مباح ہو

جو اسلام کو ظاہری طور پر قبول کر رہا ہے۔ اگرچہ آپ کو اس کے اندر کے نفاق کا علم ہی ہو اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے یہ مخصوص کر دیا ہو اور اس کی رخصت و اجازت دے دی ہو جیسا کہ آپ کے لیے مخصوص طور پر یہ حکم تھا کہ آپ چار آزاد عورتوں سے زیادہ کے ساتھ بھی شادی کر سکتے ہیں۔ اور بغیر مہر کے آپ کو شادی کرنے کی اجازت تھی اور روزے لگاتار رکھنا آپ کے لیے ممنوع نہ تھا۔ اور سو جانے کے بعد بغیر وضو کئے آپ کے لیے نماز پڑھنا جائز تھا۔ ان جیسی باتیں جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تو مباح تھیں۔ لیکن دوسروں کے لیے حرام تھیں۔ و بہذا اپنی بیٹیوں کی شادی حضرت عثمان سے کر دیا حالانکہ آپ ان کے نفاق سے بخوبی آگاہ تھے و معاذ اللہ۔ صرف اور صرف آپ کو اللہ تعالیٰ نے یہ رخصت و اجازت دی تھی کہ کسی دوسرے مومن کے لیے ایسا کرنا حرام ہے۔ تو یہ تین جواب ہوئے اس سوال کے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادیوں کی شادی عثمان سے کیوں کی ان جوابات میں سے ہر ایک جواب بذاتہ سائل کی تسلی کے لیے کافی ہے اور دوسرے کسی جواب کی ضرورت نہیں رہتی۔ اللہ تعالیٰ صواب کی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔

شیخ مفید کے کلام کی تلخیص۔

۱۔ حضرت زینب اور رقیہ رضی اللہ عنہما دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیاں ہیں۔

۲۔ بعثت سے قبل ان دونوں کا نکاح عتبہ اور ابو العاص سے ہوا۔ جو اسلام قبول کرنے پر منقطع ہو گیا۔

۳۔ پھر ان دونوں صاحبزادیوں کا بعثت کے بعد ابوالعاص اور عثمان سے نکاح ہوا۔ جو اہل تشیع کے نزدیک منافق تھے (معاذ اللہ) منافق کے ساتھ ایک مسلمان عورت کی شادی خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں کی؟ اس کے تین جوابات ہیں۔

اول۔ یہ دونوں (ابوالعاص، عثمان) بظاہر مسلمان تھے۔ اس لیے ان کے ظاہر کو دیکھ کر شادی کی گئی۔ اگرچہ بعد میں یہ دونوں اسلام سے پھر گئے۔

دوم۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا اندرونی نفاق مخفی تھا۔ اس لیے ظاہری مسلمان سمجھ کر ان سے نکاح کر دینا قابل اعتراض نہیں۔

سوم۔ ظاہری اسلام اور باطنی نفاق کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا۔ پھر آپ نے نکاح کر دیا۔ تو ایسا کرنا آپ کی خصوصیات میں سے ہے۔ جو دوسروں کے لیے ہرگز جائز نہیں۔ جیسا کہ چار سے زائد شادیاں، حق مہر کے بغیر نکاح اور علی الدوام روزے رکھنا وغیرہ۔

لمحہ فکریہ:

قارئین کرام! شیخ مفید کے انداز تحریر سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیاں چار تھیں کیونکہ ان میں سے دو (رقیہ اور زینب) کی شادی بعثت سے قبل دو کافروں (ابوالعاص، عتبہ) سے ہوئی۔ اس شادی کی صحت کو ثابت کرنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی۔ اور بعثت کے بعد یہ دونوں ابوالعاص اور عثمان کے نکاح میں رہیں۔ اس نکاح کے درست اور جائز ہونے کے تین جوابات ذکر کیے۔

یہ جوابات ذکر کرنا دراصل اس بنیادی اعتراض سے اٹھنے والے سوالات کا دفاع ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حقیقی صاحبزادیوں کی ایسے لوگوں سے شادی کیسے کر سکتے ہیں؟ اگر شیخ مفید کی تحقیق یہ ہوتی کہ یہ لڑکیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیاں

نہیں۔ تو پھر اس کا واضح اور دو ٹوک جواب یہ ہوتا کہ دیکھو۔ ان کے نکاح کرنے سے حضور کی ذات مورد الزام نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ آپ کی حقیقی بیٹیاں ہی نہیں ہیں۔

• شیخ مفید کو اگر اضطراب اور پریشانی تھی۔ تو یہ کہ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر اعتراض نہ ہے۔ لیکن مجلسی کو پریشانی یہ لاحق ہوئی۔ کہ یہ دونوں لڑکیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیاں نہ ہونے پائیں۔ شیخ مفید کو حضرت عثمان سے دشمنی تھی۔ لیکن اس کے باوجود حضرت رقیہ اور ام کلثوم کا حضور کی حقیقی بیٹیاں ہونے سے انکار نہیں کیا لیکن مجلسی کو تو حضرت عثمان کے علاوہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی ہے۔ آپ کی حقیقی صاحبزادیوں کی آپ سے نفی کرکے اپنی دشمنی کا اظہار کرنے پر تلا بیٹھا ہے۔ کیا اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ناراض نہ ہوں گے؟

مقام حیرت ہے۔ کہ متقدمین شیعہ میں سے کسی کو یہ جرأت نہ پڑی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کا انکار کرے۔ لیکن ان کے برعکس مجلسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم، ائمہ اہل بیت اور اپنے متقدمین کی مخالفت کا بیڑا اٹھایا۔ آخر کیوں؟

مکالمہ شیخ طوسی و سید مرتضیٰ:

اہل تشیع کے یہ دو نامور مجتہد ہیں۔ جنہوں نے بعض دفعہ ائمہ اہل بیت کے مقابلہ پر اہل تشیع ان کے قول کو ترجیح دے دیتے ہیں مثلاً تمام ائمہ اہل بیت نے وقوع اور ثبوت قرآن کریم کی تحریف کو تسلیم کیا۔ مگر ان دونوں نے اس سے انکار کیا۔ اب بوقت مناظرہ اہل تشیع یہ ثابت کرتے ہیں کہ ہم تحریف قرآن کے معتقد نہیں۔ اور اس کے ثبوت میں ان دونوں کی عبارات پیش کی جاتی ہیں۔ یہ سوال کیا سے۔ شیخ مرتضیٰ نے الشافی۔ اور شیخ طوسی نے اس کی شرح تلخیص الشافی۔ تحریر کیں۔ ان دونوں نے

اپنی تصنیف میں یہ شبہ پیدا کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیاں حضرت زینب اور ام کلثوم آپ کی حقیقی بیٹیاں تھیں لیکن اس مقام پر ایک اعتراض نکالا وہ یہ کہ اس امر کی نص موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک کے دل کے خیالات جانتے تھے۔ اس علم کے ہوتے ہوئے پھر آپ نے اپنی ان دو حقیقی بیٹیوں کا عقد ایسے آدمیوں سے کیوں کیا۔ جو باطن میں مسلمان نہ تھے۔[۱۰۶]

اس اعتراض کے انہوں نے کئی ایک جواب دیئے جن سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ ان دونوں کے نکاح کر دینے سے آپ کی ذات پر کوئی اعتراض نہیں آتا اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

تلخیص الشافی:

فَإِنْ قِيلَ إِذَا كَانَ جَحْدُ النَّصِّ كُفْرًا
عِنْدَكُمْ وَالْكَافِرُ عِنْدَكُمْ لَا يَجُوزُ
أَنْ يَتَقَدَّمَهُ إِيمَانًا وَلَا إِسْلَامٌ
وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ عَالِمٌ بِكُلِّ
ذٰلِكَ فَكَيْفَ يَجُوزُ أَنْ يَنْكِحَ
ابْنَتَهُ مَنْ يَعْرِفُ مِنْ بَاطِنِهِ خِلَافَ
الْإِيمَانِ۔ قُلْنَا قَدْ مَضَى فِيمَا تَقَدَّمَ
الْكَلَامُ عَلَى نَظِيرِ هٰذَا الْمَعْنَى وَ
جُمْلَتُهُ أَنَّهُ لَيْسَ كُلُّ مَنْ قَالَ
بِالنَّصِّ عَلَى أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ
السَّلَامُ يُكَفِّرُ دَافِعَهُ وَلَا كُلُّ

من كفر ذا فيه يقول بالموافاة
وأن الموافي بالكفر لا يجوز
أن يتقدم منه إيمان ومن
قال بالإحباط لا يمتنع أن يجوز
كون النبي صلى الله عليه وآله
غير عالم بحال ذلك النفر على
سبيل التفصيل وإذا علم ذلك
على ما يجوز تغير حالهم جوز أن
يؤمنوا كما يجوز أن يموتوا ولم
تعلم عاقبتهم ولو ثبت أنه عليه
السلام كان يعلم التفصيل والعاقبة
وكل شيء جوزنا ألا يعلمه لكان
ممكن أن يكون من ولمه كان قبل
هذا العلم ولو كان تقدم له العلم
لما ذكرناه وليس معنا في العلم بذا
ثبت تاريخ.

(تلخیص الشافی تصنیف ابوجعفر طوسی
شیعی جلد ۳ ص ۵۰، ۵۱ فصل فی ابطال
امامت عثمان۔ مطبوعہ قم ایران۔
طبع جدید

ترجمہ:

اگر اعتراض کیا جائے کہ تم (اہل تشیع) کے نزدیک نص کا انکار کرنا کفر ہے۔ اور کافر کے بارے میں تمہارا (شیعوں کا) عقیدہ یہ ہے کہ کفر سے پہلے اس کے پاس ایمان و اسلام نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ اور تمہارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام باتوں سے باخبر تھے (یعنی یہ کہ عثمان غنی اور ابوالعاص بظاہر مسلمان ہوئے ہیں۔ باطن میں کافر ہیں) تو پھر ان معتقدات کے ہوتے ہوئے یہ کیونکر جائز ہو سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حقیقی بیٹی کی شادی ایسے آدمی سے کریں۔ جس کے باطن کو آپ جانتے ہیں کہ اس میں ایمان نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔

ہم اس کے اعتراض کے جواب میں کہتے ہیں کہ اس حق کے مطابق گزشتہ اوراق میں کچھ گفتگو ہو چکی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل پر نص کا قائل اس شخص کو جو اس نص کا منکر ہے کافر نہیں سمجھتا۔ اور نہ ہی اس نص کے منکر کے بارے میں موافات (ہر حال میں کافر ہے) کا قائل ہے۔ کیونکہ جو شخص ہر حال میں کافر ہی ہو اس کا پہلے کسی وقت میں ایمان دار ہونا ہرگز جائز نہیں ہو سکتا۔ (کیونکہ وہ بھی ایک حال اور زمانہ ہے۔ جس میں اس کا ایمان تھا حالانکہ فرض یہ کیا گیا کہ وہ ہر حال اور زمانہ میں کافر ہی ہوگا) اور جو شخص ان دونوں عقیدوں کا معتقد ہے۔ (یعنی منکر نص کافر ہے (۲) منکر نص ہر حال میں کافر ہے) اس شخص کے نزدیک یہ بات کوئی ناجائز اور منع نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس منکر و مخالف نص کے تفصیلی حالات سے واقف نہ ہوں۔ اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ وہ لوگ جو ان حضرات کی (عثمان غنی اور ابوالعاص) تکفیر

کرتے ہیں۔ جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹیاں بیاہ دیں۔ تو یہ بھی جائز
ہے کہ ان حضرات نے کفر سے توبہ کر لی ہو۔ جیسا کہ یہ بھی جائز ہے کہ مرجائیں
اور ان کا انجام معلوم نہ ہو۔ اور اگر یہ ثابت ہو جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
ان کے تفصیلی حالات اور ان کے انجام کو بخوبی جانتے تھے۔ اور ہر ایک امر
سے آگاہ ہوں۔ جیسا کہ ہم نے رد کی سبیل تنزل یہ کہا کہ آپ ان سے لاعلم تھے
تو پھر بھی یہ امکان باقی رہتا ہے کہ آپ کا اپنی دونوں بیٹیوں کا ان سے نکاح
کرنا اس تفصیلی علم سے قبل ہو۔ اس صورت میں اگر آپ کو تفصیلی علم پہلے سے
ہوتا۔ تو ہرگز ہرگز نکاح نہ کرتے اور حقیقت یہ ہے کہ ہمارے پاس
کوئی ایسا آلہ علم نہیں۔ جس کے ذریعہ ہم معلوم کر سکیں۔ کہ آپ کو علم کب
ہوا۔ رشتۂ عقد کرنے سے پہلے یا اس کے بعد؟

تین جواب تین مسئلے۔

دونوں شیعی مجتہدین نے حضرت زینب اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما کا ابو العاص اور
عثمان غنی سے نکاح ہونے کے منکرین کی دلیل کے تین جواب دیئے۔ دلیل یہ تھی۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی امامت خلافت
پر نص موجود ہے۔ اور جو نص کا منکر ہے۔ وہ یا تو کافر ہے۔ یا دائمی کافر ہے۔ لہٰذا
جب عثمان غنی نے حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت و امامت کو تسلیم نہ کیا تو نص کے منکر
ہونے کی وجہ سے کافر ٹھہرے۔ اس لیے کسی کافر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹی کا
نکاح نہیں کر سکتے کیونکہ یہ بھی عقیدہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے باطن
سے بخوبی آگاہ تھے۔

پہلا جواب۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت و امامت (بلا فصل) پر نص ہونا اس پر بھی اتفاق نہیں۔ لیکن جو شیعہ نص کے قائل ہیں وہ اس کے منکر یعنی ثانت پر کفر کا فتویٰ لگانے میں متفق نہیں۔ جب (بقول شیعہ) حضرت علی المرتضیٰ کی امامت کی نص پر اجماع نہیں۔ پھر اس پر نص کے قائلین کا منکر نص پر بالاتفاق کفر کا فتویٰ نہیں۔ تو پھر حضرت عثمان غنی اور ابو العاص رضی اللہ عنہما کو کیسے کافر بالاتفاق کہا جا سکتا ہے تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر یہ اعتراض کیا جائے۔ کہ آپ نے کافر سے اپنی بیٹی کی شادی کر دی۔

دوسرا جواب:۔

جو شیعہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ نص کا منکر کافر ہو جاتا ہے۔ ان کا اس بات پر اتفاق نہیں کہ یہ کافر ایسا کافر ہو۔ کہ کبھی بھی ایمان سے آراستہ نہ ہو اور نہ ہو سکے۔ اس لیے ممکن ہے۔ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں (عثمان، ابو العاص) سے اپنی بیٹیوں کا عقد کیا تو اس وقت یہ دونوں نص کے منکر نہ ہونے کی بنا پر مسلمان ہی ہوں۔ ایسی حالت میں ان سے عقد کرنے پر حضور کی ذات مقدسہ پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔

تیسرا جواب:۔

جن شیعوں کا یہ مسلک ہے۔ کہ نص کا منکر کافر اور بہر حال کافر ہے۔ تو اس کا جواب یوں دینا ہو گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے باطن کا علم از خود نہ تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کے عطا کرنے سے تھے۔ یہ علم کب عطا ہوا؟ کیا نکاح سے پہلے یا علم پہلے تھا؟ تو جب تک عطائے علم کی تاریخ کا علم نہ ہو جائے اور پھر اس کا تاریخ نکاح کی تاریخ سے قبل ہونا ثابت نہ ہو، تو پھر بھی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ممکن ہے کہ بوقت نکاح آپ کو تفصیلی علم تھا ہی نہیں۔ بعد میں عطا ہوا۔

پہلا مسئلہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بیٹیاں حقیقی تھیں۔ تبھی تو آپ کی ذات والا صفات

پر اٹھنے والے اعتراضات کا جواب دینے کی زحمت اٹھانا پڑی۔

دوسرا مسئلہ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب ہر وقت ثابت نہیں۔ یعنی ماکان اور ما یکون آپ کے احاطہ علم میں نہیں۔ لیکن اہل تشیع اپنے ائمہ کے لیے ماکان وما یکون تسلیم کرتے ہیں۔ گویا نبی الانبیاء سے ان کے جانشین اور امتی علم میں بڑھ گئے۔

تیسرا مسئلہ۔

خلافت وامامت کا منصوص ہونا تمام شیعوں کا متفقہ عقیدہ نہیں ہے۔ اور اس کا منکر بھی متفقہ طور پر کافر نہیں ہے۔ تقریباً اہل سنت اور اہل تشیع کے مابین مختلف فیہ مسائل کی جڑ اور بنیاد یہ ہے۔ کہ امام وخلیفہ منصوص ہوتا ہے۔ یا نہیں۔ اور اس کا منکر کافر ہوتا ہے یا نہیں۔

اگر ان دونوں مجتہدوں کی بات کو ان کے نام لیوا تسلیم کرلیں۔ تو بہت سے مسائل میں اختلافات ختم ہو جاتا ہے۔ اور اگر انکار کیا جائے۔ تو جہاں اور خرابیاں پیدا ہوں گی ان کے ساتھ مسئلہ زیر بحث کے متعلق یہ کہنا پڑے گا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالعاص اور عثمان کے کفر باطنی پر مطلع ہوتے ہوئے بھی اپنی حقیقی صاحبزادیوں کی ان سے شادی کر دی۔ اور ایسا کہنا بہت بڑی گستاخی اور بے دینی ہوگا۔

لہٰذا درست یہی ثابت ہوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام صاحبزادیاں۔ (رقیہ، ام کلثوم، زینب، فاطمہ) حقیقی صلبی تھیں۔ اور آپ نے ان میں سے دو کی شادی جو ابوالعاص اور عثمان غنی سے کی۔ وہ از روئے قواعد شرعیہ صحیح اور درست تھی۔

چیلنج:

اہل تشیع کے بزرگ علماء اور مجتہدین (علامہ مامقانی، شیخ مفید، سید مرتضیٰ اور شیخ طوسی) کے حوالے اور مسلک کے ذریعہ ثابت ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سبھی بیٹیاں حقیقی تھیں۔ ان میں سے ربیبہ یا خالہ اخت خدیجہ کی صاحبزادیاں نہ تھیں۔ اور ایسا عقیدہ رکھنے والے کے عقیدہ کو مکڑی کے جالے کی طرح کمزور کہا۔ نص رسول اور نص ائمہ کے خلاف کہاں ان بزرگ شیعہ علماء کے مقابلہ میں ایک مجھے پٹے "مجتہد" کی کیا چل سکتی ہے۔ میں اس موقعہ پر تمام موجودہ شیعہ علماء کو بالعموم اور نجفی شیعی کو بالخصوص چیلنج کرتا ہوں۔ کہ حضرات ائمہ اہل بیت میں سے کسی ایک امام کی طرف سے ایک ہی حدیث جو مسند، مرفوع، صحیح یا مشہور ہو اور اس میں صراحت ہو کہ سیدہ زینب، ام کلثوم اور رقیہ رضی اللہ عنہن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیاں نہیں تھیں۔ تو تیس ہزار روپے نقد انعام دوں گا۔

هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

دوسری دلیل

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تین صاحبزادیاں (رقیہ، ام کلثوم، زینب) آپ کی ربیبہ (لے پالک) تھیں۔

نجفی شیعی نے اس دلیل میں بھی وہی بھرپور فضول طریقہ اختیار کیا۔ جو اس کی طبیعت میں ودیعت کر دیا گیا ہے۔ یعنی یہ کہ اصل دلیل تو چار سطور میں مکمل ہو جاتی ہے۔ لیکن پانچ چھ صفحات اس بد بخت نے اپنے طور پر تحریر کر دیئے۔ ان میں زیادہ طور پر سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ذات پر نازیبا کلمات اور گستاخانہ عبارات کی شکل میں اپنے بغض کی بھڑاس نکالی۔ پھر ایسی بھی باتیں لکھیں۔ جن کا موضوع سے کوئی تعلق نہیں۔ بہرحال اس دلیل کا خلاصہ یہ ہے۔

زوجہ عثمان رقیہ نبی کریم کی صلبی بیٹی نہ تھیں۔ کیونکہ رقیہ بنت رسول کے پیدا ہونے کے وقت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف تینتیس برس تھی۔ لہٰذا سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا عقد عتبہ کے ساتھ جو بعثت کی رات ہوا۔ ناسخ التواریخ جو شیعوں کی معتبر کتاب ہے کہ اللہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت چالیس برس میں کیا۔ اس لیے اس وقت جناب رقیہ کی عمر سات برس کی بنتی ہے۔

جس میں شیعی بھائی تشریح یہ کرتے ہیں۔ کہ ہمارے نبی کریم کو کیا مجبوری تھی۔ کہ چھ سال کی کم سن نابالغ بچی ایک کافر کے نکاح میں دے دی۔ شانِ نبوت کی حفاظت اس طرح ہو سکتی ہے۔ کہ رقیہ نامی لڑکی خدیجہ زوجہ نبی کی پالتو تھی۔ اس کی شادی عتبہ کافر کے ساتھ ہوئی۔ اور اسے طلاق کے بعد پھر اس کی شادی جناب عثمان کے ساتھ ہو گئی۔۔۔ کیونکہ کوئی غیرت والا باپ کم سن بچی اپنے دشمن کو نہیں دیتا۔ پس ہمارے نبی کریم کی تو یہ شان ہے نبی کریم تو کفار کے مذہب کے مخالف تھے۔ اور کفار آنجناب کے دشمن تھے۔ پس ہمارے نبی کو کیا مجبوری تھی۔ کہ کم سن لڑکیاں دشمنوں کو دیتے۔"

(قول مقبول فی اثبات وحدت بنت الرسول ص ۲۰۲، ۲۰۳)

جواب:

نجفی شیعی کی اس دلیل کا جواب دینے کی ضرورت تو کوئی نہیں۔ کیونکہ پہلی دلیل کے جواب میں اس قسم کی باتوں کی پوری وضاحت کر چکا ہوں۔ لیکن پھر بھی قارئین کرام کی تسلی کے لیے چند الفاظ پیش خدمت ہیں۔ نجفی کی دلیل مذکور کی دو بنیادیں ہیں۔

۱۔ اتنی چھوٹی عمر (چھ سال) میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی صاحبزادی کی کافروں کے ساتھ شادی کرنے کی کیا ضرورت اور مجبوری تھی؟۔

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کفار کے مخالف تھے۔ اُدھر کفار بھی آپ کے دشمن تھے تو اس دشمنی اور مخالفت کے باوجود آپ نے اپنی بیٹی کی شادی کیسے کر لی مناسب بھی؟

دلیل کی یہ دونوں بنیادیں جہالت کا جیتا جاگتا ثبوت ہیں۔ پہلی بات ہم یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ کس کتاب میں کس اصول کے تحت یہ لکھا ہوا ہے۔ کہ چھ برس کی عمر کی بچی کی شادی کرنا ناجائز ہے۔ اگر نجفی اور اس کے تمام گروہ کے پاس کوئی دلیل حوالہ ہو۔ تو پیش کریں۔ ورنہ اپنی من گھڑت شریعت کو کہیں گندی نالی میں پھینکیں۔ تاکہ لوگ

والے اشعار کرائے کہیں دور ڈال آئیں۔ دوسری بنیاد کے بارے میں گزارش گذار ہوں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت رقیہ کی شادی عتبہ سے کی۔ تو ان دنوں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی کی مخالفت نہ تھی۔ کافر مخالفت کیوں کرتے۔ کفار تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صادق و امین کہتے تھے۔ اور اعلان نبوت سے قبل انہیں آپ سے کسی قسم کی شکایت نہ تھی۔ آخر مخالفت کی کوئی وجہ بھی ہونی چاہیے۔ محض لکھ دینا کہ کافر آپ کی مخالفت کرتے تھے۔ بغیر دلیل اسے کون تسلیم کرے گا؟ بلکہ اس کے خلاف کے دلائل موجود ہیں۔ جب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں جلوہ فرما ہوئے۔ تو آپ کی ولادت باسعادت کی خبر ابولہب نے سنی۔ تو خوشی کی خبر دینے والی لونڈی ثویبہ کو اس کی خوشی میں آزاد کر دیا۔ یہی ثویبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ماں بھی ہیں۔ جیسا کہ تاریخ یعقوبی کے اندر مذکور ہے۔

تاریخ یعقوبی:

وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ بَعْدَ مَا بَعَثَهُ اللّٰهُ رَأَيْتُ أَبَا لَهَبٍ فِي النَّارِ يَصِيْحُ اَلْعَطَشُ اَلْعَطَشُ فَيُسْقٰى فِيْ نَقِيْرِ اِبْهَامِهٖ فَقُلْتُ بِمَ هٰذَا؟ فَقَالَ بِعِتْقِيْ ثُوَيْبَةَ لِاَنَّهَا اَرْضَعَتْكَ۔

(تاریخ یعقوبی جلد دوم صفحہ ۹ مولد رسول اللہ مطبوعہ بیروت طبع جدید)۔

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت مبارکہ کے بعد فرمایا۔ میں نے ابولہب کو دوزخ کی آگ میں چیختے ہوئے دیکھا۔ وہ العطش العطش کی

صدائیں بلند کر رہا تھا۔ تو اس کو اس کے انگوٹھے میں سے کچھ پینے کو دیا جاتا ہے میں نے دریافت کیا۔ یہ کیونکر؟ ابولہب نے کہا۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ میں نے آپ کی ولادت کی خوشی کے طور پر اپنی لونڈی ثویبہ کو آزاد کر دیا تھا۔ اور بعد میں اسی لونڈی نے آپ کو دودھ پلایا۔ اس کی آزادی کی وجہ سے مجھے پانی ملتا ہے۔

قارئین کرام! صاحب تاریخ یعقوبی شیعی نے اپنی تاریخ میں اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کفار کو اعلان نبوت سے قبل کوئی دشمنی نہ تھی۔ ورنہ آپ کا بہت بڑا دشمن کبھی بھی آپ کی ولادت پر ثویبہ نامی لونڈی کو آزاد نہ کرتا۔ جس کی بدولت وہ جہنم میں بھی نفع حاصل کر رہا ہے۔

نوٹ:۔

نجفی شیعی کو اہل تشیع نے "حجۃ الاسلام" کی مہر لگا کر نہ جانے شیعہ بنا لیا ہے۔ خدا بہتر جانتا ہے کہ اس لفظ سے ان کی کیا مراد ہے۔ اتنے بڑے کذاب اور مفتری کو یہ لقب کیونکر دیا گیا۔ ہاں ممکن ہے۔ کہ جب ان کے مذہب میں تقیہ کرنا ایک عظیم عبادت ہے۔ جسے بقول ان کے ائمہ حضرات بھی اپناتے رہے۔ تو اس فن میں مہارت تامہ رکھنے والا ان کے نزدیک ایسے لقب سے ملقب ہوتا ہو۔ اس حجۃ الاسلام نے تاریخ یعقوبی کو سنیوں کی معتبر کتاب لکھا۔ جو بالکل کذب و افتراء ہے۔ کیونکہ انہی کے ایک جرنیل "المحدثین ناصر الملۃ والدین" شیخ عباس قمی نے صاحب تاریخ یعقوبی احمد بن ابی یعقوب کو امامی شیعہ لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

الکنیٰ والالقاب:۔

احمد بن ابی یعقوب بن جعفر بن وھب بن ابی واضح کاتب ولیس(؟) عباسی امامی شیعہ

امامی است ... تاریخ دارد بنام تاریخ یعقوبی و غیر آنہا و در سال سنہ ۲۸۴ وفات نمود۔

(کتاب الکنی والالقاب جلد ۳ صفحہ [illegible] مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: احمد بن ابی یعقوب بن جعفر خاندان عباسیہ کا کاتب اور منشی تھا۔ اور مذہباً امامی شیعہ تھا ..... اس کی تصنیفات میں سے ایک کا نام تاریخ یعقوبی ہے۔ ۲۸۴ھ میں فوت ہوا۔

میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نجفی شیعی کو حق پہچاننے اور پھر اسے قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور تبرہ بازیوں کذب و افتراء سے اُسے باز رکھے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

تیسری دلیل:

قول مقبول:

قرآن پاک سے ثبوت گذر چکا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کو کفر و شرک پسند نہیں ہے۔ اسی لیے ان کو رشتہ دینے سے اللہ نے روکا ہے اور جو چیز خدا کو پسند نہیں ہے۔ وہ ایک عام مومن کو بھی پسند نہیں ہے تو خدا کا نبی تو چونکہ ہر گناہ سے پاک ہوتا ہے۔ لہٰذا خدا کی ناپسند چیز کو وہ ہرگز اختیار نہ کرے گا۔

حدیث مذکور میں بتایا گیا جب آپ سے کوئی ایسا شخص رشتہ مانگے۔ جس کے دین کو آپ پسند کرتے ہوں۔ تو اس کو رشتہ دے دینا۔ یعنی اگر کافر مسلمان سے رشتہ مانگے تو چونکہ مسلمان کو کافر کا دین پسند نہیں ہے۔ لہٰذا ایک عام مسلمان بھی کافر کو رشتہ دینا گوارہ نہیں کرے گا۔ چونکہ حضرات ختنین کافر و منافق نہ تھے۔ پس یہ ناممکن ہے کہ حضور پاک نے کسی کافر کے دین کو پسند کیا ہو۔ اور اسے اپنی صاحبزادی کا رشتہ دیا ہو۔ خلاصہ کر

زینب، رقیہ اور ام کلثوم ہمارے نبی کی حقیقی لڑکیاں ہوتیں تو ان کے نکاح کفار سے نہ ہوتے اور جب قیاس استثنائی میں استثناء نقیض تالی ہو۔ تو نتیجہ بھی نقیض مقدم ہوتا ہے۔ چونکہ ان کے نکاح کفار سے ہوئے تھے۔ لہذا ہمارے نبی کی حقیقی بیٹیاں نہ تھیں۔

(قول مقبول فی اثبات وحدۃ بنت الرسول صفحہ ۳)

جواب:

نجفی شیعی کی یہ دلیل بھی دراصل دلیل اول کا ہی ایک نتیجہ ہے۔ لہذا اس کے جواب کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ دلیل اول کا جواب ہی اس کا جواب ہے۔ آپ اس دلیل کو خود سے پڑھیں۔ تو وہی بات دہرائی جاری ہے۔ یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کو رشتہ دینے سے منع فرمایا ہے۔ تو پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کرتے ہوئے اپنی بیٹیوں کو کفار کے عقد میں کیونکر دے سکتے ہیں۔

ہاں اس دلیل میں اپنی علمیت کے اظہار کے لیے قیاس استثنائی۔ استثناء نقیض تالی اور نقیض مقدم وغیرہ الفاظ سے قاری کو مرعوب کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اس بیچارے کو کیا خبر کہ ہمارے مدارس کے سال اول کے طلباء جو تیسیر المنطق اور ایساغوجی پڑھتے ہیں۔ وہ بھی جانتے ہیں۔ کہ اس علمیت کی حقیقت کیا ہے۔ ٹھیک ہے کہ قیاس استثنائی میں اگر استثناء نقیض تالی ہو تو نتیجہ مقدم کی نقیض ہوتا ہے۔ لیکن اس قیاس کو اپنی دلیل کے ساتھ منطبق بھی کرو۔ تمہیں یہ ثابت کرنا لازم ہے۔ کہ کفار کو ابتدائے اسلام میں لڑکیوں کا رشتہ دینا حرام تھا۔ اور یہ تم کبھی بھی ثابت نہیں کر سکتے۔ خود تمہارے اکابر نے صاف واضح الفاظ میں کہہ چکے ہیں کہ ابتدائے اسلام میں کفار سے مسلمانوں کا رشتہ کرنا کرانا جائز تھا۔ اس کو "ولا تنکحوا المشرکین" والی آیت سے منسوخ کیا گیا۔

رہا یہ معاملہ کہ اس دلیل سے آخر نجفی شیعی ثابت کیا کرنا چاہتا ہے۔ اور اس کا

مقصود حاصل کیا ہے؟ تو وہ مقصد صرف یہی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کا حضرت عثمان غنی سے عقد نہیں ہوا۔ کیا ہم پوچھ سکتے ہیں۔ کہ ان کے مابین نکاح کا اس آیت مذکورہ ولا تنکحوا المشرکات (الخ) سے کیا تعلق ہے؟ کیونکہ اس میں ممانعت نکاح مشرکین سے ہے۔ نہ کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے رشتہ کا لین دین نہیں کر سکتا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادیوں کا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے عقد فرمایا۔ تو حضرت عثمان اس وقت مشرف باسلام ہو چکے تھے۔ جس کا ثبوت انہی کے شیعوں کی ایک معتبر کتاب "انوار نعمانیہ" سے پیش کیا ہے۔ اس کتاب کے مصنف "نعمت اللہ جزائری شیعی" نے بالکل صاف صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادیوں کی شادی حضرت عثمان سے اس لیے کی۔ کہ وہ اس وقت مسلمان ہو چکے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ نعمت اللہ جزائری نے اس نجفی شیعی کی منطق کی بھی تردید کی۔ وہ یوں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی عام مسلمانوں کی طرح ظاہری شریعت کے مکلف تھے۔ لہذا نجفی کا یہاں تعلیق بالمحال سے مقدم کی نقیض نتیجہ نکالنا بھی باطل اور لغو ٹھہرا۔ لہذا اس پر یہ تفریع بٹھانا قطعاً غلط ہے کہ چونکہ ان کے نکاح کفار سے ہوئے تھے۔ لہذا وہ جناب نبی کی لڑکیاں نہ تھیں۔ ہم یقین سے کہتے ہیں۔ کہ جب اس قسم کے دعووں کی بنیاد ہی باطل ہے۔ تو اس پر جتنی عمارتیں قائم ہوں گی۔ وہ حقائق کی معمولی ہوا اور تحقیق کے ایک جھونکے سے زمین بوس ہو جائیں گے۔ اور اس پر لطف یہ کہ "انوار نعمانیہ" نے ہی نجفی شیعی کے دلائل کا بیڑا غرق کر دیا ہے۔

چوتھی دلیل

نجفی شیعی نے اپنی چوتھی دلیل میں یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی صرف اور صرف ایک ہی شخصیت یعنی حضرت علی المرتضیٰ کے

ساتھ ہی مختص ہے۔ کوئی اور شخص آپ کا داماد نہیں بن سکتا۔ ہم اس کی دلیل کو من وعن نقل کر دیتے ہیں۔ آپ اسے پڑھ کر خود اندازہ لگا لیں گے۔ کہ اس دلیل کا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے داماد رسول نہ ہونے سے کون تعلق ہے؟ دلیل کے الفاظ درج ذیل ہیں۔

"نبی کریم نے جناب امیر سے فرمایا تھا۔ کہ آپ کو تین فضیلتیں ایسی دی گئی ہیں۔ جو کسی ایک کو نصیب نہیں ہوئیں۔ اور نہ ہی ہوں گی۔ آپ کو میرے جیسا سسر ملا۔ اور مجھے ایسا خسر نہ ملا۔ آپ کو میری بیٹی جیسی صدیقہ زوجہ ملی۔ لیکن مجھے اس کی مثل صدیقہ زوجہ نہ ملی۔ آپ کو حسن وحسین جیسے اپنی صلب سے ملے اور مجھ کو اپنی صلب سے ان کی مثل بیٹے نہ ملے۔ لیکن آپ مجھ سے ہیں اور میں آپ سے ہوں۔

نوٹ:

مذکورہ حدیث سے ثابت ہوا۔ کہ پہلا داماد علی ہونا یہ فضیلت صرف حضرت علی کی ہے۔ کیونکہ لَمْ یُؤْتَ اَحَدٌ ایسا جملہ ہے جس میں "احد" نکرہ ہے اور سیاق نفی میں عموم کا فائدہ دے رہا ہے۔ جناب نبی نے ایسا کلام فرمایا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ میرے جیسا سسر کسی کا ہو یہ فضیلت صرف علی بن ابی طالب کی ہے۔

خلاصہ:

اگر وہ تین لڑکیاں حضور پاک کی حقیقی لڑکیاں ہوتیں۔ تو یہ فضیلت کہ میں سسر ہوں۔ اسے جناب امیر کے ساتھ حضور پاک خاص نہ کرتے۔ نبی کریم کا مذکورہ فضیلت کو جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام کے ساتھ خاص کرنا اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ وہ تین لڑکیاں آنجناب کی حقیقی اولاد نہ تھی۔ لہٰذا عثمان صاحب کا داماد رسول ہونا سفید جھوٹ ہے۔"

(قول مقبول فی اثبات وحدت بنت الرسول ص [illegible])

جواب ۵:

اس دلیل میں نجفی شیعی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی کو صرف حضرت علی المرتضیٰ کے لیے مخصوص ہونا ثابت کیا ہے۔ حالانکہ اس حدیث میں کوئی ایک لفظ بھی ایسا نہیں جس سے تخصیص کا مفہوم نکلتا ہو۔ جن کتابوں میں مذکورہ روایت موجود ہے۔ ان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت ہے کہ اے علی! جو تین باتیں تمہیں حاصل ہوئیں۔ کسی دوسرے کو نہیں ملیں بلکہ مجھے بھی نہیں ملیں۔ ایک یہ کہ میری صدیقہ جیسی بیٹی تمہیں ملی۔ وہ بیوی بیٹ کسی کو بھی ایسی نہ ملی۔ اس سے صاف ظاہر کہ حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی شان جیسی کسی دوسری عورت کو شان حاصل نہیں۔ نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں ان جیسی کوئی ہے۔ اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری بیٹیوں میں کوئی شان میں ان کی ہم سر۔ اتنی بات سے کس کو شک ہے کہ کوئی عورت بھی حضرت فاطمہ کی شان جیسی نہیں۔ اگر اس کا یہ مطلب لیا جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی اور بیٹی نہ تھی۔ تو یہ کسی مجبوط الحواس کا مطلب ہی ہو سکتا ہے۔ الفاظ سے ایسا مفہوم ہرگز ثابت نہیں۔

رہی یہ بات کہ نجفی نے کہا۔ ہمارے نبی نے ایک کلام فرمایا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ میرے جیسا کسی کا سسر ہو۔ یہ فضیلت صرف علی بن ابی طالب کو ہے۔"

عربی عبارت کا یہ مفہوم نکالنا سراسر نجفی کی مکاری اور عیاری ہے۔ اور اختلاف وجہ کی جعل سازی ہے۔

نجفی شیعی نے "ریاض النضرۃ" کی عبارت کا غلط ترجمہ کیا۔ وہ ترجمہ ہرگز درست نہیں۔ کتاب کی اصل عبارت ملاحظہ ہو۔ "اُوْتِیْتَ صِہْرًا مِثْلِی وَ لَمْ اُوْتَ اَنَا مِثْلَکَ الخ" یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اے علی! تجھے مجھ سا خسر (سسر) ملا اور ایسا سسر مجھے نہ ملا۔ اس کا آسان مطلب یہی ہے۔

کہ تمہارے سسر جیسا مجھے سسر نہ ملا۔ کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سسر
وہ ذات ہیں۔ جو امام الانبیاء اللہ تعالیٰ کے محبوب اور رحمۃ للعالمین ہیں۔ تو جو حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے جس قدر بیان کی۔ ان کے باپ میں سے کوئی نبی نہ تھا۔ لہٰذا آپ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حقیقت کا بیان فرمایا۔ گویا وہ تین ایسی خصوصیات ہیں جن کے متعلق
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ مجھ میں بھی وہ نہیں ہیں۔

لیکن ان الفاظ کا یہ مطلب و مفہوم نکالنا کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف حضرت
علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سسر تھے۔ یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی تنہا آپ کے داماد
تھے۔ کیونکہ آپ کی ایک ہی بیٹی تھی۔ اور آپ نے حضرت علی سے ہی اس کا عقد فرمایا"
کہاں تک درست ہے؟ بس اس غلط مفہوم کو لے کر نجفی نے تانا بانا باندھا۔ جو اُسے ایک
مضبوط گھر یا قلعہ دکھائی دیا۔ جبکہ میدان تحقیق میں اس کی حیثیت مکڑی کے جالے سے
بھی کمزور اور ناقص نکلی۔ اس قسم کی دھوکہ بازیوں اور جعل سازیوں سے اپنے رفقا خوش تو
ہو سکتے ہیں۔ لیکن بنظر انصاف دیکھنے والے قطعاً اس کو پرکاہ کی حیثیت دینے کو تیار نہیں
جب ہم نے اس دلیل پر ڈالے گئے پردوں کو اٹھا کر حقیقت کو بے نقاب کر دیا۔ تو روز
روشن کی طرح مسلک اہل سنت ثابت ہو گیا۔ اور اوہام و تلبیس کے بادل چھٹ جانے
پر آسمان تحقیق کے ستارے یوں چمکے۔ کہ شکوک و شبہات کے وادیوں میں رہنے والے
ششدر رہ گئے۔ اور اپنی کذب بیانی اور خود ساختہ روایات پر ماتم کرنے بیٹھ گئے۔

پانچویں دلیل

قول مقبول کے مصنف نجفی شیعی نے دلیل پنجم میں حضرت رقیہ، زینب، ام کلثوم رضی
اللہ عنہن کے متعلق جو یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی۔ کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی حقیقی لڑکیاں نہیں تھیں۔ ہم اس کو کن دشمن ہی کی کتاب سے نقل کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ۔ وَ رُوِيَ اَنَّهَا نَزَلَتْ حِيْنَ صَاحَ النَّبِيُّ عَلٰى وُلْدِ خَدِيْجَةَ

ترجمہ۔ یتیم پر قہر نہ کرو۔ روایت میں آیا ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی۔ جب نبی کریم نے اولاد خدیجہ کو جھڑکی دی اور بلند آواز سے بلایا۔

نوٹ ۱:

انسانوں میں یتیم وہ ہوتا ہے جس کا باپ مر جائے۔ حیوانوں میں یتیم وہ ہوتا ہے جس کی ماں مر جائے۔ پرندوں میں یتیم وہ ہوتا ہے۔ جس کے دونوں مر جائیں۔

نوٹ ۲:

زینب و رقیہ اور ام کلثوم ہی مذکورہ روایت میں مراد ہیں۔ صرف ان کے علاوہ اور اولاد خدیجہ کوئی مراد نہیں ہو سکتی۔ اور مذکورہ لڑکیوں کو حضور نے جب جھڑکی دی۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ کہ یتیم پر قہر مت کریں۔ اگر یہ لڑکیاں حضور کی صلبی ہوتیں۔ تو اللہ تعالے ان کی حضور کی زندگی میں یتیم نہ کہتا۔ کیونکہ یتیم وہ ہے جس کا باپ مر جائے۔ اور ان لڑکیوں کے باپ اگر خود رسول اللہ تھے تو وہ تو زندہ تھے۔ پس یہ لڑکیاں یتیم کیسے بن گئیں۔

نوٹ ۳:

قول مذکورہ سے معلوم ہوا۔ کہ یہ لڑکیاں اگر ہمارے نبی کی حقیقی لڑکیاں ہوتیں۔ تو اللہ تعالیٰ ان کو حضور پاک کی زندگی میں یتیم نہ فرماتا۔ اور نیز ان کے نکاح کافروں کے ساتھ نہ ہوتے۔ کیونکہ باپ کی موجودگی میں بچے یتیم نہیں کہلاتے۔ نیز نبیوں کی بیٹیاں کفار کے نکاح میں نہیں آتیں۔

(قول مقبول فی اثبات وحدت بنت الرسول صفحہ ۴۶۲)

جواب:۔

نجفی شیعی نے آیت کریمہ کی تفسیر میں جو حوالہ ذکر کیا۔ وہ تفسیر کبیر سے ہے۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ کی یتیم اولاد کو جھڑکا۔ تو اس پر مذکورہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (اَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ) تو مصنف مذکور نے اس سے یہ ثابت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدیجہ کی جن یتیم اولاد کو جھڑکا۔ وہ رقیہ، زینب اور ام کلثوم ہی تھیں۔ ۱۲۔

اس تحریر کے بعد ہم قول مقبول کے مصنف سے پوچھتے ہیں۔ کہ تفسیر کبیر کی کونسی عبارت سے یہ ترجمہ پایا گیا۔ کہ سیدہ ام کلثوم، زینب اور رقیہ رضی اللہ عنہن حضرت خدیجہ کی یتیم بچیاں تھیں۔ بلکہ نجفی کو میری طرف سے کھلی دعوت ہے۔ کہ وہ ہماری نہ سہی اپنی کتابوں سے ہی سند صحیح کے ساتھ کم از کم ایک ہی مرفوع حدیث پیش کر دے۔ کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ان کے پہلے خاوندوں سے جو اولاد تھی۔ اس میں حضرت رقیہ، زینب اور ام کلثوم شامل ہیں۔ اگر ایک حوالہ بھی پیش کر دے۔ تو منہ مانگا انعام پائے۔ یہ حقیقت ہے۔ کہ نجفی کیا تمام ذریت یزید اور پوری امت شیعہ ثابت نہ کر سکے گی کہ حضرت خدیجہ الکبریٰ کے پہلے خاوندوں کی اولاد میں حضرت رقیہ، زینب اور ام کلثوم تھیں۔ نجفی کا یہ ثابت کرنا کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یتیم اولاد ان تین بیٹیوں پر مشتمل تھی۔ جو یتیم تھیں۔ اس کا یہ ڈھکوسلہ یوں سمجھئے۔ کہ پانی میں کسی نے گھونسا دے مارا ہو۔ ہم ثابت کرتے ہیں۔ کہ کتب شیعہ میں اس امر کی واضح نشاندہی ہے۔ کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی پہلے خاوندوں سے اولاد یہ تین صاحبزادیاں نہ تھیں۔ وہ اور اولاد تھی۔ ملاحظہ ہو۔

کشف الغمہ:۔

عَنْ قَتَادَةَ اَبِيْ يَعَامَةَ قَالَ كَانَتْ خَدِيْجَةُ

قَبْلَ اَنْ يَتَزَوَّجَ بِهَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ عِنْدَ عَتِيْقِ بْنِ عَائِذِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ مَخْزُوْمٍ فَوَلَدَتْ لَهُ جَارِيَةً وَهِيَ اُمُّ مُحَمَّدِ بْنِ صَيْفِيِّ الْمَخْزُوْمِيِّ ثُمَّ خَلَفَ عَلَيْهَا بَعْدَ عَتِيْقٍ اَبُوْ هَالَةَ هِنْدُ بْنُ زُرَارَةَ التَّمِيْمِيُّ فَوَلَدَتْ لَهُ هِنْدَ بْنَ هِنْدٍ ثُمَّ تَزَوَّجَهَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ۔

۱۔ (کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد اول ص ۵۱۱ ۔ فی فضائل خدیجہ۔ مطبوعہ تبریز طبع جدید)

۲۔ (مناقب آل ابی طالب جلد اول ص ۱۵۹ فصل فی اقربائہ مطبوعہ قم۔ طبع جدید)

۳۔ (بحار الانوار جلد ۱۶ ص ۱۰ نبینا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔ مطبوعہ تہران طبع جدید)

۴۔ (انوار نعمانیہ جلد اول ص ۸۵ نور مرتضوی مطبوعہ تبریز طبع جدید)

ترجمہ: قتادہ بن دعامہ سے روایت ہے۔ کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد زوجیت میں آنے سے پہلے عتیق بن عائذ مخزومی کے نکاح میں تھیں۔ اس سے ان کے ہاں ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ جو محمد بن صیفی المخزومی کی والدہ تھیں۔ پھر عتیق (زوجہ خدیجہ) کے وفات پانے کے بعد ابوہالہ ہند بن زرارہ کے عقد میں آئیں۔ جو تمیمی تھے۔ ان کی زوجیت میں حضرت خدیجہ کے ہاں ایک لڑکا "ہند" پیدا ہوا۔ پھر اس خاوند کے فوت ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت خدیجہ کی شادی ہوئی۔

مذکورہ حوالہ جات کتب شیعہ سے ثابت ہوا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں آنے سے قبل دو آدمیوں سے عقد ہوا تھا جن میں سے ایک کا نام عتیق اور دوسرے کا نام ھند تھا۔ ان میں سے اول الذکر سے ایک لڑکی جو مزاد کر سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ وہ کی محمد بن عتیق کی والدہ تھی۔

بحار الانوار:

حَدَّثَهُ عَنْ اُمِّہٖ هِنْدَ بْنِ اَبِیْ هَالَةَ رَبِیْبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ اُمُّهٗ خَدِیْجَةُ۔

(بحار الانوار جلد ۱۶ صفحہ تاریخ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ: حسن نے اپنے باپ سے اس نے ھند ابن ابی ہالہ سے حدیث بیان کی ھند ابن ابی ہالہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے لے پالک بیٹے تھے ان کی والدہ کا نام حضرت خدیجہ تھا۔

حضرات آپ نے کتب شیعہ سے معتبر حوالہ جات ملاحظہ فرمائے۔ اگر نجفی شیعی کے بقول حضرت رقیہ، زینب اور ام کلثوم رضی اللہ عنہن حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پہلے خاوند سے ہوتیں۔ تو ان کا کم از کم کسی ایک کتاب میں ثبوت تو ملتا۔ صاحب بحار الانوار ملا باقر مجلسی نے ھند ابن ابی ہالہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ربیب کہا اور یہ بھی وضاحت کر دی کہ ان کی والدہ کا نام حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تھا۔ لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ربیب ھند ابن ابی ہالہ تھا۔ اگر مذکورہ بیٹیاں بھی ربیبہ ہوتیں۔ تو ان کا ذکر بھی یہاں ہوتا۔

ان باتوں سے معلوم ہوا کہ نجفی صاحب قول نامقبول سے جو سر توڑ کوشش کی کہ

حضرت رقیہ، زینب اور ام کلثوم رضی اللہ عنہن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیاں نہ تھیں۔ بلکہ ربیبہ تھیں اور ان ربیبہ لڑکیوں سے عثمان غنی کی شادی ہوئی۔ لہٰذا حضرت عثمان کی اس سے کون سی فضیلت ثابت ہوئی۔ یہ سراسر اس کی ہٹ دھرمی اور خود اپنے مذہب کی کتب معتبرہ سے نادانی اور جہالت کا ثمرہ ہے۔ اگر نظر انصاف سے کام لیتا۔ اور اپنی معتبر کتب سے اس بارے میں تسلی و تشفی چاہتا۔ تو یقیناً اپنے اکابر کی طرح یہی قول کرتا۔ کہ یہ تینوں لڑکیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ربیبہ نہ تھیں۔ بلکہ حقیقی بیٹیاں تھیں۔ اور اس قسم کی ناپاک جسارت نہ کرتا۔ جو اس نے قول نامقبول میں کی ہے۔

خلاصہ کلام:

پانچویں دلیل میں نجفی صاحب نے جو آیت کریمہ "فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ" کے تحت تفسیر کبیر سے یہ ثابت کرنے کی سعی لاحاصل کی۔ کہ حضرت رقیہ، زینب اور ام کلثوم یتیم بچیاں تھیں۔ جن کے باپ فوت ہو چکے تھے۔ تو اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ان کی اپنے ہاں تربیت فرمائی۔ ہمارے پیش کردہ حوالہ جات سے اس دلیل کی حقیقت آپ حضرات پر روز روشن کی طرح ظاہر و باہر ہو گئی۔ ایک سرسری نظر ڈالنے والا بھی اس امر کو جان لیتا ہے۔ کہ یہ تینوں لڑکیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹیاں تھیں۔ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ وہ خوش قسمت صحابی ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے یہ خصوصیت عطا فرمائی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختران نیک اختر ان کی زوجیت میں یکے بعد دیگرے آئیں۔ کائنات حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو "ذوالنورین" کہتی ہے۔ یعنی دو نوروں والے۔ وہ دو نور کون تھے۔ یہی صاحبزادیاں تھیں۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹیاں تھیں۔ انہی کی زوجیت کی نسبت سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ "ذوالنورین" کہلائے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

چھٹی دلیل

قول مقبول :۔

اہل سنت کی معتبر کتاب تفسیر غرائب القرآن مصری چھاپ میں زیر آیت نمبر ۲۳۔

وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ۔ قَوْلُهُ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ وَهِيَ تَتَعَلَّقُ بِرَبَائِبِكُمْ كَمَا تَقُولُ بَنَاتُ رَسُولِ اللَّهِ مِنْ خَدِيجَةَ ۔

حاصل مراد یہ ہے کہ وہ عورتیں جن کے ساتھ نکاح کرنے کے بعد کوئی شخص ہم بستری کر چکا ہو۔ تو ان عورتوں کی وہ لڑکیاں جو کسی پہلے سے ہوں اس مرد پر حرام ہیں۔ ان سے وہ نکاح نہیں کر سکتا۔ ایسی لڑکیوں کو عربی اصطلاح میں ربیبہ یا پروردہ کہتے ہیں اور ان پروردہ لڑکیوں کی مثال صاحب تفسیر نے یہ دی ہے کہ جیسے رسول خدا کی لڑکیاں خدیجہ سے ہیں۔

نوٹ :۔ مذکورہ عبارت سے یہ ثابت ہوا کہ رقیہ اور ام کلثوم حضور کی اپنی لڑکیاں نہ تھیں بلکہ پروردہ تھیں۔ کیونکہ اگر یہ حضور کی اپنی لڑکیاں ہوتیں تو وہ آیت حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ کے حکم میں آ چکی تھیں۔ دوبارہ ان کو ربائبکم کے حکم میں ذکر کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

(قول مقبول فی اثبات وحدۃ بنت الرسول ص ۲۱۱۔ مطبوعہ ماڈل ٹاؤن لاہور۔)

جواب :۔

یہ دلیل دراصل مولوی اسماعیل شیعی کی ذکر کردہ ہے۔ جسے موصوف کے جمع کردہ مناظرے بنام "فتوحات شیعہ" میں ناصر حسین نے ذکر کیا ہے۔ اس دلیل کی تفصیل

جواب جیسے بھی بن پایا لکھ آئے ہیں صرف دونوں کے حوالے میں کچھ فرق ہے۔ مولوی اسماعیل شہید نے تفسیر کبیر کے حوالے سے بعینہٖ یہی الفاظ نقل کئے ہیں۔ اور محقق شیعی نے اسے تفسیر غرائب القرآن کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ الفاظ دونوں کے یکساں ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ جب کوئی شخص ڈوب رہا ہو تو اُسے تنکے کا سہارا بھی بہت بڑا سہارا محسوس ہوتا ہے۔ ورنہ تنکے کا سہارا درحقیقت کوئی سہارا نہیں۔ محض اپنے آپ کو تسلی دینے کی خاطر ایک فریب ہے۔ دھوکہ ہے۔ الغرض دونوں تنکے کے پیاسوں کو کہیں سے پانی نہ مل سکا تو سراب کو پانی سمجھ بیٹھے۔ لیکن جب پیاس بجھانے کے لئے منہ کھولا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ پانی کا نام و نشان تک نہیں۔ پھر قدرتی طور پر تماشا خلفاء ثلاثہ کی پہچان کے لئے اللہ تعالیٰ قدرتی اسباب مہیا فرما دیتا ہے تاکہ ان کی شناسائی ہو سکے۔

صاحب تفسیر غرائب القرآن اور علامہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہما کی مثال نا سمجھی کی بنا پر انھوں نے اپنا اُلّو سیدھا کرنا چاہا۔ حالانکہ ان دونوں بزرگوں کا اس مثال سے یہ ثابت کرنا ہرگز مقصود نہ تھا اور نہ ہو سکتا ہے کہ حضرت رقیہ، زینب اور ام کلثوم (بقول نجفی وغیرہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ربیبہ بیٹیاں تھیں۔ بلکہ مثال کے ذکر کرنے کا مقصد ایک نحوی ترکیب اور آیات میں مذکورہ الفاظ کا صحیح مطلب واضح کرنا تھا۔ کیونکہ ترکیب کے اختلاف سے معانی کا مختلف ہونا لازمی ہے۔ آئیے ذرا تصویر کی سی جھلک اس کی دیکھ لی جائے۔

قرآن کریم میں محرمات کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے جو یہ ارشاد فرمایا: رَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ جو تمہاری زیر پرورش ہیں کے متعلق کیا جائے اس کے متعلق کے بارے میں دو خیالات تھے۔ ایک طبقہ کا خیال ہے کہ اس بار زیر پرورش کا تعلق امہات نساء کا ہے اور ... تمہارا ... ہے۔ اس تعلق کی بنا پر یہ وہ

کہ تم پر تمہاری بیویوں کی مائیں حرام قرار دی گئیں۔ بشرطیکہ تم نے اپنی بیویوں کو نکاح میں لانے کے بعد اُن سے ہم بستری کر لی ہو۔ اور تم پر تمہاری ربیبہ لے پالک بچیاں بھی حرام کر دی گئی۔ بشرطیکہ اس کی ماں سے نکاح کے بعد تم ہم بستری کر چکے ہو۔ گویا ساس اور ربیبہ سے نکاح ایک ہی شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ حرمت کا موجب ہے اور اگر وہ شرط نہ پائی جائے۔ تو دونوں سے نکاح کرنا جائز ہے۔

دوسرے طبقہ کا خیال ہے کہ اس جار مجرور کا تعلق صرف "ربائبکم" سے ہے۔ "نسائکم" کے ساتھ اس کا تعلق نہیں۔ جس سے مقصد یہ نکلے گا کہ صرف ربیبہ سے نکاح ناجائز اس صورت میں ہے۔ جب اس کی ماں یعنی اپنی بیوی سے نکاح کے بعد تم ہم بستری کر چکے ہو۔ لیکن ساس کی حرمت اس شرط کے بغیر بھی ہے یعنی ساس کی بیٹی سے بطور نکاح ہم بستری ہوئی ہو۔ یا صرف نکاح ہی منعقد ہوا۔ دونوں صورتوں میں حرام ہے کہ ساس سے عقد کیا جائے۔

ان دونوں مفسرین کرام نے اس بحث کو ذکر کرتے ہوئے دونوں احتمالات میں سے جس احتمال کو راجح قرار دیا اس کی تائید دلائل بیان کی۔ ایک دلیل یہ بیان فرمائی کہ اگر اس کا تعلق دونوں کے ساتھ کیا جائے تو اس سے لازم آئیگا کہ ایک مشترک لفظ کو بیک وقت دو مستقل معنوں میں استعمال کیا جا رہا ہے۔ اور ایسا کرنا قواعد کے خلاف ہے۔

دوسری دلیل یہ پیش فرمائی کہ جب "مِنْ نِّسَائِكُمْ" کو "اُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ" سے متعلق کیا جائے۔ تو اس صورت میں حرف "من" بیانیہ بنتا ہے۔ اور اگر "ربائبکم" سے متعلق کیا جائے تو پھر "من" "ابتداء غایت کے لئے ہو گا۔ گویا "من" بیک مرتبہ دو مختلف معنوں میں استعمال ہو رہا ہے۔ ایک حقیقی معنی اور دوسرا مجازی۔ لہٰذا قواعد کی رو سے حقیقت اور مجاز دونوں بیک وقت مقصود نہیں ہو سکتے۔ ان دونوں تعلقات کے وقت "من" کے ابتداء غایت والے معنی کو شامل ہے

ذریعہ واضح کرنے کے لئے وہ الفاظ ذکر کئے گئے جنہیں نجفی وغیرہ نے بطور دلیل پیش کیا یعنی "من" ابتداء سے غائیت کی مثال ہے "کما تقول بنات الرسول من خدیجۃ" اس وضاحتی مثال کے ذکر کرنے کے بعد صاحب غرائب القرآن نے تشریح کرتے ہوئے کہا۔

تفسیر غرائب القرآن :-

لِاَنَّ مِنْ مَعَ الْاُوْلٰی لِلْبَیَانِ وَمَعَہَا مَعَ الثَّانِیَۃِ لِابْتِدَاءِ الْغَایَۃِ وَاِسْتِعْمَالُ اللَّفْظِ الْمُشْتَرِکِ فِیْ مَفْہُوْمَیْہِ مَعًا غَیْرُ جَائِزٍ ۔

(تفسیر غرائب القرآن جزء خامس ص)

ترجمہ: دیکھئے کہ پہلی صورت میں اگر اس بات کو کہ بنات نسا کم سے متعلق کیا جائے "حرف "من" بیانیہ بنے اور دوسری صورت میں یہی حرف ابتدائے غائیت کیلئے ہوگا اور خرابی یہ ہوگی کہ ایک مشترک لفظ کو بیک وقت دو مختلف معنی کیلئے استعمال کرنا پڑے گا۔ اور یہ جائز نہیں ہوگا۔

لیکن نجفی صاحب نے اپنی دیرینہ عادت کے مطابق مذکورہ تفاسیر سے عبارت نقل کرتے وقت بددیانتی کا مظاہرہ کیا اور پوری عبارت نقل نہ کی۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اگر مکمل عبارت نقل کر دی گئی تو میری من گھڑت شریعت کوئی مانے گا۔ اور میری علمیت کی داد دے گا۔ بس جتنا مقصد تھا وہ الفاظ نقل کر دیئے اور اس سے یہ ثابت کر دکھا کہ ان دونوں مفسرین اہل سنت کے نزدیک بھی یہ لڑکیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیاں نہیں بلکہ ربیبہ تھیں۔ تبھی مثال دے کر ان کو ... ثابت کیا۔

برایں عقل و دانش بباید گریست ۔

ساتویں دلیل

قول مقبول :-

نجفی صاحب نے اس دلیل میں تفسیر درمنثور جلد ۲ ص۳۵ سورۃ المائدہ کی عربی عبارت
کا ترجمہ پیش کیا ہے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وحی
کی کہ میرے امر کو پہنچانے کی کوشش کر اور سستی نہ کر۔ میرے امر کو سن اور اس کی
اطاعت کر۔ اے کنواری بتول کے بیٹے میں نے تجھے بغیر باپ کے پیدا کیا۔ اور میں
نے تجھے اور تیری ماں (مریم) کو عالمین کے لئے اپنی قدرت کی نشانی بنایا۔

پس میری ہی عبادت کر۔ اور مجھ پر ہی بھروسہ کر۔ اور کتاب کو مضبوطی سے پکڑ۔
جناب عیسیٰ نے عرض کی کس کتاب کو حکم ہوا انجیل کو اور اس کی اپنی امت کے لئے تفسیر
کر۔ اور انہیں خبر پہنچا دے کہ تحقیق میں ہی معبود برحق ہوں۔ حی اور قیوم ہمیشہ ہر
چیز کا خالق ہوں۔ اور ہمیشہ رہنے والا ہوں۔ جسے زوال نہیں۔ (اپنی امت سے کہہ دو)
ایمان لائیں اللہ اور اس کے رسول پر۔ وہ رسول جو نبی امی ہے۔ جو آخری زمانہ میں آئے
گا۔ اس کی تصدیق کرو اور پیروی کرو۔ وہ اونٹ، زرہ، عمامہ اور تاج والا ہے کشادہ
آنکھوں والا ہے۔ ملے ہوئے ابروؤں والا ہے۔ چادر والا ہے۔ اس کی نسل خدیجہ سے جو قرآن
سے ہوگی جو برکت والی ہے۔ اے عیسیٰ! خدیجہ کے لئے جنت میں گھر ہے ایسے
موتیوں سے بنا ہوا جن میں صخب نہیں ہوگا۔ اور اس میں سونے کی ملاوٹ ہوگی۔ اس
گھر میں نہ تکلیف اور نہ تھکاوٹ نہیں ہوگی۔ اس خدیجہ کی ایک ہی بیٹی ہے جس کا نام
فاطمہ ہے۔ اور اس فاطمہ کے دو بیٹے ہوں گے۔ ایک حسن اور دوسرا حسین اور وہ دونوں
شہید ہوں گے (قول مقبول فی اثبات وحدۃ بنت الرسول ص۲۱۲-۲۱۳)۔

جواب:-

نجفی شیعہ نے تفسیر درِ منثور سے جو تاطویل اقتباس نقل کیا اس میں سے اس کے مطلب کی عبارت صرف یہ ہے کہ "نبی کی ایک بیٹی ہے جو فاطمہ نامی ہوگی اور اس فاطمہ سے دو بیٹے حسن و حسین ہوں گے"

قارئین کرام! ہم درِ منثور کی اصل عربی عبارت اور اس کا ترجمہ پیش کرتے ہیں۔ جس سے آپ پر یہ بات بخوبی واضح ہو جائے گی کہ نجفی شیعہ نے اس کا ترجمہ کرتے ہوئے کس قدر دھوکہ دہی سے کام لیا ہے۔ اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

لَهَا بِنْتٌ يَعْنِي فَاطِمَةَ وَلَهَا ابْنَانِ
يُسْتَشْهَدَانِ يَعْنِي الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ ۔

ترجمہ۔ اس نبی کی ایک بیٹی فاطمہ نامی ہوگی جس کے دو بیٹے حسن و حسین کے نام والے ہوں گے اور یہ دونوں شہید ہوں گے۔

عربی عبارت اور ترجمہ ملاحظہ کرنے کے بعد آپ سوچیں کہ کس لفظ کا یہ ترجمہ نجفی شیعہ نے کیا "نبی کی صرف ایک بیٹی ہوگی"۔ یہ "صرف" کا معنی کس لفظ سے لیا ہے۔ اس کی وضاحت ہونی چاہیے اگر عربی قواعد کی رو سے "لہا" کے مقدم کرنے کی وجہ سے تخصیص ہو رہی ہو تو یقیناً نجفی کے ذہن میں یہی ہوگی تو ہم یہ پوچھتے ہیں کہ "ولہا ابنان" میں بھی "لہا" مقدم ذکر کیا گیا ہے پھر یہاں بھی تخصیص کا فائدہ ہوگا اور معنی یوں بنے گا کہ اس فاطمہ رضی اللہ عنہا کے صرف دو بیٹے حسن اور حسین ہوں گے یعنی جس طرح تخصیص کرتے ہوئے حضرت نبی کی صرف ایک ہی بیٹی ہوئی دوسری کوئی نہیں اسی طرح حضرت فاطمہ کے بھی صرف دو بیٹے تھے۔ ان کے سوا آپ کی کوئی اولاد نہ تھی۔ کیا یہ حقیقت ہے؟ اگر ایسا نہیں تو نجفی کی طرح اہل بیت کے ساتھ بغض و عناد کا ہونا ثابت ہو جائے گا۔ حالانکہ ہر شخص جانتا ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی دو دختر

بھی دو صاحبزادے تھے بلکہ ام کلثوم اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا دونوں بھی ان کی صاحبزادیاں تھیں۔ کتب شیعہ میں یہ بھی ذکر ہے کہ سیدہ خاتون جنت کے ہاں حسنین کریمین کا ایک بھائی محسن بھی پیدا ہوا تھا۔ سیدہ رضی اللہ عنہا کے صرف دو بیٹوں کے سوا باقی تمام اولاد کو بحث سے نکال دیا۔ آخر کیوں؟ صرف اسی لئے کہ چند جاہل شیعہ اس کی اس تحریر کو پڑھ کر خوش ہو جائیں اور شاباش دیں کہ ہمارے علامہ اور وکیل نے دیکھو سنیوں کی کتابوں سے ثابت کر دکھایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹی صرف ایک ہی تھی باقی ربیبہ تھیں۔ لیکن ذرا ہوش و خرد والے جانتے ہیں کہ اس دلیل میں کتنی پختگی ہے اور اس کو کس طرح توڑ موڑ کر پیش کیا گیا۔

ایک اور قابل غور امر یہ ہے کہ "تو بشارت بیٹی فاطمہ" کے الفاظ سے ایک مفہوم جو بالکل واضح ہے یہی نکلتا ہے کہ اس خدیجہ کی ایک بیٹی فاطمہ نامی ہوگی۔ اس میں بیٹی کی نسبت سیدہ خدیجہ کی طرف کی گئی یہ نہیں کہا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیدہ خدیجہ کے بطن سے صرف ایک لڑکی ہی پیدا ہوگی۔ تو اس مفہوم کو سامنے رکھ کر ان تین بیٹیوں کا سرے سے انکار لازم آتا ہے۔ جن کے حقیقی یا ربیبہ ہونے کی بحث سے بحث شروع کر رکھی ہے جب خدیجہ کی ایک ہی بیٹی ہوئی تو تین بیٹیاں کسی اور کی ہونگی۔ اب وہ کون سی عورت ہے کہ حضرت رقیہ، زینب اور ام کلثوم کو جس کی بیٹیاں قرار دیا جائے۔ کتب شیعہ بھی خاموش ہیں اور کتب اہل سنت میں کچھ سراغ نہیں ملتا۔ تو معلوم ہوا کہ یہاں تخصیص اور حصر مراد نہیں۔ صرف ایک بیٹی کا تذکرہ مقصود ہے اور اس کے دو صاحبزادوں کی تعداد ہی مطلوب ہے۔ نہ کہ اس کے علاوہ دوسروں کی نفی مقصود۔

آٹھویں دلیل

قول مقبول:

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب تفسیر در منثور ص ۲۹۴ پ ۳ سورۃ التحریم آیت نمبر ۱۰۔

ہے۔ اس دلیل کا خلاصہ صرف دو الفاظ ہیں۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت
علی بن ابی طالب کو خطاب فرمانا "اَنَا اَقْرَبُکُمْ نَسَبًا وَصِهْرًا" یعنی میں تم سب
میں سے نسب اور دامادگی کے اعتبار سے نہایت قریب ہوں۔ یا یوں کہہ لیجئے کہ جو داماد
مجھ سے ایسے کسی اور کو میسر کہاں۔ اس جملہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات پر
فخر کیا۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ جو میرے داماد ہیں۔ ہیں جیسا تم میں سے کسی کا داماد نہیں۔ لیکن
نجفی شیعہ نے اس کا جو معنی کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کے علاوہ آپ کا کوئی داماد تھا ہی نہیں۔ یہ
مفہوم کن الفاظ کا ہے؟ تو اس کی وضاحت بھی آپ ہی کرتے تو بہتر تھا۔

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی کا شرف حاصل
ہے۔ اور ان جیسا کسی دوسرے کو داماد نہیں تھا۔ یہ ایک ایسی بات ہے کہ ہمیں بھی اس کا
اقرار ہے۔ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہماری آنکھوں کے نور ہیں۔ ان کے بہت سے
فضائل و کمالات ہیں جن پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ لیکن خرافات کی بات یہ ہے کہ
کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد صرف علی رضی اللہ عنہ تھے؟ ہم اس کو تسلیم نہیں کرتے
بلکہ خود شیعہ بھی اسے نہیں مانتے۔ آگے چل کر اس کا حوالہ ذکر کریں گے کہ جس طرح حضرت
علی المرتضیٰ داماد رسول ہیں۔ اسی طرح عثمان غنی کو بھی دامادی رسول کا شرف حاصل ہے جو
کہ ہم سنی شیعہ گوارا نہ کرے گا۔ حالانکہ کتب شیعہ میں مذکور ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ
رضی اللہ عنہا نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی کہ میری وفات کے بعد میری
بھانجی "امامہ بنت زینب بنت رسول" سے شادی کر لینا۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

منتخب التواریخ:۔

حضرت فاطمۃ الزہراء بحضرت امیر المومنین چهار وصیت فرمود که بعد از
وفات من امامه دختر خواهرم را تزویج نما۔

(منتخب التواریخ ص ۶۳ باب اول فصل پنجم در ذکر اولاد و امجاد آنحضرت مطبوعہ
تہران طبع جدید)

ترجمہ: حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وصیت کی
کہ میرے مرنے کے بعد میری بھانجی "امامہ" سے شادی کرنا۔

لہٰذا جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے داماد
ہونے پر فخر فرمایا۔ اسی طرح آپ نے ابوالعاص کے داماد ہونے پر بھی فخر فرمایا۔ اور
خوشی کا اظہار فرمایا۔ اس کو بھی شیعہ کتب نے ذکر کیا۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم شعب ابی طالب میں جب محصور تھے۔ تو ابوالعاص
رات کے وقت اونٹوں پر گندم لاد کر شعب ابی طالب میں پہنچا کر بارگاہ رسالت
میں پیش کرتے رہے جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالعاص کے حق میں یوں
خوشی اور فخر کا اظہار فرمایا۔

بحار الانوار:

وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ لَقَدْ
صَاهَرَنَا اَبُوالْعَاصِ فَاَحْمَدْنَا صِهْرَهٗ.

(بحار الانوار جلد ۱۹ ص ۳ باب دخوله
الشعب الخ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ البتہ داماد بنے ہمارے ابوالعاص۔ جس
کی دامادی ہمارے لئے بہت زیادہ قابل تعریف ہے۔

الحاصل:

قارئین و ناظرین کرام! ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ کس طرح شیعوں کے علامہ نے استدلال کیا

سکتی جان ہے۔ اسی کی جھوٹی کا زور لگایا کہ حضرت رقیہ، زینب اور ام کلثوم کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ربیبہ بیٹیاں ثابت کر سکے۔ لیکن جس دلیل کو بھی اس نے سہارا لینا چاہا ہم نے اس دلیل کو الٹا اس کے خلاف جاتے دکھایا۔ نجفی نے کمال مکاری اور عیاری سے ثابت کرنا چاہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد صرف حضرت علی ہی تھے کیونکہ بقول اس کے آپ کی ایک ہی صاحبزادی تھی۔ لیکن انہی کی کتابوں سے یہ ثابت ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت خاتون جنت کے علاوہ اور صاحبزادیاں بھی تھیں۔ اور حضرت علی المرتضیٰ کے بغیر آپ کے اور داماد بھی تھے۔ اور جس طرح آپ نے حضرت علی کے داماد ہونے پر فخر و انبساط فرمایا۔ اسی طرح اوروں کی دامادی کو بھی قابل فخر و تعریف کہا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

نویں دلیل

نجفی شیعہ نے "صواعق محرقہ" سے ایک اقتباس پیش کیا۔ اور اس سے بھی یہی ثابت کرنے کی کوشش کی کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی صرف اور صرف ایک صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ ان کے علاوہ آپ کی کوئی اور بیٹی نہ تھی "صواعق محرقہ" کا ترجمہ یوں کیا۔

قول مجبول :-

جب حضرت علی کو معاویہ کا ایک فخریہ خط پہنچا تو جناب علی نے اپنے ایک غلام سے فرمایا کہ اس خط کا جواب لکھو۔ پھر آنجناب نے یہ لکھوایا کہ محمد مصطفےٰ اللہ کے نبی میرے بھائی اور خسر ہیں اور حمزہ شہیدوں کا سردار میرا چچا ہے۔ اور جعفر جو شام

فرشتوں کے ساتھ جنت میں پرواز کرتا ہے میرا ماں جایا ہے۔ اور محمد مصطفیٰ کی بیٹی میرے
دل کا سکون اور میری زوجہ ہے۔ اس کا گوشت اور خون میرے خون اور گوشت سے
ملا ہوا ہے۔ اور محمد مصطفیٰ کے دو نواسے ان کی بیٹی سے میرے بیٹے ہیں۔ تم میں سے
کون ہے جس کو شرف سے ایسا حصہ ملا ہو جیسا کہ مجھے ملا ہے۔ میں تم تمام سے پہلے اسلام
کی طرف سبقت کر گیا۔ اس وقت میں بچہ تھا۔ اور سن بلوغ کو بھی نہیں پہنچا تھا۔

(قول مقبول ص ۲۱۵-۲۱۶)

جواب:-

نجفی کی مذکورہ دلیل کو پڑھ کر آدمی سر تھام کر بیٹھ جاتا ہے۔ یا اللہ اس عبارت سے
کس طرح ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹی ایک ہی تھی۔ اور باقی تین
ربیبہ تھیں۔ جہاں تک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے داماد مصطفیٰ اور آپ کے بھائی
ہونے کا معاملہ ہے۔ کون بد بخت ہے جو اس سے منکر ہے؟ اسی طرح حضرت حمزہ کے سید
الشہداء اور سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا حضرت علی کے دل کا سکون ہونا کون
اس کو نہیں مانتا۔ یہ تمام باتیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے واقعی باعث فخر ہیں۔ لیکن
کوئی نجفی شجفی سے یہ پوچھے۔ خدا را یہ بتلاؤ کہ اس عبارت میں کون سا وہ جملہ ہے کہ جس
کے معنی یہ بنے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے سوا حضور صلے اللہ علیہ وسلم
کا اور کوئی داماد نہیں ہے؟

اگر نجفی اور اس کے ہمنوا یہ کہیں کہ اَیُّکُمْ لَهُ سَهْمٌ کَسَهْمِی۔
(تم میں سے وہ کون ہے کہ جو بزرگی و فخر کے اعتبار سے مجھ جیسا حصہ رکھتا ہو) کا جملہ اس بات
پر دلالت کرتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ہی صاحبزادی تھی۔ تو ان سے پوچھا جائے گا
کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ بات کس کو مخاطب کرتے ہوئے کہی تھی؟ جواب
یہی ہو گا کہ اس کے مخاطب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔ کیونکہ یہ خط انہیں کی

لکھا گیا تھا۔ سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء و احباب جو اس وقت
ملک شام میں تھے۔ ان تمام میں کوئی بھی ایک فرد ایسا نہ تھا۔ جو رسول کریم علیہ الصلوٰۃ
والسلام کا داماد ہو۔ دامادئ مصطفیٰ کے اعتبار سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان تمام
سے افضل و اعلیٰ تھے۔ اس لئے خط میں حضرت علی نے جو کچھ لکھا۔ بالکل حق تھا۔

ان کی تحقیق کی یہ دلیل اس وقت شائد کام دے جاتی۔ جب اس کلام کے مخاطب
حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کار ہوتے۔ اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ
وجہہ ان کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے۔ تم میں سے کون ایسا ہے۔ جسے میری طرح
مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی کا شرف و اعزاز ملا ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اس بات پہ ناز و فخر ہے
اور ہونا بھی چاہیئے کہ وہ سیدہ خاتون جنت کے خاوند ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کی بیٹی ان کے عقد میں آگئی۔ تو یہی امر سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے بھی
باعث فخر ہے۔ بلکہ زیادہ باعث ناز۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نہیں بلکہ یکے
بعد دیگرے اپنی دو صاحبزادیاں ان کے عقد میں دیں۔ اسی مرتبہ و شان امتیازی کے
باعث حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ زمانۂ رسالت ہی میں "ذوالنورین" کے لقب
سے ملقب ہو گئے۔ اس امر کی تصدیق ایک شیعہ مورخ نے بھی کی۔ منتخب التواریخ کے
مصنف محمد ہاشم خراسانی نے کہا۔

منتخب التواریخ:۔

و اما عقد در مکہ ام کلثوم امر شوہرش آمد بعد از جناب رقیہ
بعثمان تزویج شد ولذا عثمان را "ذوالنورین" گویند۔

(منتخب التواریخ ص ۶۰ فصل پنجم در ذکر اولاد و امجاد آنحضرت مطبوعہ تہران

(طبع جدید)

ترجمہ: بہر حال قابل احترام بی بی "ام کلثوم" جن کا اسم گرامی آمنہ تھا حضرت رقیہ
رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد سیدنا حضرت عثمان غنی کے عقد میں آئیں
اسی بنا پر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے
ان کے عقد میں آئیں انہیں "ذوالنورین" کہتے ہیں (یعنی دو نوروں والا)

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو صحابہ کرام
ذوالنورین کیوں کہتے تھے۔ اس شیعہ مورخ نے اس کی وجہ یہی بیان کی کہ چونکہ ان
کی زوجیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں (رقیہ اور ام کلثوم) یکے
بعد دیگرے آئیں۔ یہی وہ دو صاحبزادیاں ہیں کہ جن کا نجفی کو قلق ہے کہ یہ اور ان کے
علاوہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی دو صاحبزادیاں نہ تھیں
اگر نجفی کی اس بات میں کوئی صداقت ہوتی تو صحابہ کرام جو واقعات و حالات کا مشاہدہ
کرنے والے تھے۔ وہ یہ سب کچھ جانتے ہوں گے کہ رقیہ اور ام کلثوم حضور صلی اللہ علیہ
کی حقیقی صاحبزادیاں نہیں۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو "ذوالنورین" کیوں کہتے۔
معلوم ہوا کہ صحابہ کرام اس حقیقت سے بالکل آشنا تھے کہ حضرت عثمان کے عقد میں آنیوالی
دو مستورات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیاں تھیں۔ یہی حقیقی صاحبزادیاں حضرت
فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حقیقی ہمشیرگان ہونے کی وجہ سے امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما
کی خالائیں قرار پائیں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے ان کے خالہ ہونے پر ناز فرمایا۔
اہل تشیع کی معتبر کتاب کا حوالہ ملاحظہ ہو۔

ذبح عظیم:-

آنحضرت نے تمام حاضرین کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کیا ان سے یہ حسین مع

ہے جو با اعتبار اپنے خالہ اور چچا ماموں کے سب لوگوں سے افضل ہے۔ اس کا نانا تو رسول خدا
اور نانی جناب خدیجہ ہے۔ جو تمام ملت اسلامیہ میں سب سے پہلے مشرف باسلام ہوئیں۔
اور یہ وہ حسین ہے جو اپنی خالہ اور ماموں کے اعتبار سے سب لوگوں سے افضل ہے۔
آپ کے ماموں تو قاسم، عبداللہ اور ابراہیم ہیں اور خالہ زینب، رقیہ اور ام کلثوم ہیں۔
اور حسین وہ ہے کہ جو اپنی پھوپھی اور چچا کی طرف سے سب لوگوں سے افضل ہے۔
آپ کے چچا تو جعفر اور عقیل ہیں۔ اور پھوپھی حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا الخ۔
(ذبح عظیم مصنفہ سید اولاد حیدر فوق بلگرامی ص ۴۲ مطبوعہ لاہور)۔

آپ نے اس عبارت سے یہ ملاحظہ فرمایا کہ جس طرح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اس بات پہ ناز تھا کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سسر تھے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ان کی زوجہ مقدسہ تھیں۔ جناب جعفر طیار رضی اللہ عنہ ان کے بھائی تھے۔ اسی طرح حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اس بات پہ ناز تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں حضرت رقیہ، زینب اور ام کلثوم ان کی خالائیں ہیں۔ اگر یہ تینوں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی ربیبہ ہوتیں۔ تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نہ ہمشیرگان ہوتیں۔ اور نہ ہی پھر حسنین کریمین کی خالائیں ہوتیں۔

دسویں دلیل

صاحب قول مقبول نے اس دلیل کا عنوان ان الفاظ سے باندھا ہے "داماد رسول ہونے کو تمام علماء نے حضرت علی کے فضائل و مناقب میں شمار کیا ہے" اس عنوان کے بعد تقریباً دو ورق پر مشتمل تحریر ہے جو کچھ لکھا گیا۔ اس کا خلاصہ یہ ہے: "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ سے فرمایا۔ اے علی! تیرا مرتبہ میرے نزدیک وہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک حضرت ہارون علیہ السلام کا تھا۔"

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی یہ امتیازی شان ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا
ان کے عقد میں آئیں۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بوقت مباہلہ حضرت علی کو بھی شریک
فرما کر ان کی شان بیان کر دی۔
ان دونوں باتوں کے ثبوت کے طور پر نجفی شیعی نے "القول المہم" "تشریح تحریر"
کی دو عبارات کا ترجمہ پیش کیا ہے

قول مقبول:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لقب مرتضیٰ ہے۔ نبی کی بیٹی فاطمہ زہرا کے شوہر ہیں۔ نبی پاک کے
چچا کے بیٹے ہیں۔ اور جنگ و جدل کے عالم ہیں اور بڑے بڑے صحابہ مشکلات میں حضرت علی
سے پوچھتے۔

نوٹ: حضرت علی علیہ السلام کے وہ فضائل ہیں جن کی گواہی دشمن بھی دیتے ہیں
اور فضیلت وہی ہوتی ہے جس کی گواہی دشمن دیتے ہیں۔ جناب امیر کی فضیلت یہ ہے کہ
وہ بلا فصل ہیں۔ ان کی گواہی اپنے اور پرائے موافق اور مخالف سب دیتے ہیں اور جناب
عثمان کی کسی فضیلت کی گواہی کسی مخالف نے نہیں دی۔

(قول مقبول ص ۲۳۳-۲۳۴)۔

جواب: نجفی کا درج کردہ اقتباس ہم نے پڑھا۔ جس میں یہ کہ "مدعا ذیل دلیل کی روشنی میں ثابت
کا بلا فصل ہونا مسند خلافت ہے" اور اس دعویٰ کے ثبوت کے طور پر جس دلیل کو اس
کی زبانی قول مقبول سے یہاں ہم نے ذکر کیا ہے اس کا مدعا بعد والی کے ثابت کرنے
میں کہاں تک تعلق ہے۔ اس میں کوئی سا ایسا جملہ ہے کہ جس کی روشنی میں یہ ثابت کیا جا
سکے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی کا شرف حاصل نہ
تھا۔ دلیل کے اندر نجفی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل اور مناقب ذکر

گئے۔ اس سے کون سا امن تیر پایا۔ کیونکہ ان فضائل و مناقب کے متعلق ہمارا عقیدہ بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں ان کمالات سے نوازا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مخصوص فضائل و کمالات کے ہم کب منکر ہیں لیکن اس اقرار کے ساتھ ہم یہ بھی کہتے ہیں اور عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے مخصوص فضائل بھی ہیں۔ جن میں کوئی دوسرا ان کے ہم پلہ اور برابر نہیں۔ ان مخصوص فضائل میں سے ایک یہ ہے کہ ان کے عقد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے آئیں۔ یہ امر اور کسی دوسرے کو نہ مل سکا اور نہ تا قیامت اس کے حصول کا امکان باقی ہے بلکہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تک تمام انبیائے کرام اور رسولان عظام کے امتیوں میں سے کسی امتی کو یہ شرف حاصل نہیں ہوا۔

اس کے علاوہ بیعت رضوان کے مبارک موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تمام موجود صحابہ کرام سے بیعت لی تو اس وقت ہر صحابی نے اپنا ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک پر رکھ کر بیعت کی۔ لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شخصیت ایسی تھی کہ جن کی طرف سے بیعت کے لئے حضور علیہ السلام نے خود اپنے ہاتھ کو عثمان کا ہاتھ قرار دے کر ان کی طرف سے بیعت لی۔ یہ بھی ان مخصوص فضائل میں سے ایک ہے جو کسی دوسرے صحابی کو حاصل نہ ہوا۔

(دیکھئے ناسخ التواریخ حیات رسول حصہ دوم)

جنگ تبوک کی تیاری کے وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جس قدر مالی تعاون کیا کسی صحابی نے اتنی مقدار میں تعاون نہیں کیا۔ خود شیعہ لوگ بھی اس بات کو مانتے ہیں کہ اس عظیم مالی خدمت دینداری کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انھیں فرمایا

لَا یَضُرُّ عُثْمَانَ بِمَا عَمِلَ بَعْدَ ھٰذَا۔ (تاریخ روضۃ الصفا جلد ۲، ص ۴۲ اور ناسخ التواریخ حیات رسول حصہ سوم) میں آ گئے

بعد عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو کوئی عمل بھی نقصان نہ دے سکے گا۔ بلکہ اسی کتاب میں بیان ہے کہ کہا گیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشی کے عالم میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے لئے ان الفاظ کے ساتھ اللہ سے دعا مانگی۔ اَللّٰھُمَّ ارْضَ عَنْ عُثْمَانَ فَاِنِّیْ عَنْہُ رَاضٍ۔ اے اللہ! میں عثمان سے راضی ہوں۔ تو بھی اس سے راضی ہو جا۔ غزوۂ تبوک میں مالی تعاون کرنے کے سلسلہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو حضرت عثمان کو مقام عطا ہوا۔ اور جن اعزازات سے آپ نے انہیں نوازا۔ اس خصوصیت میں بھی ان کے ساتھ کوئی دوسرا صحابی شریک نہیں۔ بہرحال مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ حضرات صحابہ کرام کو مختلف خصوصی فضائل و مناقب سے نوازا۔ ہم اس سے قطعاً منکر نہیں۔ لیکن ہم اس بات کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مخصوص فضیلت قطعاً ماننے کے لئے تیار نہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی کا شرف صرف حضرت علی کو ہی حاصل ہوا۔ بلکہ خود اہل تشیع بھی اس معاملہ میں ہمارے ساتھ ہیں۔ صرف نجفی جیسی اور اس جیسے چند سر پھرے ہی اپنی ڈیڑھ اینٹ کی الگ مسجد بنائے بیٹھے ہیں۔

لہٰذا یہ دلیل سے کوئی بھی صاحب انصاف وہ نتیجہ نہ نکال سکے گا۔ جسے نجفی نے قرار دے کر پھر اس کی تائید میں نجفی نے ادھر ادھر کی قلابازیاں کھائی ہیں۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

گیارھویں دلیل

صاحب قول مقبول نے بھی پچھلی دلیل کی طرح اس دلیل کا بھی ایک عنوان باندھا۔ وہ کہتا ہے۔ روایات اہل جماعت سے ثبوت مزید حضرت علی کا وہ شرف ہے جس کے بابت میں ابن عمر اور حضرت ابوبکر و عمر بن خطاب تک تھے۔ اس کے بعد نجفی مذکور نے ابن سعد

کی ایک مولوی کتاب "سوالات عشرہ" کا ترجمہ یوں لکھا۔

قول مقبول:

حضرت عمر کہتے تھے کہ حضرت علی کو تین خصلتیں ایسی عطا ہوئیں۔ مجھے ان میں سے اگر ایک بھی حاصل ہو جاتی تو مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب تھی۔ پوچھا گیا کہ وہ کون سی فضیلتیں ہیں؟ حضرت عمر نے کہا پہلی فضیلت ان کی یہ ہے کہ ان کی شادی رسول اللہ کی بیٹی سے ہوئی۔ دوسری فضیلت یہ ہے کہ وہ مسجد میں اس طرح آ جا سکتے تھے جو میرے لئے جائز نہ تھا اور تیسری فضیلت یہ کہ خیبر کے دن انہیں پرچم اسلام ملا۔
(قول مقبول صفحہ ۲۲۶-۲۲۷)

سوالات عشرہ کے ترجمہ سے مجلی نے یہ ثابت کیا کہ حضرت عمر اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کو اس بات کا رشک تھا کہ کاش ہمیں بھی یہ شرف حاصل ہوتا۔ جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے تین اعزاز دینے کی بنا پر حاصل ہوا۔ تو اس پر اعتراض کیا اور اس حسرت کے اظہار میں ان دونوں حضرات نے اتنی بڑی غلطی کی جو مجلی کے لئے قابل نفرت بن گئی۔ اگر صرف حسرت کرنا قابل اعتراض ہے۔ تو پھر مجلی یہ بتائے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا کہے گا کیونکہ آپ نے بھی ایک موقع پر حسرت کا اظہار فرمایا۔ جیسے کتب شیعہ میں ذکر بھی کیا گیا۔ ملاحظہ ہو۔

انوار نعمانیہ:

اَمَا لَقَدْ اُعْطِیَ عَلِیٌّ وَلَمْ اُعْطَ [illegible] [illegible]
فَاِنَّهٗ اُعْطِیَ شُجَاعَةً وَلَمْ اُعْطَ مِثْلَهٗ

وَأُعْطِيَ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءَ زَوْجَةً وَلَمْ أُعْطَ مِثْلَهَا وَأُعْطِيَ وَلَدَيْهِ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ وَلَمْ أُعْطَ مِثْلَهُمَا عَلَيْهِمَا السَّلَامُ۔

(انوار نعمانیہ جلد اول ص۳ نور نبوی مطبوعہ تہران طبع جدید)۔

ترجمہ: تین وہ خوبیاں جو حضرت علی المرتضیٰ کو عطا کی گئیں۔ میں بھی ان میں اس کا شریک نہیں۔ انہیں شجاعت اتنی دی گئی کہ مجھے ویسی نہ دی گئی۔ انہیں بطور بیوی فاطمۃ الزہرا ملیں۔ مجھے ان جیسی زوجہ نہ عطا ہوئی۔ انہیں دو لڑکے حسن و حسین دیے گئے۔ مجھے ایسے نہ ملے۔

ناظرین کرام! آپ نے دلیل پڑھی۔ دیکھی۔ کہیں اس دلیل میں کوئی ایسی سطر آپ کو نظر آئی ہو کہ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی صرف ایک ہی تھی۔ یعنی خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور باقی تین بیٹیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ربیبہ تھیں۔ نجفی کا دعویٰ تو یہ تھا کہ میں دلائل سے ثابت کروں گا کہ جناب رقیہ، زینب اور ام کلثوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیاں نہیں لیکن اس دعویٰ کے ثبوت کے لئے اس دلیل کو کہیں دور تک بھی نام و نشان نہیں۔ بہرحال اتنا ضرور معلوم ہو گیا کہ اس نام نہاد "حجۃ الاسلام" کو بے تکی باتوں میں ید طولیٰ حاصل ہے۔ شاید اسی قسم کی موضوع سے کوسوں دور باتوں کے صلہ میں اس کو یہ لقب ملا ہو اور ایسی ہی من گھڑت باتوں کی وجہ سے یہ "دلیل" بن گیا ہو۔

بارھویں دلیل

نجفی نے اس بارھویں دلیل کا یہی عنوان باندھا "نبی کریم نے اپنے داماد حضرت علی کی تعریف فرمائی"۔ پھر اس عنوان کے تحت اہل سنت و جماعت کی کتاب "المناقب"

خوارزمی ص ۲۴۷ کی عبارت نقل کی۔

قول مقبول:

زَوَّجَهٗ رَسُوْلُ ابْنَتَهٗ فَاطِمَةَ وَقَالَ لَهَا زَوَّجْتُكِ سَيِّدًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔

ترجمہ: نبی کریم نے حضرت علی کو اپنی بیٹی فاطمہ کا رشتہ دیا۔ اور بیٹی سے کہا میں نے تیری شادی ایسے شخص سے کی ہے جو دنیا اور آخرت میں لوگوں کا سردار ہے۔
(قول مقبول ص ۲۳۱)

جواب: گزشتہ دلائل کی طرح اس دلیل میں نفس موضوع سے دُور تک کا تعلق نہیں۔ اس دلیل ضئیل کے دوران بھی نجفی تحیلی نے اپنی دیرینہ عادت کے مطابق بہت سی واہی تباہی بکیں اور تبرّا بازی پر اتر آیا۔ آپ خود اس دلیل کو بار بار پڑھیں اور دیکھیں کہ اس میں کونسی وہ عبارت ہے جس کا مطلب یہ ہو کہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹی کوئی نہیں تھی۔

"مناقب خوارزمی" کے حوالے سے جو صاحب قول مقبول نے تحریر کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمۃ الزہرا سے فرمایا۔ میں نے تیری شادی ایسے شخص سے کی ہے جو دنیا و آخرت میں لوگوں کا سردار ہے۔ تو اس بات سے نجفی کو کیا فائدہ۔ اس امر کا اگر کوئی منکر ہوتا تو اس کے سامنے یہ فضیلت بیان کرنا زیب بھی دیتا۔ ہم بحمد اللہ اس فضیلت کے قائل ہیں اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس وصف کا کوئی بھی منکر نہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس کا آخر موضوع سے کیا تعلق ہے۔

ہاں ایک بات ضرور قابل توجہ ہے۔ کہ نجفی کی مذکورہ عبارت کے متعلق کتب شیعہ میں مذکور ہے۔ کہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ آہ و بکا کی اور حضور صلی

اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ ابا جان! آپ نے میرا عقد ایک ایسے آدمی سے کیا۔ جو فقیر ہے
تو اس آدمی کو دیکھا اور فقر کے طعنہ کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تقریر کی آخر کو فرمایا

بحار الانوار:

إذ دخلت فاطمة وهي تبكي فوضع النبي صلى
الله عليه وسلم يده على رأسها وقال ما
يبكيك لا أبكى الله عينيك يا حورية قالت مررت
على ملأ من نساء قريش وهن مخضبات فلما
نظرن إليّ وقعن فيّ وفي ابن عمي فقال وما سمعت
منهن قالت قلن كان قد عزّ على محمد أن
يزوج ابنته من رجل فقير قريش وأقلهم
مالاً فقال لها والله يا بنية ما أنا زوجتك ولكن
الله زوجك من علي۔

(بحار الانوار جلد ۴۳ ص ۹۹ تاریخ سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اچانک اندر آئیں اور وہ رو رہی تھیں۔ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک ان کے سر پر رکھ کر پوچھا۔ رونے
کی کیا وجہ ہے؟ اللہ تجھے خوش و خرم رکھے۔ جناب فاطمہ نے کہا۔ قریش
عورتوں کی ایک جماعت کے پاس سے میرا گزر ہوا۔ تو مجھے دیکھ کر میرے
اور میرے خاوند (و چچیرے بھائی) کے متعلق کچھ کہنے لگیں۔ آپ نے
پوچھا تم نے ان سے کیا سنا۔ بولیں۔ انہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے اپنی بیٹی کا نکاح ایک غریب فقیر قریشی سے کر دیا ہے۔ اور اس کے

پاس مال و دولت کچھ بھی نہیں تھا آپ نے یہ حق کر لیا۔ یعنی آیت یہ تعارف
اُس سے میں نے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے کی ہے۔

مجلسی نے یہ حوالہ جو ذکر کیا۔ تو اس سے یہ ثابت ہوتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی
بیٹی ایک ہی ہے۔ جبکہ دیگر کی بات ہے۔ لیکن بظاہر فضیلت بیان کرنے کے رنگ
میں جس طریقے سے یہ فضیلت بیان کی گئی۔ دیکھا جائے تو اس میں حضرت سیدنا علی المرتضیٰ
شیر خدا کی اہانت ہے۔ ہم تو دعا ہی کر سکتے ہیں کہ اللہ ان شیعوں کو راہ راست کی
ہدایت عطا فرما۔

تیرھویں دلیل

اس دلیل کا صاحب قول مقبول نے عنوان یوں باندھا: "جناب فاطمہ پیچھے کی
تعداد بارگاہ رسالت میں" اس عنوان کے بعد ہم اختصار کے پیش نظر اس کی
عبارت کا ترجمہ یوں لکھا۔

قول مقبول:

راوی کہتا ہے کہ نبی پاک کعبہ کے سامنے میں نماز پڑھ رہے تھے۔ اور مکہ میں ایک
جگہ کچھ اونٹ نحر کئے گئے تھے۔ ابوجہل اور کچھ اور لوگوں نے کچھ آدمی بھیجے اور اونٹ سے
کچھ گندگی اور نجاست نکلوائی اور اس گندگی کو حضور پر ڈال دیا۔ پس جناب فاطمہ آگئیں۔
اور اس گندگی کو حضور پاک سے ہٹایا۔ حضور پاک نے بددعا فرمائی کہ خدایا قریش کو اپنی گرفت
میں لے خصوصاً ابوجہل، عتبہ اور شیبہ۔ نیز ان چند لوگوں کے نام لئے۔ راوی کہتا ہے کہ میں
نے ان تمام لوگوں کو جن پر حضور نے بددعا کی تھی۔ دیکھا کہ ان کے مردے بدر کے کنوئیں
میں پھینکے گئے۔ (قول مقبول ص ۲۲۳-۲۲۴)

اور حضرت کے سر پر جو خود تھا وہ ٹوٹ گیا۔ جناب فاطمہ بنت رسول اللہ حضرت کے زخم کو دھوتی۔ اور حضرت علی ڈھال میں پانی بھر کر (ان کے زخم پر) ڈالتے تھے۔ جب بی بی نے دیکھا کہ خون تھمتا نہیں تو چٹائی کا ایک ٹکڑا جلایا جب وہ راکھ ہو گئی تو اس کو زخم پر لگایا پس خون رک گیا۔

(قول مقبول ص۱۲۳)

بعض شیعوں نے اس حوالہ سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا نے ہی غزوۂ احد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دھویا۔ حالانکہ اس غزوہ میں حضرت عائشہ بھی حاضر تھیں۔ لیکن خاتون جنت کے مرہم پٹی اور زخم کے دھونے کے وقت حضرت عائشہ غیر حاضر تھیں۔ ان کی غیر حاضری سے یہ ثابت ہوا کہ جس طرح اس غزوہ میں ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھاگ کھڑے ہوئے تھے عائشہ صدیقہ بھی موقع پا کر بھاگ نکلی تھیں (معاذ اللہ) اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہمدردی ہوتی تو وہ ایسا ہرگز نہ کرتیں۔ اسی طرح اگر ام کلثوم زوجہ عثمان غنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹی ہوتیں تو وہ یقیناً حضرت خاتون جنت کے ساتھ مرہم پٹی کرنے میں شرکت کرتیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ ام کلثوم وغیرہ حضور کی حقیقی بیٹیاں نہ تھیں۔

جواب: حیرانی کی بات ہے کہ نجفی نے یہ کلیہ اور قاعدہ کہاں سے حاصل کیا کہ ایک شخص کی اولاد میں سے اگر کوئی ایک فرد کسی مجبوری کے وقت اس کے کام آتا ہے۔ اور دوسرے غیر حاضر ہوں۔ تو غیر حاضر تمام کے تمام اولاد ہی نہ رہیں۔ بلکہ اجنبی قرار پائیں۔ کہاں سے یہ ضابطہ، کس کتاب میں اس کا ذکر ہے آخر کوئی نہ کوئی تو ثبوت چاہیے۔

ایک باپ کی اولاد اپنے والدین کے مختلف کاموں میں ہاتھ بٹاتی ہے کسی کام

خاتمہ فصل

"فتوحات شیعہ" شیعوں کی وہ کتاب ہے جس میں مولوی محمد اسماعیل شیعہ
کے مناظروں کی روئیداد نقل کی گئی ہے۔ اس میں ایک مناظرہ کی کاروائی بیان کرتے ہوئے
لکھا ہے کہ مولوی محمد اسماعیل شیعہ کا بنات رسول کے موضوع پر جب مولوی دوست محمد قریشی
کے ساتھ مناظرہ ہوا۔ تو مولوی محمد اسماعیل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تینوں بیٹیوں
کو اہل سنت کی تین کتب سے ربیبہ ثابت کر دیا اور مولوی دوست محمد قریشی کو خاموش
کر دیا۔ اسی طرح اسی فتوحات شیعہ کے ص ۱۰۵ پر بنات رسول کے موضوع پر ایک مناظرہ
کے بارے میں (جو مولوی احمد علی مرزائی کے ساتھ ہوا) لکھا ہے کہ اس میں بھی انہی تین
کتابوں کے حوالہ جات پیش کیے گئے۔ مزید یہ کہ تفسیر نیشاپوری میں آیت "ووجدک بحکم
الیتیم" کے تحت صاف مذکور ہے کہ "رَبَائِبَ رَسُوْلِ اللّٰہِ مِنْ خَدِیْجَۃَ"
یعنی یہ بیٹیاں ایسی ہوتی ہیں جیسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں حضرت خدیجہ رضی اللہ
عنہا سے تھیں یہ فتوحات شیعہ کی عبارت یہ ہے۔

فتوحات شیعہ:۔
مبلغ اعظم مولوی محمد اسماعیل شیعہ نے ان لڑکیوں کا ربیبہ ہونا کتب اہل سنت یعنی
سیرت ابن ہشام جلد چہارم صفحہ ۲۹۳ تفسیر نیشاپوری جلد پنجم صفحہ ۔ تفسیر کبیر جلد ہشتم صفحہ ۲۲۴
وغیرہ سے پیش کر کے مولوی دوست محمد کے بلند بانگ بیانوں کو ختم کر دیا۔ مبلغ اعظم نے فرمایا
مولانا آپ ان علماء اہل سنت پر کیا فتویٰ لگاتے ہیں جنہوں نے کہا کہ یہ بیٹیاں۔ حضرت
خدیجہ کے پہلے شوہروں سے تھیں اور آپ کی تربیت میں آگئیں یعنی نبی علیہ السلام کی ربیبہ
بیٹیاں تھیں۔ اس لیے اگر آپ نے رقیہ اور ام کلثوم کا عثمان غنی سے عقد کیا ہے تو ان کی

جو الفاظ پیش کیے گئے ہیں وہ حضرت «بنات رسول اللہ من خدیجۃ» یہ ایک علمی اور تحقیقی بحث ہے جو نام نہاد مبلغ اعظم کی سمجھ شریف میں آنے والی نہیں ہے۔ مجمعوں میں تالیاں بجوا کر عوام کو خوش کر لینا ایک الگ بات ہے اور علماء حق کے سامنے بات کرنا چیزے دیگر ہے۔

مذکورہ حوالہ جات قارئین کرام کے سامنے رکھیں گے اور ان کا مفصل مفہوم و مطلب بیان کریں گے اور بتائیں گے کہ ان حوالوں کا بنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ چونکہ یہ بحث وضاحت طلب اور کسی قدر طویل بھی ہے۔ اس لیے پہلے ہم آپ کو سیرت ابن ہشام کی عبارت دکھاتے ہیں جس سے پتہ چل جائے گا کہ مولوی اسماعیل صاحب نے اس عبارت میں کس قدر تراش خراش اور دھوکہ دہی سے کام لیا ہے۔ سیرت ابن ہشام کی بابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق عبارت ملاحظہ ہو۔

سیرۃ ابن ہشام:-

وَقَالَ الزُّبَيْرُ وَقَدْ وَلَدَتْ لِعَتِيقٍ جَارِيَةً اِسْمُهَا هِنْدٌ وَوَلَدَتْ لِهِنْدِ ابْنِ هَالَةَ ابْنًا اِسْمُهُ هِنْدٌ اَيْضًا مَاتَ بِالطَّاعُونِ طَاعُونِ الْبَصْرَةِ وَكَانَ قَدْ مَاتَ فِي ذٰلِكَ الْيَوْمِ نَحْوٌ مِّنْ سَبْعِيْنَ اَلْفًا فَشُغِلَ النَّاسُ بِجَنَائِزِهِمْ عَنْ جَنَازَتِهٖ فَلَمْ يُوجَدْ مَنْ يَحْمِلُهَا فَصَاحَتْ نَادِبَتُهٗ وَاهِنْدَاهُ ابْنَ هِنْدَاهُ رَبِيْبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ تَبْقَ جَنَازَةٌ اِلَّا تُرِكَتْ وَاحْتُمِلَتْ جَنَازَتُهٗ عَلٰى اَطْرَافِ

تفسیر کبیر:-

لِأَنَّ عَلَى هٰذَا التَّقْدِيرِ يَصِيرُ نَظْمُ الْآيَةِ هٰكَذَا وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَيَكُونُ الْمُرَادُ بِكَلِمَةِ "مِنْ" هٰهُنَا التَّمْيِيزَ ثُمَّ يَقُولُ وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَيَكُونُ الْمُرَادُ بِكَلِمَةِ "مِنْ" هٰهُنَا ابْتِدَاءَ الْغَايَةِ كَمَا يَقُولُ بَنَاتُ الرَّسُولِ مِنْ خَدِيجَةَ فَيَلْزَمُ اسْتِعْمَالُ اللَّفْظِ الْمُشْتَرَكِ فِي كِلَا مَفْهُومَيْهِ وَإِنَّهُ غَيْرُ جَائِزٍ۔

(تفسیر کبیر جلد دہم ص۳۳ مطبوعہ مطبعۃ
البہیۃ المصریۃ سن طباعت
۱۳۵۷ ہجری)

ترجمہ: اس تقدیر پر آیت کی عبارت یوں ہوگی "وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ" یعنی حرام ہیں تم پر تمہاری ان بیویوں کی مائیں جن سے تم نے جماع کیا ہے، پس اس تقدیر پر کلمہ "مِن" تمیز کے لیے ہوا۔ پھر کہے "وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ" یعنی تمہاری پروردہ لڑکیاں جو تمہاری گود میں ہیں وہ حرام ہیں جو تمہاری ان بیویوں سے ہیں جن سے تم نے دخول کیا تو اس تقدیر پر کلمہ "مِن" ابتدائے غایت کے لیے ہوا۔

جیسے کہ ابتداء سے غائت کے لیے ہے اس عبارت میں مگر یہی کا محل نہیں
جلاتی ہیں بَنَاتُ الرَّسُولِ مِنْ خَدِيجَةَ "یعنی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی بیٹیاں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے ہیں۔ ایک لفظ کے
کا استعمال کرنا [illegible] کا مجموعہ ظہوری اور ابتداء کے غائت ایک مشترک
ہے اور یہ ناجائز ہے۔

تفسیر نیشاپوری :-

أَمَّا اشْتِرَاطُ الدُّخُولِ بِأُمِّهَا فَلِقَوْلِهِ مِنْ
نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ وَهُوَ مُتَعَلِّقٌ
بِرَبَائِبِكُمْ كَمَا تَقُولُ بَنَاتُ الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خَدِيجَةَ ...... وَأَيْضًا
عَوْدُ الشَّرْطِ إِلَى الْجُمْلَةِ الْأُولَى وَحْدَهَا
بَاطِلٌ بِالْإِجْمَاعِ وَكَذَا عَوْدُهُ إِلَيْهِمَا مَعًا
لِأَنَّ مَعْنَى مِنْ مَعَ الْأُولَى الْبَيَانُ وَمَعْنَاهَا
مَعَ الثَّانِيَةِ ابْتِدَاءُ الْغَايَةِ وَاسْتِعْمَالُ
اللَّفْظِ الْمُشْتَرَكِ فِي مَعْنَيَيْهِ
غَيْرُ جَائِزٍ.

(تفسیر نیشاپوری جلد پنجم ص۱۱ مطبوعہ
بیروت طبع جدید)

ترجمہ: ربیبہ لڑکیوں کے حرام ہونے کے لیے ان کی ماؤں سے دخول کی شرط
لگانا اللہ تعالیٰ کے اس قول کی وجہ سے ہے "من نسائکم"

"مِنْ خَدِيجَةَ" کے الفاظ اس جگہ اس لیے لائے ہیں کہ ثابت ہو جائے کہ "وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُم مِّن نِّسَائِكُمُ" کی طرح "مِنْ" ابتدا کے ثابت کے لیے ہے۔ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کا ربیبہ ہونا کسی طرح ثابت نہیں ہوتا۔ اسی لیے ہم نے پہلے عرض کیا تھا کہ مبلغ صاحب ان عبارات کا مفہوم نہیں سمجھ سکے اور اگر مفہوم سمجھ کر پھر "وَبَنَاتُ الرَّسُولِ مِنْ خَدِيجَةَ" کے الفاظ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صاحبزادیوں کا ربیبہ ہونا ثابت کیا ہے تو یہ مکر و فریب اور خباثت کی بہترین مثال ہے۔ ایسے لوگوں سے دین و دانش کی توقع عبث ہے۔

نوٹ:-

مولوی محمد اسماعیل نے تفسیر نیشاپوری کی عبارت سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"چنانچہ تفسیر نیشاپوری میں آیت "وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي" کے تحت صاف لکھا ہے کہ "وَكَبَنَاتِ رَسُولِ اللَّهِ مِنْ خَدِيجَةَ" کہ ربیبہ ایسی بیٹیاں ہوتی ہیں جیسے رسول اللہ کی ربیبہ بیٹیاں جناب خدیجہ سے"

(فتوحات شیعہ ص ۱۹۵)

دیکھ لیا آپ حضرات نے کہ مولوی اسماعیل صاحب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کو ربیبہ ثابت کرنے کے لیے اس عبارت میں "وَبَنَاتِ رَسُولِ اللَّهِ" کے الفاظ پر حرف "ک" (جو تشبیہ کے لیے ہوتا ہے) کا زیادہ کر کے یوں لکھا ہے۔ "كَبَنَاتِ رَسُولِ اللَّهِ" تاکہ ثابت ہو کہ ربیبہ لڑکیاں ایسی ہوتی ہیں جیسی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی ربیبہ لڑکیاں۔ مولوی اسماعیل نے بدترین خیانت کا ارتکاب کرتے ہوئے حرف "ک" اپنی گرہ سے لگایا تاکہ اپنا الو سیدھا کر سکیں۔ لیکن بھول گئے کہ کلام کی جڑ کیا ہے؟

ہم اہل السنت حضرات کو دعوت غور و فکر دیتے ہیں کہ تفسیر کبیر اور تفسیر نیشاپوری
ایسی کتابیں نہیں جن سے دنیا کے علماء ناواقف ہوں یہ کتابیں ہزاروں کی تعداد میں چھپ
کر منظر عام پر آچکی ہیں اور دنیا کی تقریباً ہر بڑی لائبریری میں موجود ہیں مولوی اسماعیل صاحب
تو اپنی ذہنی بیماری سے اگلی دنیا کو سدھار گئے مولوی اسماعیل کی تمام ذریت کو ہمارا
چیلنج ہے کہ اگر کوئی مجتہد مذکورہ تفاسیر سے لفظ ربیبات (یہ عبارت تفسیر کبیر کی) دکھا
دے تو ہم پچاس ہزار روپیہ نقد انعام پیش کریں گے۔ مگر ہمارا دعویٰ ہے کہ کوئی شیعہ
ذاکر، مولوی یا مجتہد ایسا لفظ ہرگز نہیں دکھا سکے گا۔

بنات رسول کے ربیبہ ہونے کا دعویٰ معتبر آئمہ

مذہب شیعہ کی نظر میں

(۱) انوار نعمانیہ:۔

اِخْتَلَفَ اَصْحَابُنَا فِي اَنَّ رُقَيَّةَ وَ اُمَّ كُلْثُومٍ هَلْ
هُمَا بِنْتَاهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمْ اِبْنَتَاهُ وَالْقَائِلُ
عِنْدَنَا لَا يَصِحُّ وَثَبَتَ لِاَنَّ عُثْمَانَ فِي زَمَانِ رَسُوْلِ اللهِ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ كَانَ مُظْهِرًا لِلْاِسْلَامِ وَكَانَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ يُرِيْدُ تَالِيْفَ قُلُوْبِهِمْ
وَدُخُوْلَ الْاِسْلَامِ اِلَيْهَا فَكَانَ يَتَلَطَّفُهُمْ بِاَنْوَاعِ
اللَّطَائِفِ مِنَ الْاَمْوَالِ وَالْمُنَاكَحَاتِ وَغَيْرِهَا۔

(انوار نعمانیہ جلد اول ص ۳۶۲ نور فی مولود نبی
صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ تبریز طبع جدید)

بیان

از

پیر طریقت راہبر شریعت واقف اسرار حقیقت قبلہ سیدی و

سندی حضرت قبلہ پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب سجادہ نشین

آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف ضلع گوجرانوالہ

❋

اگر شیعہ فرقہ کی کتب کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حمایتی نہیں بلکہ دشمن ہیں۔ چنانچہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف یہ گفتگو بات منسوب کی ہے کہ حضرت علی نے فرمایا مجھے گالی دیا کرو کہ اس سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

چنانچہ ان کی مشہور کتاب نہج البلاغۃ میں ہے کہ حضرت علی نے فرمایا۔

أَمَّا السَّبُّ فَسُبُّونِي فَإِنَّهُ لِي زَكَاةٌ وَلَكُمْ نَجَاةٌ

یعنی تمہیں اجازت ہے کہ مجھے گالی دیا کرو کیونکہ یہ میرے لیے زکوٰۃ اور تمہارے لیے دوزخ سے نجات ہے۔

پھر بھلا شیعہ فرقہ محب علی کیسے ہیں دشمن علی ہے۔ اگر علی رضی اللہ عنہ سے سچی محبت رکھتے

والا گروہ ہے تو وہ اہل سنت کا ہے جن کی کتب میں یہ حدیث موجود ہے کہ النظر الی وجہ علی عبادۃ

علی رضی اللہ عنہ کا چہرہ دیکھنا عبادت ہے۔

پھر شیعہ روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ابوبکر صدیق کی بیعت نہ کرنا چاہتے تھے تو لوگوں نے ان کے گلے میں رسی ڈال لی کھینچ کر لے آئے اس طرح سے ابوبکر صدیق کی بیعت کروائی چنانچہ ان کی کتابوں میں ہے۔

جلاء العیون:

پس کافران ریسمان در گردن امیر المؤمنین انداختند و بسوئے مسجد کشیدند۔

حوالہ کے لیے دیکھئے۔

(۱) جلاء العیون جلد اول ص ۲۱۹

(۲) حملہ حیدری ص ۲۸۲

(۳) رجال کشی ص ۷ وغیرہ

ترجمہ:

یعنی لوگوں نے حضرت امیر المؤمنین کے گلے میں رسی ڈال لی اور کھینچ کر مسجد میں لے گئے۔

میں سید ہوں اور کوئی غیرت مند شخص اپنے خاندانی بزرگوں کی توہین برداشت نہیں کر سکتا تو کیسے ممکن ہے کہ شیعہ تو حضرت علی کو بزدل کہے اور ان کے گلے میں رسی ڈال دی جائے اور میں یہ سب کچھ سن کر برداشت کر جاؤں اس لیے میں شیعہ مذہب سے نفرت ہے اہل سنت کا عقیدہ و مذہب سچا ہے ان کا ایمان ہے کہ

[illegible]

[illegible]

جبکہ شیعوں کا یہ پتہ بکی جھوٹ ہے کہ حضرت علیؓ بیعت نہیں کرنا چاہتے تھے اور یہ کہ انہوں نے اپنی جان کے ڈر سے مجبوراً بیعت کی تھی کیونکہ ان کی اپنی کتاب ناسخ التواریخ میں ہے۔

فمشيت عند ذلك الى ابي بكر و بايعته و نهضت في تلك الاحداث فتولى ابو بكر تلك الامور وسدد و يسر و قارب فصحبته مناصحاً و اطعته فيما اطاع الله فيه جاهداً۔

ناسخ التواریخ حالات حضرت علیؓ
جلد ۳ ص ۳۲۲

ترجمہ:

میں خود چل کر حضرت ابوبکر کے پاس گیا اور ان کی بیعت کر لی اس کے بعد میں نے تمام مصائب و حوادث میں ان کی مدد کی۔

سیدنا حضرت علی شہنشاہ ولایت مظہر العجائب والغرائب کرم اللہ وجہہ الکریم کے صاحبزادے سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ اور آپ کے گھرانے کے عظیم بیٹوں نے باوجود چند افراد کے میدان کربلا میں یزید کی بیعت قبول نہ کی اور شہادت قبول کر لی۔
یہ کس طرح ممکن ہے کہ شیر خدا کے صاحبزادے نے تو بیعت نہ کی اور شیر خدا نے بیعت قبول کر لی۔ یہ شہنشاہ ولایت پر محض ایک الزام ہے۔ خدا کا خوف کرو اور سچ کہا کرو۔

سید محمد باقر علی شاہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف ضلع گوجرانوالہ
بروز جمعۃ المبارک ۲۹ شعبان ۱۴۰۶ھ

شانِ صحابہؓ اور ردِّ شیعہ پر تین عظیم الشان اور بے مثال تحقیقی شاہکار کتب

محققِ اسلام شیخ الحدیث علامہ

محمد علی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

- ردِّ شیعہ پر اتنی جامع، مفصل اور محققانہ تحریر قبل ازیں وجود میں نہیں آئی۔
- ان کتب کے بعد اس موضوع پر کسی دوسری کتاب کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔
- تمام کتب میں استدلال صرف اور صرف قرآن حکیم اور کتبِ شیعہ سے کیا گیا ہے۔
- بنظرِ انصاف مطالعہ کرنے والا ہر شیعہ اپنے عقیدہ پر نظرِ ثانی کیلئے مجبور ہو جائے گا۔
- تینوں کتب محققین و مناظرین کیلئے انمول خزانہ اور گستاخانِ صحابہ کیلئے تازیانۂ عبرت ہے۔

تحفہ جعفریہ
۵ جلدیں

فقہ جعفریہ
۴ جلدیں

عقائد جعفریہ
۳ جلدیں

میزان الکتب

مکتبہ نوریہ حسینیہ جامعہ رسولیہ شیرازیہ
بلال گنج، لاہور، پاکستان فون 7227228